اسلامی سیاست

اور

اسکے انقلابی خدّوخال

مولانا عبدالقیّوم حقّانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

اسلامی سیاست

اور

اسکے انقلابی خدّو خال

مولانا عبدالقیّوم حقّانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

نام کتاب -------- اسلامی سیاست

8/715

اوراس کے انقلابی خدوخال

مصنف -------- مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت -------- 304 صفحات

تعداد -------- 1000

تاریخِ طباعت بارِاوّل ----- ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

تاریخِ طباعت بارِسوم ----- ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ/ دسمبر 2006ء

ناشر -------- **القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ**

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد' نوشہرہ، سرحد، پاکستان

ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ' صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد سبیلہ چوک کراچی

☆ مولانا سید محمد حقانی ' مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

☆ مکتبہ رشیدیہ' جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب' جامعہ ابوہریرہ' چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

انتساب

خاکسار اپنی اس محنت کو مادرِ علمی دیوبند پاکستان دار العلوم حقانیہ کے
نام سے منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے کیونکہ اس کتاب سمیت اپنی تمام
تصنیفات و تالیفات اور دینی خدمات میں پائی جانے والی تمام چیزیں،
مادرِ علمی کی آغوشِ تربیت، اس کے بانی و مؤسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق
نور اللہ مرقدہٗ کی خصوصی نظر توجہ و شفقت دیگر مشائخ اور اکابر اساتذہ کرام
کی تعلیم و دعا، بالخصوص جانشینِ شیخ الحدیث مہتمم ثانی مولانا سمیع الحق مدظلہ
کی تحریری میدان میں بے مثال نظر عنایت اور حوصلہ افزائیاں اور آٹھ دس
سال سے اُن کے جاری کردہ مجلہ غراء ماہنامہ الحق کی ادارتی تحریروں سمیت
تمام تر ذمہ داریوں کے سر انجام دینے میں ان کے حسن شفقت اور حسن
اعتماد کا ثمرہ ہیں۔ واجرھم علی اللہ

عبدالقیوم حقانی

ادارۃ العلم والتحقیق

ادارۃ العلم والتحقیق ایک آزاد علمی و دینی اور تحقیقی ادارہ ہے جو اسلام کی حقیقی اور بے آمیز تعلیمات کو دورِ جدید کی زبان میں پیش کرنے اور اسلام کی رہنمائی میں آج کے معاشرہ کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے علمی کام میں مصروف ہے۔

جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے وہ یہ ہیں :۔

قرآن و سنت، فقہ و تفسیر، اسلامی تاریخ اور اسلامی تعلیمات کو پوری تحقیق اور علمی جستجو کے بعد جدید ترین اسلوب اظہار کو اختیار کرتے ہوئے پیش کرنا مغربی تہذیب کی یلغار، فکری کج روی اور ذہنی پراگندگی کے اس دور میں نوجوان نسل اور طلبہ کو علمی و دینی لٹریچر مہیا کرنا۔

❁ علماء اسلام، مفسرین و محدثین اور ائمہ متبوعین کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو تشریح و توضیح اور اشاعت اس طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی کا اہتمام کرنا۔

❁ عام لکھے پڑھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن اور تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی چھوٹی بڑی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

❁ اسلامی موضوعات پر دورِ قدیم و دورِ حاضر کے مسلم علماء کے نمایاں کارناموں کی وسیع اشاعت اور نفوذ کی خاطر دنیا کی اہم زبانوں میں ان کے ترجمہ اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

کچھ اپنے کرم فرما ناظرین کی خدمت میں

ادارۃ العلم والتحقیق کی مطبوعات جیسی بھی ہیں جو کچھ بھی ہیں آپ کے سامنے ہیں آپ انہیں دیکھتے ہیں کچھ پڑھتے بھی ہوں گے ان کا معیار، اندازِ بحث و تحریر، اخذ و استنباط، رہنما خطوط، ترتیب مضامین اور مختلف مباحث جن میں قرآن و سنت، تفسیر و فقہ، تاریخ و سوانح، تصوف و طریقت احکام و مسائل، تہذیب و تمدن، معاشرت و تہذیب، احوال وطن، عالم اسلام اور ردِ فرق باطلہ جیسے اہم موضوعات پر مولانا عبدالقیوم حقانی کی نگارشات، کتابت و تزئین سمیت عمدہ طباعت وغیرہ بھی آپ کی نظر سے گزرتے ہوں گے، یقیناً آپ کے کچھ تاثرات بھی ہوں گے شاید کبھی آپ میں کچھ حرکت بھی پیدا ہوتی ہوگی کہ ادارہ کے مطبوعات اور طریق کار کے بارے میں اپنے تاثرات یا مندرجات پر تنقید و تبصرہ لکھ کر روانہ کیا جائے اور کثیر تعداد ایسے احباب کی بھی ہوگی جن کے دل میں یہ خیال آتا ہوگا کہ ادارہ جس کا تجارتی انداز سرے سے مفقود ہے صرف اپنی اشاعت کے بل بوتے پر زندہ کیسے ہے؟

یہ ادارہ ایک مقصد کے تحت قائم ہوا اور اسی مقصد کو لیے ہوئے قلیل مدت میں حالات کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا مولانا عبدالقیوم حقانی کی بحمدللہ ۲۵ سے زائد کتابیں چھاپ چکا ہے۔

ادارہ آج تک کاروباری انداز کو نہ اپنا سکا۔ اسے یہ انداز کبھی بھی راس نہیں آسکتا کہ یہ انداز دین برحق کے اعلاء کے مقصد سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کاروباری اداروں کے ضمن آپ دیکھ رہے ہیں ظاہر ہے وہ انداز ہم نہیں اپنا سکتے لیکن بھاری بھر کم مصارف کتابت و طباعت سے کتب اور کیوں کر پورے ہوں؟ کیا صرف اشاعت کے بل بوتے پر — ؟ نہیں ایسا ممکن نہیں۔ اگر آپ

ادارہ کی خدمتِ اشاعتِ دین کو جاری رکھنا پسند کرتے ہیں تو آپ کو اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا، کرنا کیا ہوگا؟ اس کی مختلف صورتیں ہیں آپ کے لیے جو بھی صورت ممکن ہو اسے بروئے کار لائیں۔

* اگر آپ کتابیں پڑھتے ہیں اور شوق بھی ہے تو ادارہ کا مستقل رکن بن کر ۳۳ فی صد کی خصوصی رعایت پر کتابیں خود خریدیں خود بھی پڑھیں اور اپنے حلقہ اثر میں بھی پڑھوائیں۔

* آپ اپنے حلقہ اثر میں دینی وفکری اور اسلامی انقلاب کی پیش رفت کے لیے اور ان کی مزید اشاعت بڑھانے کے لیے کم از کم ادارے کے دس اراکین بنائیں۔

* آپ صاحب ثروت ہیں تو کم از کم دس خریداروں یا کم وبیش کے لیے زرِ تعاون ارسال فرمادیں ہم ایسے صاحب ذوق بالخصوص طلبۂ علومِ دینیہ کی خدمت میں کتابیں پیش کر دیں گے جو ان کے طلب گار تو ہیں لیکن مالی حیثیت نہ ہونے کے باعث وہ مستقل رکنیت اختیار نہیں کر سکتے۔

* آپ کے حلقہ احباب میں ایسے اصحاب ثروت ہیں تو انہیں بھی اس طرف توجہ دلائیں۔

* ادارہ کی بہتر کارکردگی، ممکنہ معاونت اور مطبوعات کے بارے میں بھی گاہے گاہے اپنے تاثرات سے نوازتے رہیں جو شے پسند آئے ان کے بارے میں اظہار پسندیدگی اور جن امور کو آپ درست نہ سمجھتے ہوں ان پر تنقید وتنقیص اور مثبت رائے ارسال فرماتے رہیں۔

ناظم دفتر محمد صفی اللہ معاویہ

ادارۃ العلم والتحقیق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

سرحد۔ پاکستان

فہرست

اسلامی نظام بمقابلہ مغربی جمہوری نظام
اسلام ایک پاکیزہ نظریہ حیات اور انقلابی
ضابطۂ اخلاق، مکمل تبدیلئ نظام کی ضرورت
فقہ حنفی کی جامعیت اور نفاذ، خوف وہراس
اسباب اور سدباب

امت مسلمہ کا المیہ، سیاسی عدم استحکام کا حل، اسلامی نظام تعلیم، سودی نظام کے خاتمہ کی ضرورت، وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ، شریعت بل کا مسئلہ، بداخلاقی کے طوفان بلاخیز کا انسداد ——

(دفاعی اور فوجی صلاحیتوں کا استحکام)

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زبان تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے

مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

تیری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقبال

○

نقشِ آغاز

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

موجودہ دورِ فساد اور زمانہ سیاست والحاد میں اسلام کی تبلیغ و ترویج ' اسلامی نظام کا عملی نفاذ اور شریعت مطہرہ کا مقدس قانون کیسے جاری ہو ؟ مغرب زدہ ماحول زندگی ' دھریت زدہ معاشرہ اور متعفن سیاسی فضا میں اسلامی سیاست کے رہنما خطوط اور انقلابی خدوخال کیا ہیں ؟ زندگی کے مختلف شعبوں میں نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا اسلام نے کیا حل پیش کیا ہے ' بعض اہم اور ضخیم سلسلہ ہائے تحقیق و تصنیف ' تازہ ترین پیش آمدہ ضروری مسائل اور متعدد و جدید ترین موضوعات کے ساتھ ساتھ ان موضوعات پر بھی گذشتہ آٹھ دس سال سے اپنی طالب علمانہ بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ لکھتا رہا ہوں اور ان میں سے بیشتر مضامین ماہنامہ " الحق " کے ادارتی صفحات میں شائع ہوتے رہے ہیں اور ملک کے دیگر معروف جریدوں کے علاوہ بیرون ملک کے پرچوں میں بھی احقر کے اس نوعیت کے مختلف مضامین کا سلسلہ اشاعت جاری ہے -

" اسلامی سیاست اور اس کے انقلابی خدوخال " اس سلسلہ ہائے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں موضوع سے متعلق تمام مضامین یکجا کرکے کتابی شکل دیدی گئی ہے اپنے مخلص قارئین سے یہی توقع ہے کہ وہ اس کتاب کی بھی احقر کے اس نوعیت کے سلسلہ اشاعت کے نقش اول " اسلامی انقلاب " کی طرح پذیرائی فرمائیں گے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو بھی مسلمانوں کیلئے مفید بنائیں قارئین کا نفع ہو احقر کیلئے اور احقر کے اساتذہ اور والدین کیلئے ذخیرہ آخرت ثابت ہو - آمین -

عبدالقیوم حقانی ۳ ذی الحجہ ۱۴۱۲

ہر اِک منتظر تیری یلغار کا — تیری شوخیٔ فکر و کردار کا

ہے یہ مقصدِ گردشِ روزگار — کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

تو ہے فاتحِ عالمِ خوب و زشت — تجھے کیا بتاؤں تیری سرنوشت

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ — حقیقت ہے آئینہ گفتار تنگ

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

باب ۱

قومی قیادت اور سیاسی رہنماؤں کی ذمہ داریاں
قرآن و سنّت کی روشنی میں اسلامی سیاست کے رہنما خطوط

اِسلام ہماری انفرادی زندگی کی طرح
اجتماعی زندگی کا دین بھی ہے عبادت کے
طریقوں کی طرح سیاست وآئین تعلّقِ
مسجد کی طرح تعلّقِ حکومت تزکیہ نفس
اور تعلیم اخلاق کی طرح احکام شریعت
کی عملی ترویج وتنفیذ بھی اس کے
بنیادی اہداف ہیں۔

۱۵

اسلامی سیاست کے انقلابی خدوخال

سیرت نبویؐ کی روشنی میں

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل رتبہ و مقام آپ کا خاتم الانبیاء اور پیغمبر عالم ہونا ہے سیاست و حکومت اس مرتبۂ بلند کا ایک شعبہ ہے۔ حضورؐ صرف نبی ہی نہ تھے خاتم الانبیاء اور امام الرسل تھے۔ صرف اہل عرب کے لئے نہیں تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے۔ حضورؐ رہبانیت کے داعی بن کر نہیں آئے۔ بلکہ ایسا دین لائے جو روح و جسم دونوں پر حاوی اور دنیا و آخرت دونوں کی حسنات کا ضامن ہے۔ یہ حضورؐ ہی کی تعلیمات ہدایات اور نظام اسلام کے ثمرات ہیں کہ اس میں عبادت کے ساتھ سیاست اور درویشی کے ساتھ حکمرانی کا اتفاقی جوڑ نہیں بلکہ یہ اس کی عین فطرت ہے۔ ہمارے نبیؐ سے بڑا مدبر، سیاست دان اور حکمران اور کون ہوسکتا ہے؟ مگر سیاست و حکومت آپؐ کا اصل کمال نہیں بلکہ آپ کے فضائل و کمالات کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔ ہم نے عالم اسلام بالخصوص ملک کی تازہ ترین سیاسی صورت حال کے پیش نظر خاص اسلامی سیاست کے خدوخال حضورؐ کی سیرت کی روشنی میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے خدا کرے کہ واقعۃً بھی اس سے قوم و ملت کے میدان میں کوئی فائدہ حاصل کرسکیں۔

اسلام ہماری انفرادی زندگی کی طرح اجتماعی زندگی کا دین بھی ہے عبادات کے طریقوں کی طرح سیاست و آئین، تعلق مسجد کی طرح تعلق حکومت، تزکیۂ نفس اور تعلیم اخلاق کی طرح احکام شریعت کی عملی ترویج و تنفیذ بھی اس کے بنیادی اہداف ہیں۔

عرب قوم جو وحدت اور مرکزیت سے ناآشنا، جنگجو اور باہم جنگ آزما، انتشار

و تنظیم ' شعور و قومیت اور حکم و اطاعت ان کے اندر یکسر مفقود ' بدویانہ حالت اور نراج پسندی ان کا مزاج بن گیا تھا ۔

مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کی قلیل ترین مدت میں خالص اسلامی طرز سیاست کی بنیاد پر پوری قوم کو نہ صرف یہ کہ بنیان مرصوص بنا دیا بلکہ صدیوں کے پرورش پانے والے اسباب نزاع واختلاف بھی ختم کر دئے ۔ ظاہری وحدت کے ساتھ باطنی عقائد و نظریات میں ہم آہنگی ' پوری انسانیت کے لئے اتحاد و تنظیم کا ایک نمونہ وپیغام اور شتربانی کے مقام سے واقعات کی دنیا میں جہاں بانی کے مقام تک پہنچا دیا ۔ حضورؐ ہی کی تربیت یافتہ قوم نے بلا استثناء دنیا کی ساری ہی قوموں کو سیاست اور جہاں بانی کا درس دیا ۔

اسلامی سیاست کی ترویج اور انسانیت کی وحدت کی تشکیل میں نبوی سیاسی طریق کار یہ تھا کہ آپؐ نے نہ تو مروجہ عالمی طرز سیاست کی طرح قومی ' نسلی ' لسانی اور جغرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ قومی حوصلوں کی انگیخت سے کوئی کام لیا اور نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا اور نہ کسی بڑے (واقعی یا فرضی) دشمن کے حوالے سے لوگوں کو ڈرایا ۔

آج دنیا میں جتنے بھی ممالک ہیں چھوٹے بڑے یا جتنے بھی مدبر اور سیاست دان ہیں سب اپنے مقاصد کے حصول اور سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انہی محرکات سے کام لے رہے ہیں ۔ مگر حضورؐ نے ان چیزوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کے بجائے انہیں ایک فتنہ قرار دیا اور اپنے عمل سے اس کی کامیاب بیخ کنی فرمائی اور اس کے مقابلے میں امت کو صرف خدا کی بندگی و اطاعت ' عالمگیر انسانی اخوت ' ہمہ گیر عدل وانصاف اعلائے کلمۃ اللہ اور خوف آخرت کے محرکات کو جگایا ۔ ان پاکیزہ اور اعلی محرکات اور مساعی جمیلہ سے ایک بہترین امت ظہور میں آئی ۔ جسے قرآن میں " خیرامت قرار دیا گیا ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کا ایک اہم اور امتیازی پہلو یہ تھا

سیاسی جماعتوں کو بھی جو قوم وملک کے لئے خود کو نجات دہندہ باور کراتی ہیں اس موقع پر بھرپور خدمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا ۔ اس طرح انتخابات کی قربت کے پیش نظر بلا رسیدہ اہل وطن سے ایک رابطہ بھی قائم ہو جاتا ۔ مگر چند ایک سماجی تنظیموں اور ایک دو سیاسی جماعتوں کے چند کیمپوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آیا ۔ اکثر سیاسی قائدین اور رہنمایان قوم نے اخباری بیانات کے حد تک اظہار افسوس کیا اور بس ! اے کاش ! ہمارے ملک کے سیاسی قائدین اور قومی رہنما حصول اقتدار کی بجائے قوم کے معاشی اور قومی وملی مشکلات ، ملکی مسائل کا حل اور دکھی و مظلوم انسانیت کی خدمت کو عملاً بھی اپنے سیاسیات کا اولین ہدف بنالیتے تو قومی ترقی ، ملی اور اجتماعی شعور کی پختگی اور ملکی استحکام کو مزید تقویت پہنچتی ۔ مگر افسوس ! کہ تاحال سیاسی جماعتوں میں اس نوعیت کی خدمت خلق کا کوئی ذوق اور اس کی کوئی نمایاں جھلک دیکھنے میں نہیں آئی ۔

☆صوبہ سندھ بالخصوص حیدر آباد اور کراچی میں لسانی اور نسلی امتیازات کے جو بیج مسلسل کئی سالوں سے بوئے جارہے تھے ان کی فصل لاقانونیت کی شکل میں پک چکی ہے ۔ مفاد پرست اور موقع شناس عناصر غیر ملکی ایجنٹ اور تخریب کار قتل وغارت گری کے لامتناہی سلسلے کی صورت میں اس فصل کو کاٹ رہے ہیں ۔ پوری قوم ایک کربناک فضا سے دو چار ہوچکی ہے ۔ سندھ مسلسل فسادات کے پیش نظر ایک مقتل بن چکا ہے ۔ علاقہ پر چھائی ہوئی وحشت و بربیت اور غم و اندوہ کی گہری دھند اوربہیمیت کے ایسے ایسے مظاہر سامنے آئے ہیں جن کے سامنے جلیانوالہ باغ امرتسر میں جزل ڈائر کی سفاکی ، صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں یہودی بھیڑیوں کی درندگی ، ڈھاکہ میں مکتی باہنی کے ایک خونخوار افسر اور اس کے کئی ایک ساتھیوں کی زمین پر پڑے ہوئے ایک شخص کے پیٹ میں سنگین اتارنے کا وحشیانہ کردار تقسیم ہند کے فسادات مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتل عام ، مراد

آباد اور میرٹھ کی حالیہ خوں ریزیاں بھی ماند پڑ جاتی ہیں ۔ ایسا قتل عام ہوا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بلاشبہ یہ خون ریزی ملکی سالمیت اور قومی وحدت کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے جو عوام سے کہیں زیادہ اربابِ سیاست اور اہلِ اقتدار پر عیاں ہے ۔ اربابِ حکومت ' اہل سیاست اور قومی رہنماؤں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ حصول اقتدار کے مسائی ' اپنے مفادات کے تحفظ اور محض نعرہ بازی کی سیاست سے نکل کر اس قدر سنگین ' حساس اور قومی وملی اہمیت کے حامل نازک ترین حالات اور واقعات کا انتہائی سنجیدگی سے نوٹس لیں اس سے قبل کہ خدا نخواستہ کوئی انہونی ہو جائے اور قوم کو کسی ناگہانی آفت سے دو چار ہونا پڑے انہیں کوئی راہ عافیت تلاش کرلینی چاہئے ۔

☆ملک میں خالص دینی و مذہبی اور مضبوط سیاسی قیادت اور مستحکم سیاسی حکومت کے فقدان ' پنجاب میں سیلاب کی تباہ کاریوں اور سندھ میں خوف ' دہشت ' کشیدگی اور باہمی خانہ جنگی کی بڑی گہری فضا کے باوجود الحمد اللہ ! کہ قوم مجموعی طور پر کسی بے یقینی ' ذہنی شکست اور اعصابی کشیدگی سے دو چار نہیں ہوئی ۔ بلکہ بعض حالات میں بڑے عزم اور استقلال کے مظاہر بھی سامنے آئے ہیں ۔ فوج نے تاہنوز جس مستحسن روش اور ملک کے سیاسی استحکام کے لیے جس تاریخی کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے خوش آئند اور قابل تحسین ہے قوم کے اس مجموعی ثبات ' عزیمت اور استقامت کے بھرپور مظاہرہ سے ملک دشمنوں کے تمام منصوبے ' مفروضے اور اندیشے غلط ثابت ہو رہے ہیں ۔ اور یقین ہے کہ اللہ کریم مستقبل قریب کے نازک ترین اور ملکی تقدیر کے حساس ترین مرحلے میں بھی اسلامیان پاکستان پر اپنی رحمتوں اور بے پناہ فضل وعنایت کے طفیل اپنا کرم فرمائے گا اسی کے بھروسہ ' اور اسی کی غیبی نصرت اور مدد سے ملکی سالمیت کی ہچکولے کھاتی ہوئی ضعیف کشتی ' مضبوط اور محفوظ ساحل کے قریب لگے گی انشاء اللہ !

8/7/5

☆ ملک کے بقا و تحفظ اور سالمیت و استحکام کے لئے بلاشبہ انتخابات ناگزیر تھے جس کے انعقاد کا بظاہر قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے ۱۲ نومبر اور صوبائی اسمبلی کے لئے ۱۹ نومبر کے تاریخیں مقرر کی جاچکی ہیں ۔ مگر جس طرح کھانا کھانے سے انسانی زندگی اور اس کے وجود کے تحفظ کی ضمانت کے باوجود کسی کے اسلام اور اطاعت گزاری کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ۔ اسی طرح ملک کے بقاء اور سالمیت کے پیش نظر " انتخابات کی ضرورت کے ہزاروں اعتراف کے باوجود " ملک میں نفاذ شریعت ' اس کے نظریاتی اساس کے تحفظ کی قطعی ضمانت اور نظام اسلام کی مبارک منزل ہرگز حاصل نہیں کی جاسکتی ۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے سہل اور بے خطر راستہ تو یہی تھا کہ آئین سازی کا مسئلہ مختلف نظریات اور بیرونی طاقتوں سے وابستہ کارندوں ' مفاد پرست جاگیرداروں ' مغرب زدہ سکالروں اور آزادی و دہریت کے علمبرداروں سے تشکیل پانے والی اسمبلی پر چھوڑنے کے بجائے جرات مومنانہ سے کام لے کر تدریج و مصلحت اور مداہنت آمیز طرز عمل کو یک لخت ترک کر کے آئین شریعت کے مکمل نفاذ کا اعلان کر دیا جاتا ۔ مگر افسوس ! کہ جمہور مسلمانوں کے اس مبنی برحق ' خالص جمہوری اور ملک کی نظریاتی اساس کے ہم آہنگ مطالبہ پر تاہنوز کوئی توجہ نہ دی جاسکی ۔ مگر اب جب کہ پارلیمانی روایات کے مطابق آئین سازی کا کام قومی اسمبلی نے کرنا ہے تو مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ملک کے آئین ساز ادارے میں علماء حق ' دین پسند قوتوں اور اسلامی کاز میں مفید اور معاون امیدواروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھیجیں جن کا ماضی اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے زیادہ قریب رہا ہو ۔ جن کے مستقبل کے آئینی کردار ' دیانت و تقویٰ ' اسوہ سلف کی پیروی اور راسخ العقیدہ مسلمان ہونے پر اکابر علماء ومشائخ اور عامتہ المسلمین کا اعتماد ہو جو غالب اکثریت میں اسمبلی میں پہنچ کر تحریک نفاذ شریعت کی تکمیل اور اس کی پیش رفت میں علماء حق کی بھر پور معاونت کر سکیں ۔ اور اگر خدانخواستہ قوم نے غفلت ' اپنے فرض

منصبی کی ادائیگی میں تساہل اور چشم پوشی سے کام لیا اور اپنے اسلام پسندی کے دعووں اور نعروں کے باوجود پارٹی ' جتھ ' گروہ بندی اور علاقائی تعصب کی پوجا پاٹ کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو نامزد کیا جنہیں اسلامی علوم کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں نہ ان کا عقیدہ اور ایمان اسلامی آئین کے اجراء و تنفیذ پر راسخ ہے تو پھر آئندہ اسمبلی میں بھی اسلام کا وہی حشر ہوگا جو اس سے قبل کی اسمبلیوں میں ہوا کرتا تھا ۔ اور نتیجہ میں وہ خلفشار اور باہمی سرپھٹول نمایاں ہوگا ۔ جس کا خمیازہ نہایت بھیانک شکل میں قوم کو بھگتنا ہوگا ۔

☆اس موقعہ پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آئندہ انتخابات ' محض چند انتظامی نوعیت کی تبدیلیوں یا محض انتقال اقتدار کے لئے منعقد نہیں ہو رہے بلکہ یہ پورے ملک کے مستقبل کی زندگی کا ایک حساس ترین موڑ ہے جس میں پوری قوم کی تقدیر کا فیصلہ ہونا ہے ان انتخابات میں دو مختلف نظریئے اور دو متحارب نظام زندگی ٹکرائیں گے ۔ ایک کا کہنا ہے کہ پاکستان صرف ایک معاشی ضرورت کے تحت بنا تھا ۔ نظام اسلام ' انسانی معیشت کی تکمیل میں ناقص ہے ۔ اسے سوشلزم سے بھیک اور پیوند کی ضرورت ہے طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں ۔اباحیت ' آزادی نسواں ' مکرو فریب ' دھاندلی ظلم وتشدد ' بھٹو ازم ' فسطائیت ' آمریت اور تخریب کاری کے مکروہ چہرے پر جمہوریت پسندی کے خوشنما اور فریب کارانہ نقاب کا پروپیگنڈہ ۔ لادین اور نوجوان عورتوں کی حکومت تک سب کچھ قوم وملت کی ضرورت ہے ان کے نزدیک اسلامی قوانین ' حدود اور آرڈیننس اور متعدد اسلامی قوانین کی طرف پیش رفت قدامت پرستی ہے ۔ ان لوگوں کے نزدیک کائنات پر حکومت انسانی خواہشات کی ہے اور وہی اچھے برے کا فیصلہ کرے گی ۔ یہ لوگ ماسکو کے ملحدوں ' اسرائیل اور امریکہ کے یہودیوں اور بھارت کے ہندوؤں کی مشترکہ میراث اور ان کی امیدوں کا مرکز ہیں ۔

جب کہ دوسرے کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کائنات پر حاکمیت صرف اللہ کی ہے

کہ آپ جن اصولوں کے داعی بن کر اٹھے وہ اصول فرد و معاشرہ اور قوم کی ساری زندگی پر حاوی تھے لیکن آپؐ نے اپنے اصولوں کے مقابلہ میں کبھی بھی دوست دشمن کا فرق کئے بغیر کوئی لچک قبول نہیں فرمائی ۔ سختی ' مصیبت یا کسی بھی ابتلاء سے دب کر کسی بھی اصول کے معاملہ میں کوئی سمجھوتہ کرنا گوارا نہ فرمایا ۔ کوئی پیش کش ' کوئی لالچ اور کوئی چیلنج آپ کو اپنے کسی بھی موقف سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ دنیا کے بڑے بڑے سیاست کاروں ' مدبروں اور رہنماؤں اور کسی بھی ایسے سیاستدان کا آپ نشان نہیں بتاسکتے جو اپنے چند اصولوں کو بھی دنیا میں برپا کرنے میں اتنا مضبوط اور غیر متزلزل ثابت ہوسکا ہو ۔ مگر حضورؐ نے پورے نظام زندگی کی تعمیر کی اور اپنے پیش کردہ اصولوں کے لئے بھی اپنے اصولوں کی قربانی نہیں دی ۔ ہر طرح کے خطرات برداشت کئے نقصانات گوارا فرمائے ۔ اپنی جان ' مال اور محبوبات کی قربانی دی ۔ مگر پوری زندگی میں یہ کہنے کی نوبت نہیں آئی کہ میں نے دعوت تو دی تھی فلاں اصول کی مگر اب حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر اس کی جگہ فلاں بات اس کے خلاف اختیار کر لی جائے ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست پوری دنیا کے لئے ایک نمونہ اور مثالی تھی عبادت کی طرح آپؐ کی سیاست بھی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک تھی ۔ مروجہ سیاست میں وہ بہت سی چیزیں مباح اور مستحسن سمجھی جاتی ہیں جو شخصی زندگی میں مکروہ ' قبیح یا حرام ہوتی ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ میں ذاتی غرض کے لئے جھوٹ بولنا ' چالبازیاں کرنا عہد شکنیاں ' فریب دہی ' حقوق کا غصب معیوب قرار دیا جاتا ہے مگر جب ایک سیاستدان اجتماعی اور قومی زندگی میں ان تمام جرائم کا ارتکاب کرے تو وہ اس کے فضائل اور کمالات شمار ہوتے ہیں ۔ حالانکہ حضور اقدسؐ نے ایک عام شخص کے جھوٹ کے مقابلہ میں ایک صاحب اقتدار اور بادشاہ کے جھوٹ کو کہیں زیادہ سنگین قرار دیا ہے ۔ حضورؐ بھی ان تمام مراحل سے گذرے جن سے ایک مدبر اور سیاستدان کو گزرنا پڑتا ہے ۔ آپؐ نے طویل

عرصہ مظلومیت اور مہاجرت میں گذارا ۔ اور اتنا ہی عرصہ اقتدار اور حکومت کا گذارا ۔ حریفوں اور حلیفوں سے سیاسی قومی اور تجارتی معاہدے کئے ۔ متعدد جنگیں لڑیں وفود سے ملاقاتیں ' سیاستدانوں سے مذاکرات اور مختلف حکومتوں سے معاملات طے فرمائے مگر سب جانتے ہیں کہ آپ نے کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کیا ۔ کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ کوئی بات کہہ چکنے کے بعد انکار نہیں کیا دشمنوں کے ساتھ بدترین حالات میں بھی انصاف کیا ۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود حضورؐ کو اپنی سیاست میں کبھی بھی ناکامی کا تجربہ نہیں ہوا ۔

یہ خالص اسلامی سیاست ' نبوی تعلیمات اور دیانت کا اعجاز تھا کہ عرب کے ہر گوشہ میں عدل وانصاف کی حکومت قائم ہوئی اپنے سے کئی گناہ بڑی سیاسی طاقت کفار ومشرکین کا زور توڑا کہ فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے فی الواقعہ گھٹنے ٹیک دیئے یہود کی سازشوں کا خاتمہ کیا ۔ رومیوں کی سرکوبی کی مگر اس سب کچھ کے باوجود انسانی خون بہت کم بہا ۔ انقلاب اسلامی کی عظمت اور وسعت کے باوجود ان نفوس کی تعداد چند سو سے زائد نہ ہوگی جو اس ساری جدوجہد کے دوران حضورؐ کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالفین میں سے قتل ہوئے ۔

ویت نام میں امریکی فوجوں ' افغانستان میں روسی فوجوں اور بیت المقدس میں اسرائیلی فوجوں کا ظالمانہ وحشیانہ کردار اور دست درازیاں آپ کے سامنے ہیں مگر حضورؐ کے عظیم انقلاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی پوری زندگی اور انقلابی جدوجہد میں ایک واقعہ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا جس میں کس نے کسی کی ناموس پر دست درازی کی ہو ۔

جناب حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے اور سادہ طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس میں دنیوی کروفر کے بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹھ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا ۔ مگر اس سادگی اور فقرو درویشی کے باوجود آپ کے دبدبے اور شکوہ کا یہ عالم تھا کہ روم وشام کے

بادشاہوں پر آپؐ کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔

مروجہ سیاست میں جب سیاستدان ' حکمران اور قائدین قوم ' میدان سیاست میں قدم رکھتے ہیں تو شان و طمطراق کو بھی سیاست کے لوازمات سے گردانتے ہیں ۔ چلتے ہیں تو بہت سے لوگوں کو جلوس میں لے کر چلتے ہیں جلوسوں اور استقبالیوں کا اہتمام کرتے ہیں ۔ نعرے بلند کراتے ہیں ' سپاسنامے لکھواتے ہیں اپنی شان میں قصیدے کہلواتے ہیں جب ترقی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے تو قصروایوان آراستہ کراتے ہیں ۔ سلامیاں دلواتے اور بری و بحری اور ہوائی سواریوں اور پروٹوکول کا خاص اہتمام کراتے ہیں ۔ مگر حضورؐ کی سیاست اس لحاظ سے سب سے جدا ' نرالی اور آسان تھی ۔ آپؐ صحابہ میں چلتے تو کوشش رہتی کہ سب سے پیچھے چلیں ۔ مجلس میں اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ امتیاز مشکل ہوتا ۔ کھانا کھانے کے لیے دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے " میں اپنے رب کا غلام ہوں اور ایک غلام کی طرح کھانا کھاتا ہوں " آپؐ کے لئے نہ تو کوئی خاص سواری تھی اور نہ خاص قصروایوان نہ خاص باڈی گارڈ اور نہ کروفروالے پروٹوکول کا اہتمام ' دن کو جو لباس ہوتا رات کو اسی میں استراحت فرماتے صبح کو اس لباس میں ملکی و فود اور دنیا بھر کے سفراء سے مسجد نبویؐ کے فرش پر ملاقاتیں فرماتے اور عالمی سیاست کے امور پر فیصلے فرماتے ۔

آپؐ کے تدبر اور سیاست کا بنیادی ہدف رجال کار کی تربیت اور عالمی قیادت کے لئے ایک جماعت کار تیار کرنا تھا جو آپ کے برپا کردہ انقلاب کو آپ ہی کے نہج پر آگے بڑھانے مستحکم بنانے اور سیاسی و اجتماعی زندگی میں اس کے مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لئے ہر طرح اہل ہو ۔ چنانچہ آپؐ کے نظام اور انقلابی کام نے تین براعظموں میں اپنی جڑیں مضبوط کرلیں ۔ انقلاب کی وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لئے رجال کار کی کمی محسوس نہیں ہوئی ۔

اسلامی سیاست اور نظام حکومت واقتدار کا یہ اجمالی خاکہ اور ایک ایسا آئینہ

ہے جس میں تمام قومی قائدین اور سیاست کار اپنا اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں ۔ کیا موجودہ دور میں ہمارے سیاسی رہنما حالیہ فرسودہ طرز سیاست کو اس منہج پر لانے کے لئے کسی قدر فکر و تامل اور غور و تدبر کے لئے وقت نکال سکیں گے ؟

(ماہنامہ الحق جلد ۲۵ ش ۱۲)

قیادت کا انتخاب
انتخابات سے قبل

ملک میں عام انتخابات کے انعقاد میں صرف چند دنوں کا فاصلہ باقی رہ گیا ہے ۔ جب کہ پنجاب میں ساوی اور سندھ میں تخریبی اعمال کے حالیہ آفتوں کے اثرات تاہنوز باقی ہیں ۔ پنجاب سیلاب کی آفتِ ناگہانی کے جس عذاب سے گذرا ہے اس کے روح فرسا مناظر نے پورے ملک کے باشندوں کو دلگیر اور رنجیدہ کر دیا ہے ۔ ہزاروں افراد لقمہ اجل بنے ۔ سینکڑوں دیہات اور لاکھوں مکانات منہدم اور معدوم ہوگئے ۔ لاکھوں افراد بے گھر اور نان ونفقہ کے محتاج ہوگئے ۔ سرکاری سطح پر آفت رسیدہ گان کے لئے جو کچھ کیا گیا وہ اس سے بہت کم تھا جو کچھ نشر کیا گیا تاہم فوج کے جوان جس ہمت شجاعت اور اخلاص ومحبت کے ساتھ اہل وطن کی خدمت کرتے رہے وہ بہر حال لائق تحسین اور قابل صد آفرین ہے

اب قومی و بین الاقوامی سطح پر ہر طرف سے داد و تحسین کا سلسلہ جاری ہے۔

☆ تاہم اس موقع پر سیاسی جماعتوں کے راہنما' نئے منتخب ہونے والے قائدین اور ملی اور سیاسی عمائدین ذرا یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا کرتے کہ انتخابی بحران کے ان ایام میں سیاسی امیدواروں اور کارکنوں نے جس قدر بے دردی اور بے فکری سے شرافت ' دیانت اور اسلامی و اخلاقی اقدار کو حد درجہ ناندا ترسانہ جسارت کے ساتھ پاؤں تلے روندا۔ جھوٹ ' بے بنیاد الزامات ' ناپاک بہتان تراشیاں ' حریفوں کی تذلیل کی ناپاک کوششیں ' طنز و تمسخر ' غیبت و بدگوئی ' گالی گلوچ ' اور پر فریب پروپیگنڈے ' غرض فتنہ و فساد کا وہ کونسا پہلو ہے جسے اختیار نہ کیا گیا ہو۔ بعض جگہ تو سادہ لوح اور جاہل عوام کے جذبات سے کھیل کر ان کے مقتداؤں اور دینی رہنماؤں کی پگڑیاں تک اچھالنے کو کار ثواب سمجھا گیا۔ لاکھوں کی رشوتیں چلیں ' ضمیر ' ایمان اور انسان کی خرید و فروخت ہوتی رہی۔ جن لوگوں نے کبھی خدا کی راہ میں ایک پیسہ تک نہ دیا اور نہ کسی روز غریبوں اور مسکینوں کے کام آئے انتخابات میں روپے کے سیلاب اور دریا دلی کا وہ نمونہ پیش کیا کہ حاتم کی روح بھی شرما گئی۔ پیار ' محبت ' لالچ ' دھونس اور دھمکی کے علاوہ جہاں ظلم اور جبر کے بغیر کام بنتا نظر نہ آیا وہاں اس حربہ سے بھی نہ چوکا گیا۔

بعض حلقوں میں تو الیکشن اور انتخابات کے عنوان سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بدتمیزی ' خدا فراموشی اور معصیت کوشی کا ایک سیلاب اُمڈ آیا ہو۔ شرافت اور اخلاق کے خلاف بغاوت کی ایک آندھی تھی جو " ظلمات بعضها فوق بعض " کا منظر پیش کر رہی تھی حکومت بھی اپنے بنائے ہوئے بعض ضابطوں اور اصولوں پر عمل درآمد کرانے میں ناکام رہی۔ انتخابی اخراجات کے لئے مقرر کردہ حدیں بری طرح پامال ہوئیں بعض نشستوں پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے اور مقابلہ افراد کی صلاحیتوں کا کم اور سرمایہ کا زیادہ ہوا اور سیاست گویا جنس تجارت بن کر رہ گئی۔ امیدواروں کی اہلیت سے متعلق شرائط کا کوئی اہتمام نہ ہوسکا اور اس سلسلہ

میں کھلی چھوٹ دے کر پرانی ڈگر پر واپس پہنچا دیا گیا اور اب الیکشن کا ہنگامہ اگرچہ ختم ہوچکا لیکن ملکی باشندوں خصوصا ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں پر اس نے جو مستقل اثرات چھوڑے ہیں اور قومی و ملی سیاست کی راہ میں حسب ضرورت دین و اخلاق کی پامالی کے میکاولی اصول کو جو مسلمہ پالیسی کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے ' حقیقت یہ ہے کہ دین کے درد مندوں اور دین و اخلاق کی قدر و قیمت پہچاننے والوں کے لئے یہ وقت کا نہایت اہم اور قابل غور مسئلہ ہے کاش ! کامیاب ہونے والی سیاسی جماعتیں ' قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر اور مذہبی و دینی جماعتوں کے عمائدین اور نئی تشکیل پانے والی حکومت کو یہ سوچنے کا موقع بھی مل جائے کہ جتنی کوششیں انتخابات کے انعقاد پھر اس کی کنونسنگ اور تکمیل میں کی گئی ہیں اگر ملکی سالمیت ' قومی استحکام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان گندگیوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے اتنی ہی کوششوں اور ایفائے عہد کا عزم بالجزم کرلیا جائے تو شاید کفارہ کی ایک صورت اور عنداللہ مسئولیت کا ایک معقول عذر بن سکے ۔

☆ اس انتخابی مہم میں دوسری جو تکلیف دہ چیز اس دور میں سب سے زیادہ ابھر کے سامنے آئی ہے اور جو نتائج کے لحاظ سے ملک اور قوم کے لئے حد درجہ مضحکہ خیز اور تباہ کن ہے وہ قول و عمل کے تضاد اور نفاق کی حیرت انگیز مثالیں ہیں ' ایسے لوگ جو قطعی طور پر دین سے بے بہرہ ہیں دینی احکام کے کھلے باغی اور اپنی پرائیویٹ مجالس میں دینی شعائر کا مذاق اڑانے والے ہیں وہ عملاً خود کو تحفظ دینے کے لئے دین اسلام سے محبت اور غریبوں سے ہمدردی کا رونا روتے رہے اور اس سلسلہ میں ہر ممکن تدبیر و تزویر اختیار کرتے رہے ۔ ملکی دفاع ' سالمیت اور استحکام کے گیت گاتے رہے مگر عملاً مظلوم اسلام کے تحفظ اور ملکی سالمیت پر یقین تو کجا ؟ سوشلزم کی علمبرداری ' مارکس سے وفاداری اور دین اسلام کی پاسداری کا یہ عالم کہ خود اور اپنی اولاد کو بھی قرآنی اور اسلامی تعلیم سے دور رکھا ۔ نظریاتی

اور سیاسی وابستگیوں اور اپنے کردار و اعمال سے قرآنی حدود کو توڑتے اور سوشلسٹوں سے تعلق خاطر اور گورباچوف سے عہد وفا کے رشتے جوڑتے رہے۔ ظاہر و باطن اور قول و عمل کا نقشہ کچھ یوں تھا۔۔

جفا کرتے بھی ہیں عذر جفا لائے بھی جاتے ہیں
لہو پیتے بھی جاتے ہیں قسم کھائے بھی جاتے ہیں
مزہ یہ ہے لئے بھی جا رہے ہیں جانب مقتل
تسلی بھی دیئے جاتے ہیں سمجھائے بھی جاتے ہیں

قومی رہنمائی کے دعوے داروں کی یہ روش ہرگز فلاح و ارتقاء کی روش نہیں بلکہ یہ غلط اور سراسر غلط راستہ ہے۔ کاش! گرنے سے پہلے آنکھیں کھل جائیں کہ وہ تباہی کے کس قدر عمیق و مہیب غار کی طرف رواں دواں ہیں۔۔۔

وقت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسان بنو
زندہ رہنے کے لئے اب تو مسلمان بنو

☆ ۸۸ء کا حالیہ الیکشن اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والی نئی حکومت جن نازک حالات میں زمام اقتدار سنبھال رہی ہے۔ ملک کی تاریخ میں اس سے قبل اس کی نظیر نہیں ملتی۔ روس کے بری بحری اور فضائی افواج کے سربراہوں کی دہلی میں بھارتی فوجی افسروں سے مشاورت، گورباچوف کا حالیہ دورہ بھارت، افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی اور انخلائی عمل کا تعطل، مستقبل کے خطرناک مگر غیر مبہم مضمرات ہیں جن کے تیور پڑھ کر مستقبل کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں، اب سوچا یہ جارہا ہے کہ اگر روس، بھارت اور اسرائیل اور دوسری پاکستان دشمن قوتیں اپنی کسی سازش کو بروئے کار لانا چاہیں تو انہیں اندرون ملک کس کس کی مدد حاصل ہوسکے گی؟ بھارتی را، روسی کے جی بی، افغان خاد، اسرائیلی موساد یا امریکی سی آئی اے اس قسم کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہزاروں تربیت یافتہ کارکنوں کا وسیع جال پہلے سے ملک میں پھیلا چکے ہیں۔ جن کے رابطے پولیس،

دفتر خارجہ ' وزارت دفاع ' اور دیگر محکموں میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ قوم کو مجموعی طور پر یہاں بھارت کے راجیو ' روس کے گورباچوف کابل کے نجیب اللہ اور اسرائیل کے شمعون کے چہیتوں کو پہچاننا اور بے نقاب کرنا ہوگا ——— اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ بین الاقوامی سازشوں کی تکمیل میں بنیادی کردار داخلی عناصر ادا کرتے ہیں ۔ سقوط اندلس ہو یا زوال بغداد ' خلافت عثمانیہ کی تباہی ہو یا مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ' سراج الدولہ کی شکست ہو یا ٹیپو سلطان کی ناکامی ' سقوط مشرقی پاکستان ہو یا افغانستان میں روسی فوجوں کی آمد ' ان میں کونسا واقعہ ہے جس میں بیرونی طاقتوں نے اپنے زر خرید مقامی ایجنٹوں کی مدد کے بغیر کوئی سازش مکمل کی ہو ؟ اگر اپنے غداری نہ کرتے تو آزادی فلسطین کا پختہ عزم رکھنے اور تیل کی دھار کو تلوار کی دھار سے زیادہ کاٹ دار ثابت کرنے والے فیصل کو امریکی اور اسرائیلی یہودی کس طرح اپنا نشانہ بناتے اور اتحاد ملت اسلامیہ کے نقیب ' دشمنان پاکستان وارض فلسطین افغانستان کے زبردست حامی اور وکیل صدر جنرل ضیاء الحق اور مجاہدین افغانستان کو فتح سے ہمکنار کرنے والی پاک فوج کے منتخب معاونین کی پوری ٹیم کو بہاولپور میں کیمیاوی گیس کے ذریعہ تاراج نہ کیا جاتا ۔

انتخابات کا مرحلہ آیا تو بین الاقوامی پریس (جس پر یہودی لابی کا تسلط ہے) اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ' امامیہ کونسل ' مرزائی ' آغاخانی اور لادین قوتیں سب کی سب ایک پارٹی کے گرد اس طرح گھومنے لگیں جس طرح سائیکل کے پہیہ میں ایکسل کی ساری تیلیاں اس سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں اور پہیہ اس کے سہارے گھومتا رہتا ہے ۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان میں دشمن قوتوں کے مسلط کردہ ایک فاشسٹ گروہ کے غلبہ اور اس کی اکثریت سے کامیابی کی راہ ہموار ہوگئی ہے ۔

نئی سیاسی قیادت خواہ وہ حزب اقتدار میں ہو یا حزب اختلاف میں ' سیاسی جماعتوں کے قائدین ہوں یا عام ورکر ' قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبر ہوں یا صوبائی حکومتیں اور صوبائی ' اسمبلیوں کے ممبر ' دینی جماعتوں کے رہنما ہوں یا عام مذہبی

پاکستان اسی کے نام پر بنا تھا یہاں اسی کا قانون چلے گا اسی کی بات مانی جائے گی۔ سیاست و معیشت سے لے کر پرائیویٹ زندگی تک ہر معاملے میں اسی کے احکام واجب الاطاعت ہوں گے۔ اگرچہ اس دوسرے گروہ میں بھی نسبتاً علماء کی تعداد کم ہے مگر نظریہ ومنشور، مستقبل کا لائحہ عمل اور اقتدار کی صورت میں نظام حکومت کے اولین اہداف وہی ہوں گے جن کی نشان دہی علماء نے کر دی ہے اور جس پر اتحادی پارٹیوں کے تمام رہنماؤں نے علماء حق کے ساتھ معاہدہ پر دستخط ثبت کر دئے ہیں۔

☆موجودہ حالات میں فریضہ منصبی کے احساس اور ملکی سیاست میں اسلامی کازکی اصولی بالادستی کے عظیم مقصد کے حصول کے پیش نظر جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ اور قائدین کی تجویز و تحریک پر حالیہ انتخابات میں ہم خیال سیاسی جماعتوں کے ساتھ باہمی تعاون اور انتخابی اتحاد کے پیش نظر اولاً جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ میں اس کے لئے بنیادی طور پر یہ اصول وضع کئے گئے۔

ملک میں اسلامی قانون کی مکمل بالادستی، قرآن وحدیث کی روشنی میں برابری کی بنیاد پر تمام طبقات کے لئے قابل قبول معاشی مواقع فراہم کرنا۔ جہاد افغانستان کی مکمل حمایت اور پشت پناہی۔ ایٹمی توانائی کے پروگرام کا فروغ اور ملک کی ترقی کے لئے اس کا پر امن استعمال غیر وابستہ خارجہ پالیسی (جس کے نتیجے میں فلسطینی اور کشمیری عوام کی جدوجہد کی مکمل حمایت اور تیسری دنیا کے ممالک سے مکمل تعاون) جنہیں مستقبل کے لائحہ عمل کے طور پر اختیار کرنے اور برسراقتدار آنے کی صورت میں اس پر کاربند رہنے کے لئے پاکستان مسلم لیگ سمیت ۸ سیاسی جماعتوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ جسے بعد میں اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہی اجلاس میں پیش کرکے معاہداتی تحفظ بھی حاصل کر لیا گیا جس کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد عمل میں آیا اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو اس کا نائب صدر

منتخب کرلیا گیا۔

بہر حال ایسے حالات میں جب کہ لڑائی اسلام اور لادینیت کی اور پاکستان کی سالمیت اور بقا اور تخریب وفنا کی ہے۔

کسی بھی باشعور مسلمان کے لئے غیر جانب دار رہنے کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس وقت تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ساری توانائیاں، اسلامی قوتوں کو مدد پہنچانے میں صرف کر دیں۔ اس موقع پر خاموش بیٹھنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسا کہ دشمن کو تقویت پہنچانا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
۔

الناس اذراوا الظالم فلم یا خذوا علی یدیہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب۔

اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل فرمائیں۔

سب دیکھ رہے ہیں اور کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ اباحیت پسندی، فسطائیت کیونزم کے فروغ اسلامی اقدار کی تحقیر اور نفاذ شریعت جیسے عظیم مقصد کے حصول میں ایک بڑی اور لادین قوت کھلے بندوں ظلم کر رہی ہے تو حدیث رسولؐ کی رو سے انتخابات میں سرگرم حصہ لے کر اس ظلم کو روکنا، ٹالنا اور کسی نہ کسی درجے میں مٹانا سب کا فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کی بجائے اس ظلم کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

☆بعض سادہ لوح اور خالص دیندار لوگوں میں ایک غلط فہمی یہ بھی پھیلائی جارہی ہے کہ موجودہ زمانہ کی سیاست مکر و فریب کا دوسرا نام ہے اس لئے شریف آدمی کو نہ تو سیاست میں حصہ لینا چاہئے اور نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہئے بلکہ ووٹ ڈالنے تک کے خرخشوں میں پڑنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

یہ غلط فہمی شرافت، سادہ لوحی یا جتنی بھی نیک نیتی سے پیدا ہوئی ہو، لیکن بہر صورت سراسر غلط اور قوم و ملت کے لئے ضرررساں! بلاشبہ ملکی سیاست

۴۰ سال سے خود غرض حکمرانوں ' لادین قوتوں اور مفاد پرست سیاست دانوں کے ہاتھوں سے گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے ۔ جب تک صاف ستھرے ' دیندار متقی اور پرہیزگار لوگ علماء حق کی راہ نمائی میں اسے پاک کرنے کے لئے آگے نہیں بڑھیں گے تو اس گندگی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا ۔ اور پھر ایک نہ ایک روز یہ نجاست ملک کے پارساوں کے گھروں تک بھی پہنچ جائے گی چنانچہ عقلمندی ' شرافت اور خالص دینی اور شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر

علماء حق انتخابات میں بطور امیدوار کے بھرپور حصہ لے رہے ہیں ۔ تاکہ سیاست کی اس گندگی کو دور دور سے برا کہنے کے بجائے سیاست کے میدان کو ان لوگوں کے ہاتھ سے چھین لیا جائے جو مسلسل اسے گندہ کر رہے ہیں ۔

ایسے حالات میں ووٹ ایک معمولی پرچی نہیں بلکہ یہ ایک بڑے انقلابی موڑ کا پیش خیمہ بن سکتا ہے ووٹ بلاشبہ ایک شہادت ہے لہٰذا ووٹ کو غلط استعمال کرنا یا محفوظ رکھنا بھی دینداری کا تقاضا نہیں بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ اگر شریف ' دین دار اور معتدل مزاج حضرات یکسو ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے یہ میدان شریروں ' فتنہ پردازوں اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں سونپ دیا ہے ۔ جس کی آخرت میں باز پرس ہوگی اور دنیا میں اس کی اجتماعی اور قومی وبال سے ملک اور قوم کو محفوظ نہیں رکھا جاسکتا ۔ (ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۸۸ء)

قیادت کے فرائض

انتخابات کے بعد

انتخابات ۸۸ء کا دور بھی اپنی ساری ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح گزر گیا۔ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے یہ چوتھے انتخابات ہیں جن میں عوام کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقعہ ملا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے پہلے انتخابات نے ملک کو شکست و ریخت اور شرمناک ہزیمت سے دو چار کر دیا اور قوم کی عزت نفس کو بری طرح مجروح کیا۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات نے عوام کو آزادانہ فیصلے کے حق سے محروم کرکے اپنا جعلی فیصلہ مسلّط کرنا چاہا اور تحریک نظام مصطفےٰ کی صورت میں ایک ایسا طوفانی رد عمل ابھارا جس نے فراڈ اور دھوکہ پر مبنی انتخابی نتائج کو آمریت کے منہ پر دے مارا اور آمر مطلق کو اقتدار کی مضبوط کرسی سے اٹھا کر پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچا دیا۔ فروری ۸۵ء میں منعقد ہونے والے انتخابات کو مارچ ۷۷ء کے ناتمام اور غیر موثر انتخابات کی جزوی تکمیل قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور اب بحمد اللہ ملک میں جمہوری اداروں کی تشکیل، منتخب حکومت کو اقتدار کی منتقلی اور سیاسی قیادت کے فقدان کے پیش نظر ملک کو درپیش بحران سے نکالنے کے لئے بالآخر ۱۲ اور ۱۹ نومبر کو عام انتخابات کے انعقاد کا مرحلہ بھی امن اور سلامتی کے ساتھ طے ہوگیا۔ حکومت بجاطور پر ان پر امن، آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانب دارانہ انتخابات پر فخر کرسکتی ہے جو التواء کی افواہوں، بعض عناصر کی طرف سے بائیکاٹ کی دھمکیوں، زیر زمین تخریبی سرگرمیوں، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی منفی پروپیگنڈہ مہم، اور مختلف نوعیت کے شکوک و شبہات کی دھند میں اس مہارت اور خوب صورتی سے منعقد کئے گئے کہ پوری دنیا ششدر رہ گئی اور

تنظیموں کے سربراہ ' سب کو ملک اور اس کے گرد و پیش کے حالات پر گہری نظر رکھنی چاہئے اور اگر توفیق ایزدی شامل حال ہو تو ارباب بصیرت برصغیر کی موجودہ سیاسی صورت حال کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ملکی سالمیت کے تحفظ اور نفاذ شریعت کے کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

☆ قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر مملکت پاکستان ملکی سرحدات اور بین الاقوامی سازشوں کے کچھ واضح خاکے ارباب بست وکشاد اور سیاسی قائدین کے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں مشتبہ قوتوں کی تلاش و نگرانی 'مجرموں کی نشان دہی ' قاتلوں کی نقاب دری ' اور ان کی مضبوط گرفت و تعزیر کا اہتمام کیا جاسکے ' تاکہ ملک کو ماضی کے کسی بھی سانحے کے مقابلہ میں مستقبل کے سب سے بڑے اور تباہ کن سانحہ سے محفوظ رکھا جاسکے۔

۱۔ روس اپنی ماضی کی فتوحات ' غلبہ اور سپر قوت ہونے کے باوجود ' جہاد افغانستان میں پاکستان کے برحق موقف اور جرات مندانہ کردار سے پوری دنیا میں بری طرح ذلیل اور رسوا ہوا اور سپر طاقت ہونے کی حیثیت سے وقار اور ساکھ تباہ ہوئی۔ اور اب وہ زخم چاٹتا ہوا شدید احساس شکست کے ساتھ افغانستان سے رخصت ہو رہا ہے۔

۲۔ اسرائیل اور شمعون کی سرپرستی و قیادت میں کام کرنے والی امریکی اور یہودی لابی جو پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی روکنے ' اقتصادی امداد بند کرانے ' کہوٹہ پلانٹ معائنہ کے لئے کھلوانے بلکہ اسے تباہ کرنے کی مسلسل سازش کرتی رہی اور کر رہی ہے اس کی ایجنٹ قوتیں ماسکو اور دہلی کے سرمایہ سے ملک میں انتخابی مہم چلاتی رہیں اور اب ایوان اقتدار میں اپنے ولی نعمت کی پالیسیوں کی تکمیل کے لئے جال ہمرنگ زمین بچھانے میں مصروف ہیں۔

۳۔ بھارت جو گذشتہ گیارہ سال تک دانت پیتا اور اپنے جارحانہ عزائم خاک میں ملتے دیکھتا رہا۔ پاکستان کے مقابلے میں دس گنا بڑا ملک ہونے کے باوجود

بین الاقوامی سطح پر اس کے سامنے بونا بچہ نظر آنے لگا اور پاکستانی قیادت کے سامنے راجیو جی کی حیثیت بالکل برخوردارانہ ہو کر رہ گئی تھی ۔

۴ ۔ پنجاب کا حالیہ سیلاب موسمی حالات کا نہیں بھارت کی سازش کا نتیجہ تھا ۔ بھارت پاکستان پر راجستھان کی طرف سے حملے کی تیاریاں کر رہا ہے اور جدید ترین اسلحہ کے ساتھ اپنی افواج کو پاکستان کی سرحدوں پر جمع کر رہا ہے بھارتی ماہرین نے ہمالیہ گلیشیر کو پگھلا کر اس موقع پر پنجاب کو غرق آب کرنے کی ریہرسل کی ہے اور اصل منصوبہ یہ ہے کہ جب سندھ پر راجستھان کی جانب سے حملہ کیا جائے تو ایک بار پھر اس سے زیادہ بڑے پیمانے پر پنجاب کو سیلاب کی آفت میں مبتلا کر دیا جائے تاکہ پنجاب سے افواج کی نقل و حرکت ممکن نہ رہے ۔

۵ ۔ پاکستان کی وہ لادین ' اشتراکی ' سوشلسٹ اور فاشسٹ قوتیں جو اس ملک کی نظریاتی اساس کو تبدیل کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتی رہیں جو علماء حق کی تحریک نفاذ شریعت ' پارلیمنٹ میں شریعت بل کے منظور کرانے کی مساعی ' اسلامی احکام و قوانین کو آئینی تحفظ دلانے کی کوششوں اور ان کی نظریاتی اور فکری قیادت سے سخت پریشان تھیں اور ان کا راستہ روکنے بلکہ ان سے نجات پانے کی مسلسل جدوجہد کرتی رہیں حالیہ انتخابات میں ایک مضبوط اور مؤثر قوت بن کر ابھری ہیں اور تاہنوز ان کے عزائم میں سرموفرق بھی ظاہر نہ ہو سکا ۔

۶ ۔ وہ تمام مذہبی اقلیتیں جو نفاذ شریعت ' غلبہ دین ' اخلاق اور شرافت ' خالص اسلامی نظام اور دین پسند قوتوں کی بالادستی نہیں چاہتیں ' مسلسل برسراقتدار آنے کی راہیں تلاش کرتی رہی ہیں ۔ مرزائیوں اور آغا خانیوں نے پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے ٹکٹ لے کر دبے پاؤں ایوان اقتدار کی طرف بڑھنے کی بھرپور کوششوں میں کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہیں ہونے دیا ۔

۷ ۔ سندھ ' سرحد اور بلوچستان میں وہ علیحدگی پسند علاقائی اور لسانی تنظیمیں جو قومی نقطہ نظر سے عاری اور محدود مفادات کی اسیر ہیں اور مختلف قومی اور

علاقائی نعرے لگا کر علیحدہ سیاسی وجود بلکہ بھارت سے الحاق روس کو در آنے کی دعوت ' سرخ انقلاب کے ترانے اور اپنے علیحدہ جداگانہ قومی تشخص کو ابھارنے اور وسیع تر قومی اور ملی وجود کو بکھیرنے کی راہ پر گامزن ہیں موجودہ حالات میں ان کی زیر زمین سرگرمیوں اور رابطوں و رشتوں سے اغماض ' چشم پوشی اور مصلحت کوشی قومی سالمیت اور ملکی مفاد میں ہرگز مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔

۸۔ بعض نا عاقبت اندیش سیاستدانوں کا رویہ اور طریق واردات بھی حد درجہ جارحانہ ہے جن کا کل سرمایہ علم و فضل اور اثاثہ شعور و بصیرت محض پرانی رٹی رٹائی باتوں کا دہرانا ' علماء اور دینی قوتوں اور اہل علم کی پگڑیاں اچھالنا اور دائیں بائیں یا پشت پر کھڑے ہوئے دشمنان دین و وطن کی سرگرمیوں سے یکسر غافل رہنا بلکہ ان کی راہ ہموار کرنا ہے۔

۹۔ یہودی لابی کا انتخابات کے دوران اور انتخابات کے بعد تاہنوز پروپیگنڈہ کا جو کردار سامنے آیا سب جانتے ہیں کہ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ اب کابل کے نجیب اللہ کی طرح یہاں بھی ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو بھارت ' روس اور اسرائیل کے مفادات اور یہودیوں کے عزائم کی تکمیل کا ذریعہ بن سکے۔

ایسے حالات میں اگر پارلیمنٹ میں نمائندہ دینی قوتوں ' پاکستان کے باشعور شہریوں اور وطن عزیز کے اصل محافظوں یعنی جمہور مسلمانوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں تو پھر وطن دشمن اور غیر ملکی ایجنٹ اپنی سازشوں میں کبھی بھی کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ اگر دینی جماعتوں اور ملک کے نظریاتی اساس پر یقین رکھنے والی سیاسی پارٹیوں کے ذمہ داروں نے بیداری ' سوجھ بوجھ ' باہمی اعتماد و اتحاد اور نفاذ شریعت کے عمل میں اخلاص کا مظاہرہ کیا تو ملک میں تخریب کاری کرنے والی قوتوں پر سرمایہ کاری کرنے والی بیرونی طاقتوں کا سارا کھیل بھی خاک میں مل جائے گا۔

☆ اس وقت ملک کی سیاسی قیادت کے سامنے پاکستان کی سالمیت و تحفظ ' اس کی بقا اور اس کی نظریاتی اساس کی حفاظت کے پیش نظر چھ بنیادی مسائل درپیش

ہیں ۔

(ا) ملک میں اسلامی قانون کی مکمل بالادستی (ب) بھارت کے جارحانہ عزائم سے اس کا دفاع (ج) بھارت کی بالادستی قبول کرنے سے انکار اور اپنی مساوی حیثیت برقرار رکھنے کی پوری جدوجہد (د) افغانستان کے راستے روسی جارحیت کا مکمل سدباب (ہ) اسرائیل و امریکہ کے یہودیوں کی سازش سے کہوٹہ کی ایٹمی تنصیبات کا تحفظ (و) اور غیر وابستہ خارجی پالیسی ۔

جن لوگوں نے پاکستان دشمن قوتوں کی سرپرستی ' حمایت ' سرمائے ' اسلحہ ' تنظیم و تربیت نیز تخریب کاری کے بل بوتے پر اپنی انتخابی مہم اور پارٹی سیاست چلائی ہو تو ایسوں کے ایوان اقتدار میں پہنچنے کی صورت میں ان سے پاکستان کے دفاع کی توقع عبث ہے ۔ ایسے خطرناک ہاتھوں کا باندھنا اور ان کے مذموم مقاصد و عزائم میں سد سکندری بن کر قومی مفادات اور ملکی سالمیت کے تحفظ کی جنگ لڑنا تمام مسلمانوں کا فرض ہے ۔ اسلام کی اساس پر قائم ہونے والی مملکت عزیز کو ' قرآن و سنت کی بالادستی اور نفاذ شریعت کے جاری عمل کو ' ایٹمی تنصیبات کے وجود کو ' افغانستان میں جاری جہاد کو ' اور سب سے بڑھ کر بھارت ' روس ' اسرائیل اور امریکی یہودیوں اور افغان کیمونسٹوں کے گماشتوں کے ہاتھوں اپنی آزادی ' اپنی عافیت اور ملکی سالمیت کو پاکستان کی نظریاتی اساس پر یقین رکھنے والے جمہور مسلمان ہی بچا سکتے ہیں ۔ خدا کرے کہ حالات کی اس قدر سنگینی اور نزاکت کی اہمیت کا سب کو احساس بھی ہو ۔

☆ گذشتہ انتخاب کی طرح اس مرتبہ بھی جمعیت علماء اسلام سمیت ملک بھر کی تمام دینی جماعتیں مجموعی طور پر قومی اسمبلی کی ۱۹ ' ۲۰ نشستوں سے زیادہ حاصل نہ کرسکیں جو ایک مضبوط جمہوری اور اکثریتی قوت بن کر پارلیمنٹ میں اکثریتی جماعت کا کردار نہیں ادا کرسکیں گی ------ اس سلسلہ میں بعض ذہنوں میں عجیب و غریب غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں اور بعض حلقوں میں نا امیدی اور مایوسی بھی محسوس

کی جارہی ہے ---------- ہم اسے تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں ' ہمدردوں اور اس کے بہی خواہوں اور خود اس ملک پر خدا تعالٰی کا بہت بڑا احسان سمجھتے ہیں کہ مادہ پرستی کے اس دور میں ' جب انسانوں کو حرص و ہوس ' علاقائی اور نسلی و لسانی تعصبات اور دنیوی اغراض نے بالکل اندھا کررکھا ہے ۔ کچھ لوگ اپنی کوتاہیوں کے باوجود اللہ کے دین کے سربلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے ہیں اور مقدس فرض کی بجاآوری کے لئے وقت اور مال اور اپنی جسمانی اور دماغی صلاحیتیں صرف کررہے ہیں ۔ حالاں کہ ان کے اپنے بھائی بندان کی آنکھوں کے سامنے جاہلیت کے نعرے لگانے اور مادی مفادات سمیٹنے میں مصروف ہیں ۔ جب اسلامی انقلاب اور غلبہ دین کا کام کرنے والی دینی قوتوں کا نصب العین وہی ہے جو اسلام کا ہے ان کا طریق کار بھی وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت نے اس کی ترویج کے لئے اختیار کیا ہے تو اس پر وہ جس قدر بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے کہ انہوں نے ایک ایسا مشن اپنے ذمہ لیا ہے جس کے لئے قادر مطلق نے انسانیت کے بہترین افراد کو منتخب فرمایا ۔ اس ایک حقیقت کے احساس ہی سے بارگاہ الٰہی میں جبینیں تشکر سے جھک جانی چاہیں ۔ کہ کہاں ہم جیسے عاصی اور گناہ گار بندے اور کہاں یہ عظیم اور مقدس کام ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

☆ یہ احساس اپنی جگہ درست اور صحیح ہے مگر یاد رہے کہ غلبہ اسلام اور نفاذ شریعت کی مہم ' متعدد اچھے کاموں سے محض ایک اچھا کام ' یا اچھے مقاصد میں سے محض ایک مقصد نہیں جیسا کہ عام مسلمانوں نے یہی سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ تو ایک مسلمان کی زندگی کی غایت الغایات ہے اور باقی سارے کام اسی ایک کام کے تابع ہیں ۔ معاشرتی اور خاندانی روابط ' معاشی جدوجہد ' سیاسی سرگرمیاں ' سیرت سازی اور اخلاقی تربیت کے مختلف پروگرام سب اسی ایک مقصد کے حصول کے ذرائع ہیں ۔ یہی ایک محبت اور یہی ایک آرزو ہو جو مسلمانوں کے دلوں کے اندر

جنون پیدا کر دے ۔ مسلمان دنیا کی ساری دلچسپیوں سے بے نیاز ہو کر ' سارے مفادات کو ٹھکرا کر اور ساری مخالفتوں اور مخاصمتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک ہی دھن میں لگے رہیں کہ

ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبوا الا ایاہ ذلک الدین القیم (یوسف ۔ ۴۰)

بادشاہی خداہی کی ہے اس کا ارشاد ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی ہے سیدھا سچا دین ۔

یہ نصب العین ہر لحاظ سے بڑا مقدس اور مبارک ہے مگر کام جس جوش اور ولولے ' جس یکسوئی اور انہماک ' جس اخلاص اور دلسوزی کا متقاضی ہے وہ ابھی تک چند مستثنیات کو چھوڑ کر عام افراد میں پیدا نہیں ہوسکا جو اس کام کی فکر کو دوسرے تمام افکار پر پوری طرح غالب کردیں ۔ کوئی تحریک محض مقدس آرزوؤں اور نیک تمناؤں سے تو آگے نہیں بڑھ سکتی اس کے لئے صبر و ثبات کے ساتھ محنت ' خلوص کے ساتھ مالی ایثار اور عزم و ہمت ' اور حکمت و دانائی کے ساتھ بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے ۔ سب کا یہ فرض ہے کہ وہ دین کے ساتھ اپنا تعلق خاطر زیادہ سے زیادہ بڑھائیں یہ ایک بنیادی فرض ہے جو مسلمان کی حیثیت سے سب پر عائد ہوتا ہے ۔ دینی فریضہ محض ووٹ دینے اور پارلیمنٹ میں علماء کو بھیجنے سے ادا نہیں ہوتا یہ ووٹ ڈالنا تو دینی محاذ پر متعدد کاموں اور ذمہ داریوں میں سے محض ایک کام اور ذمہ داری تھی دین کا تقاضا تو اس سے کہیں زیادہ ہے وہ تو ایک مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے ۔

قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت و انا اول المسلمین (انعام ۱۶۲ ' ۱۶۳)

آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری (ساری) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب) جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لئے ہیں کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلموں میں سے پہلا ہوں ۔

مقصد یہ ہے کہ انسان حیات مستعار کے جتنے لمحے بھی بسر کرے وہ سارے خدا کے دین کی خدمت اور اس کی چاکری کے لئے وقف ہوں اور موت اس مقدس فرض کی ادائیگی میں آئے ۔

اسلامی انقلاب صرف یہ نہیں کہ پارلیمنٹ میں زیادہ سے زیادہ اکثریت حاصل کرکے حکومت پر قبضہ کرلیا جائے بلکہ اسلامی انقلاب درحقیقت نام ہے اس مخلصانہ سعی اور جدوجہد کا ' جو اجتماعی زندگی میں عبدیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کی جاتی ہے ۔ جس طرح پٹرول کے بغیر گاڑی اپنے تمام آلات اور کل پرزے رکھنے کے باوجود ایک انچ بھی نہیں چل سکتی بالکل اسی طرح اپنی ذات ' اپنی خواہشات اور اپنی اپنی حیثیت کی اجتماعی زندگی میں غلبہ اسلام اور اللہ سے تعلق استوار کئے بغیر نفاذ شریعت کی تحریک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکے گی ۔ جب معاشرہ کا ہر فرد دل کی گہرائیوں میں عبودیت کے گہرے احساسات اور ترویج شریعت کے جذبات پالنا شروع کر دے تب وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو بھی اللہ کے ایک مخلص بندے کی حیثیت سے بھرپور طریقہ سے سرانجام دے سکے گا ۔ اور قلت تعداد کے باوجود

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (بقرہ ۲۴۹)

بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں ۔

کے قرآنی اور واقعاتی مظاہر اپنے سامنے پائے گا ۔ تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں کے کام اور مساعی کا مرکز و محور صرف خدا تعالیٰ اور اس کی رضا کے حصول کی کوشش اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر صادق و مصدوق کی دل و جان سے اتباع ہونا چاہیئے کہ یہی کامیابی کی شاہ کلید ہے ۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۸۰ء)

جمہوری حکومت

کار حکومت کا آغاز کس طرح کرے

اس میں شک نہیں کہ پاکستان کے غیور مسلمانوں نے اپنی دینی بصیرت ' اور پختہ سیاسی شعور کا ثبوت دیتے ہوئے انتخاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کا بھرپور ساتھ دیا مگر ان کے پیش نظر صرف جبر و استبداد ' جمہوری آمریت ' عورت کی حکمرانی ' ظلم و تشدد ' مغربی آزادی ' عریانی و فحاشی اور اباحیت کی علمبردار حکومت کے طوق غلامی سے گلو خلاصی نہیں تھی بلکہ وہ ۸۸ء کے انتخابات میں اپنی قبیح غلطی کا زبردست ازالہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ مملکت عزیز پاکستان کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل اور ملکی سالمیت کا استحکام صرف شریعت اسلامیہ کی ترویج اور اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ نظام حیات کے نفاذ میں ہے ۔ اسی عنوان نے اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل اور اسی جذبہ نے سابقہ حکومت کے خلاف ایک موثر اور انقلابی تحریک کی شکل اختیار کی ۔ اسی مشن کی تکمیل کی خاطر اہل ایمان نے زبردست ایثار ' بے مثال قربانی اور جرات مندانہ حوصلے اور پختہ سیاسی شعور کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثالیں برصغیر کی تاریخ میں کم ملتی ہیں ۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی قیادت اور نئی حکومت کو نیا انقلاب اور اقتدار مبارک ہو ۔ مگر قوم اپنی لیلائے مقصود سے ابھی ہم کنار نہیں ہوئی ۔ اگر اب بھی ارباب اقتدار سابقہ حکومتوں کی طرح نفاذ شریعت ' ترویج اسلام اور شریعت بل کی منظوری و اجراء سے پہلو تہی کرکے منافقت اور مداہنت کی راہ پر گامزن ہوئے تو اسے کسی طرح بھی نہ عقلمندی سے تعبیر کیا جاسکے گا ' اور نہ کوئی ہوشمند اسے ملک و ملت سے وفاداری و خیر خواہی اور نظریاتی اساس کی پاسداری قرار دے سکے گا ۔ ایسا کرنا بلاشبہ قوم کے سیاسی و دینی شعور ' حسن ظن

، اعتماد و محبت اور بے مثال قربانیوں کا منہ چڑانا ہوگا ۔ تاریخ ایسے لوگوں کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی ۔ اس وطیرہ کے لوگ ہمیشہ سے تاریخ کے صفحات میں " قومی مجرم " اور " خدائی باغیوں " کے سیاہ باب میں قابل نفرین جگہ پاتے ہیں ۔

ہمیں مسرت ہے کہ مدتوں کے بعد ایک اخلاقی اور دینی فضا بنی ہے ۔ ایک ماحول ایک جذبہ اور ایک ولولہ اسلامی نظام حیات کے لئے پیدا ہوگیا ہے ۔ مگر بدقسمتی قوم کی ! کہ نیرنگئ تقدیر سے اس پر موجودہ حالات میں بھی بعض مفاد پرست قوتیں تاخیر و تعویق کے گہرے پردے ڈال دینے کی مذموم سعی میں مصروف ہیں ۔

ہمارے موجودہ صدر جناب غلام اسحٰق خان کی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے طویل تقریر ، اپنے انداز خطابت ، اصول و قواعد کی اہمیت ، نظریاتی اساس سے مطابقت ، خارجہ پالیسی کے اعتدال اود ملکی سالمیت ، قومی امنگوں سے بھرپور اور ملی جذبات کی جس قدر بھی آئینہ دار ہو اس کی جامعیت اور بروقت انتباہ کے اقرار، اعتراف کے ساتھ ہم یہ بھی گذارش کریں گے کہ ان کے دل میں اگر واقعہ ملکی سالمیت کے تحفظ کا جذبہ اور اسلام کی طلب اور تڑپ ہے تو انہیں خطیبانہ وعظ و تلقین سے بڑھ کر ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھ کر عملاً اسلام کے اجراء اور تنفیذ کو اولین اہمیت دینی چاہئے جب کہ موجودہ حیثیت میں وہ اس سلسلہ میں موثر اور کامیاب کردار ادا کرسکتے ہیں ۔

نو منتخب وزیراعظم جناب محمد نواز شریف کی اولین نشری تقریر اور خوش آئند وعدے قابل قدر ہوں مگر نئی حکومت کو بھی اپنی کارکردگی محض سنہری تخیلات اور " خوش آئند وعدوں " تک محدود نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان کو عملی جامہ پہنانے کی صورتیں نکالنی چاہئیں ۔

بلکہ نئی حکومت کو تو اپنی کارکردگی کا آغاز شریعت بل کی منظوری کے مبارک فیصلے سے کرنا چاہئے ۔ جس کی منظوری ایوان بالا پہلے سے دے چکا ہے اور آل

پارٹیز شریعت کانفرنس میں مسلم لیگ سمیت ملک کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی اور دینی جماعتیں بھرپور حمایت کا اعلان کر چکی ہیں - اور اگر حقیقی تجزیہ کیا جائے تو شریعت بل ہی سابقہ حکومت کے جبرو استبداد کے ایوان میں آخری کیل ثابت ہوا - اگر حکومت شریعت بل کی منظوری کا فیصلہ کرلیتی ہے تو اس حسن آغاز سے حکومت کے اخلاص پر لوگوں کا اعتماد مستحکم ہوگا - اور نفاذ اسلام کے آئندہ مراحل میں اسے اللہ کی تائید و نصرت اور عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہوگی -

قوم کی آس ' خدا نہ کرے کہ یاس میں بدل جائے اگر نئی حکومت بھی نفاذ شریعت اور ملکی استحکام کے اہم ترین اہداف کو صرف عہد و پیمان کی تجدید تک محدود کر دے تو اس ملک میں اسلام کےعملی نفاذ کی صورتیں آخر کب پیدا ہوں گی ؟

لوگ بہت جلد خوشگوار تبدیلیاں دیکھنا چاہتے ہیں انہیں اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں صرف وعظ و تبلیغ اور عہد و پیمان سے نہیں اس کے اجراء و تنفیذ اور عملی پیش رفت سے دلچسپی ہے - صدر اور وزیر اعظم کی جانب سے ملک کا معاشی اور اقتصادی بحران جو عوام کے اضطراب اور بے چینیوں کا ایک بنیادی اوراہم سبب ہے لوگ منتظر ہیں کہ اس پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے ؟

ہماری دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ نئی حکومت کو ملک و ملت کی بہترین خدمت ا ملک کے استحکام ' اسلام کے نفاذ و اجراء ' خرابیوں کی اصلاح کی خاص الخاص توفیقات عطا فرما دے - اس مرحلہ پر اعلائے کلمتہ اللہ کا دور دورہ ' غلبہ اور شریعت غراء کے نفاذ کے آرزو مند تمام اہل وطن ' علماء و مشائخ ' اہل علم ' ارباب فکر و دانش ' سیاسی زعماء قومی ترقی اور ملکی سالمیت و استحکام کے تمام بہی خواہوں کا فرض ہے کہ وہ اللہ کے حضور گڑگڑا کر شریعت مطہرہ کے نفاذ کی دعائیں کریں - اس وقت ملک کے اندر اور باہر فتنوں کے طوفان اٹھ رہے ہیں کچھ بدنصیب ایسے بھی ہیں کہ پہلے ہی قدم میں اسلامی جمہوری اتحاد کے مقاصد سے غداری کی سوچ رہے ہیں کچھ لوگ اپنے بیرونی ولی نعمت کے اشاروں پر اپنی بصیرت و بصارت بلکہ

دینی نقطہ نظر سے فکر و عمل کے تمام تقاضوں کو طاق نسیاں پر رکھ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں ۔ ملک کی دینی جماعتوں بالخصوص تحریک نفاذ شریعت کے قائدین کو ملک کے موجودہ گھمبیر اور نازک حالات میں حزم و احتیاط ' تدبر و فراست سے قدم اٹھانا چاہئے ۔ کسی قوم کی غفلت ' تساہل اور تسامح بلکہ ایک لمحہ کی لغزش بھی منزل مقصود یعنی نظام اسلام اور جادہ شریعت کی مسافت کو صدیوں تک طوالت دے سکتی ہے ------

یک لحظہ غافل بودہ ام
صد سالہ راہم دور شد

قصاص دیت آرڈیننس اور کچھ لوگوں کا احتجاج

بات تو اتنی تھی کہ عدالت عظمیٰ کی ہدایت پر صدر مملکت جناب غلام اسحٰق خان نے اسلام کے شرعی احکام کا ایک مختصر باب " قصاص ودیت آرڈیننس " کے نام سے جاری کر دیا ۔ شریعت مطہرہ کے نفاذ اور نئی حکومت کے لیے کام کرنے کی ترجیحات کے تعین میں ہر لحاظ سے یہ ایک مبارک پیش رفت ہے جس کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے ۔ مگر آرڈیننس سے عاقلہ والے حصے کو نکال دینا اور اسلامی نظریاتی کونسل کے علم و مشورے کے بغیر ان کے تیار کردہ مسودہ قانون میں کتربیونت یا ترمیم و اضافہ کسی بھی لحاظ سے مستحسن نہیں اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے ۔ اور حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وزارت قانون کے جن ظالم ہاتھوں نے خدا اور رسولؐ کے قانون اور اسلام کے ساتھ تضحیک و استہزاء کے حالات پیدا کرکے سنگین ملی اور قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ ہاتھ کاٹ دئے جائیں ۔ اور ان مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی بھی بدباطن کو اس کی جرات نہ ہوسکے ۔

تاہم اس کی یہ قیمت ' کہ پورے ملک میں ٹرانسپورٹ بند کر دی جائے ' ملکی نظم و نسق اور کاروبار معطل ہو جائے اور ٹھیک اس وقت جب نئی حکومت کو ملک میں کام کرنے کی ترجیحات کا تعین کرنا ہے ۔ کچھ اہل وطن ملک کو پھر سے دناء ت ' فکری ٹیڑھے پن ' نظریاتی دشمنی و بے ضمیری ' سیاسی عہد شکنی اور اسلام دشمنی میں آگے بڑھانے میں کسی بھی مذموم اقدام کے کرگذرنے سے دریغ نہ کریں حد درجہ قابل مذمت اور پس منظر میں کسی بڑے ہاتھ کی کارستانی معلوم ہوتی ہے ۔

اس فتنہ انگیزی کا ایک علاج تو وہی ہے جو عموماً ہمارے حکمرانوں کا وطیرہ اور ہر حکومت کی پالیسی رہا ہے کہ " مغربی ڈپلومیسی " کے اصول پر عمل کیا جائے ۔ کبھی مسئلہ کمیشنوں اور کمیٹیوں میں الجھایا جائے کبھی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول (بدترین بے اصولی) کو اپنایا جائے ۔ اور کبھی جبر و استبداء سے مسئلے کو دبایا یا حل کیا جائے ۔ لیکن ہر صاحب عقل و فہم تاریخ کے صفحات ہی سے نہیں اپنے گردوپیش کی دنیا اور اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکتا ہے کہ یہ تمام طریقے نہ تو مسائل کو سلجھا سکتے ہیں اور نہ ہی یہ دیرپا نتائج کے حامل ہیں ——— ان طریقوں سے ملی انتشار میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے ۔ قوم کی صلاحیتیں منفی کاموں میں لگ جاتی ہیں استحصال پسند طبقات کے اعمال اور ان کی سرگرمیاں قوم کے اس طرح جو کام مسلمانوں کے وجود ملی اور ان کے دین اور ان کی مملکت کے ازلی دشمن کرنا چاہتے ہوں وہ یہ کام خود اپنے ہاتھوں سے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں لگ جائیں تو یہ صورت بدبختی کی خطرناک علامت ہے ۔

ان طریقوں کے بالمقابل ' ایک اور بھی نظریہ ' ان مسائل کے حل کرنے کا ہے یہ وہ نظریہ اور طریق فکر و عمل ہے جو مختلف نسلوں ' جماعتوں ' حکومت و رعایا اور طبقات میں منقسم انسانوں کو ' ایک ایسے رشتہ اتحاد میں منسلک کرتا ہے جو نہ صرف یہ کہ ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس کی امتیازی صفت یہ ہے کہ انسانی قافلہ جب تک اس طریق فکر و عمل پر چلتا رہتا ہے اس کے مابین ' اتحاد ' اعتماد ' باہمی تعلق

اور قومی معاملات میں معاونت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی ہے ۔

اس کا واحد حل یہ ہے کہ ارکان حکومت سمیت ملک کے تمام افراد (جب حکومت نفاذ شریعت میں مخلص ہو) ترویج شریعت اور تنفیذ احکام اسلامی کے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے بنیان مرصوص بن جائیں ملک کے تمام مسلمان اپنے فروعی اختلافات کو یکسر نظر انداز کرکے اسلام اور خالص نفاذ اسلام کی بنیاد پر ایک جسم و جان کی صورت اختیار کرلیں ۔ خدا و رسولؐ کے احکام میں کسی دباؤ ' کسی جلسہ و جلوس اور کسی بھی دھونس دھمکی اور ہڑتال کی پرواہ کئے بغیر ٹھوس ' مستحکم اور غیر متزلزل موقف اختیار کریں تو کسی بھی مرحلے میں ناکامی یا ندامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

قصاص و دیت آرڈیننس اور ملک گیر کامیاب ہڑتال کے تناظر میں غور فرمائیے ' اپنی قوم اور مملکت کی بدبختی پر ' کہ جو چیز (احکام شریعت کی تنفیذ و اطاعت) عقل و دانش اور معرفت و ایمان خیزی کا ذریعہ تھی اور جسے رؤف و رحیم آقا نے علم و بصیرت اور ایمان و یقین سے آراستہ افراد کا امتیازی وصف قرار دیا تھا جہالت و عصبیت ' معصیت و بغاوت 'استنکاف و استکبار اور اس کے مآل و انجام کو نظر انداز کرکے وقتی اور عاجلانہ مقاصد ' سطحی اور ادنیٰ مفادات و خواہشات نے خاکم بدہن ایک آرڈیننس کو جو ابھی ناتمام ہے اور جسے ابھی تک قومی اسمبلی سے قانونی تحفظ بھی حاصل نہیں ہوا فتنے اور فساد کا ذریعہ بنالیا اور یوں یہ انسان جسے " احسن تقویم " سے نوازا گیا تھا خود کو اسفل السافلین کے قعر مذلت میں دھکیلنے پر رضا مند ہوگیا ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ۔

بہرحال اسلامی قوانین ' خدا و رسولؐ کے قوانین ہیں ان کی تضحیک و استہزاء اور مخالفت ' اپنے دین و ایمان کا خسران ہے ۔ امید ہے کہ حکومت سمیت تمام ذمہ دارانِ قوم آئندہ ایسے مواقع مہیا نہ ہونے دیں گے ۔ جس سے اسلامائزیشن اور نفاذ شریعت کی پیش رفت کو نقصان پہنچے ۔ (ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۹۰ء)

فسطائیت کی سیاست

جمہوریت کے قیام اور نئی حکومت کے استحکام کی خشت اول میں ارباب اقتدار نے بلوچستان کے عوام کے فیصلے کو ایک سازش سے ٹھکرا دینے کا اہانت آمیز اقدام کرتے ہوئے بلوچستان اسمبلی کو توڑ دیا جمہوری روایات کے اعتبار سے یہ سانحہ حد درجہ نامناسب اور المناک حادثہ ہے اور پھر اس لحاظ سے تو حد درجہ گھٹیا ' سوقیانہ اور قابل ہزار مذمت ہے کہ وہاں پر علماء کی ایک موثر قوت موجود تھی اور اچھے اور دینی ماحول اور اسلامی انقلاب کے اثرات متوقع تھے جو کام باپ نے بلوچستان میں حصول اقتدار کے ۱۳ ماہ بعد کیا تھا وہ بیٹی نے ۱۳ دن میں انجام دے ڈالا ------ دنیا اس پر ہزار حیرت و استعجاب کا اظہار کرے ہمارے نزدیک یہ کوئی غیر متوقع امر نہیں تھا پیپلز پارٹی ' اپنی ہیئت ' اصل مزاج ' اور اپنے عمل و کردار کے لحاظ سے موروثی قیادت ' آمریت اور فسطائیت کی روایات اور نامزدگی کے اصولوں پر چلنے والی ایک غیر جمہوری جماعت ہے جسے جمہوریت کی امید کی کرن ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا ۔

برسر اقتدار آنے کی صلاحیت اور جمہوریت قائم رکھنے کی اہلیت دو مختلف چیزیں ہیں جنہیں آپس میں گڈمڈ نہیں کیا جانا چاہئے ۔ ہم نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ پارٹی برسر اقتدار آئے گی تو جمہوریت نہیں فسطائیت لائے گی چنانچہ عملاً برسر اقتدار آتے ہی بلوچستان اسمبلی توڑ کر جمہوریت کا ستیاناس کرکے جمہوریت کے پرستاروں کو بری طرح مایوس کر دیا ۔

کاروان علماء حق وارثان علوم نبوت اور قافلہ شاہ ولی اللہ کے کارکن اور حضرت شیخ الہند کے مشن کے علمبردار قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی رہنمائی اور سرپرستی میں مسلسل یہی جنگ لڑتے رہے کہ لادین قوتوں سے اتحاد اور پیپلزپارٹی کے ساتھ رفاقت میں مسلمانوں کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجہ

میں بحالی جمہوریت یا انقلاب کے نقد ثمرات دینی قوتوں کی جھولی میں آنے کے بجائے پیپلزپارٹی بلکہ بے نظیر کے اقتدار کی صورت میں گر جائیں گے ۔ ہم نے گذشتہ دور میں دیکھا اور اب بھی سب دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کی تمام تر سیاسی پارٹیاں ' سیاست برائے سیاست میں الجھی ہوئی ہیں ان کی ساری سیاست خالصتاً سیاست دانوں کے اپنے مسائل ' ذاتی مفادات ' جاہ و منصب اور مقاصد تک محدود ہوتی ہے ع ۔ یہاں سب اپنے اپنے پیرہن کی بات کرتے ہیں ۔ چنانچہ قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اول روز سے واضح طور پر پوری قوم کے سامنے اپنے اس موقف کا اظہار کر دیا تھا کہ ۷۷ء کے مارشل لاء کے بعد پیپلزپارٹی کا اصل مسئلہ خود کو ایک عظیم سیاسی قوت کے طور پر از سر نو زندہ کرنا ' اپنے گھناؤنے ماضی ' اپنے بدترین نظریاتی ' پارٹی منشور سے انحراف ' بنیادی حقوق کی تاراجی ' عدلیہ کی بے اختیاری ' طلبہ پر مظالم ' سیاسی کارکنوں پر تشدد ' مزدوروں اور مظلوموں کے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کرنے ' اخبارات پر پابندیاں ' علماء کی توہین ' مساجد کی بے حرمتی ' دینی مدارس میں شراب کی بوتلیں انڈیلوانے ' دینی اقدار اور اسلامی تعلیمات سے استہزاء ' بے پردگی اور فحاشی کے فروغ اور اس نوع کے سنگین جرائم کو عوام کے ذہنوں سے محو کرنے ' فسطائیت اور آمریت کے مکروہ چہرے پر جمہوریت پسندی کا روغن چڑہانے اور سب کو پیچھے دھکیل کر یا اپنا معاون اور وکیل صفائی بنا کر حزب اختلاف کی واحد جماعت کے طور پر خود کو ابھارنا تھا ۔ جب لادین مغربی جمہوریت کے چیمپئن سیاستدان اور ان کے رفقاء یہ کارنامہ انجام دے چکے تو حصول اقتدار کی تکمیل آرزو کے قریب ترین امکانی مرحلے میں پیپلزپارٹی نے سب کو استعمال شدہ کارتوس کے خول کی طرح دور پھینک دیا ۔ اور اب بلوچستان اسمبلی میں ایک بھرپور علمی اور دینی قوت کو تاراج کرنے سے اس کا اصل چہرہ مزید نکھر کے بے نقاب ہوگیا ہے اور آج حرف بہ حرف ہمارے درست موقف کی تصدیق ہوگئی ہے ۔

ساڑھے سات سال تک لادین قوتوں کے اتحاد کی تشکیل اور تحلیل کے مراحل اور اب بلوچستان میں جمہوریت کے قتل سے جو بنیادی حقیقت ابھر کے سامنے آئی ہے اس سے لادینیت کے اتحاد میں مرکزی کردار ادا کرنے والے سیاستدانوں کی بصیرت و بصارت ' سوجھ بوجھ ' اور ان کی فکر و فراست کا معیار و مقام اور پیپلزپارٹی کی اصل شناخت بھی بحال ہوگئی ہے اپنے دور اقتدار سمیت گذشتہ گیارہ سال سے اس نے اپنی فسطائیت ' آمریت اور تخریب کاری کے مکروہ چہرہ پر جمہوریت پسندی کی جو خوشنما اور فریب کارانہ نقاب چڑھا رکھی تھی ' بلوچستان اسمبلی توڑنے سے وہ نقاب بھی اتر گئی ——— تحریک بحالئی جمہوریت کے پر فریب نام سے تحریک بحالی آمریت کی جو مہم چلائی جا رہی تھی اس کے حقیقی محرکات اب ان تمام سیاستدانوں پر بھی منکشف ہو رہے ہیں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اس کے غلبہ و فروغ کا زینہ بن چکے تھے ۔ اور جسے ہم مسلسل الحق کے ادارتی صفحات میں اور ملکی سیاست کے پلیٹ فارم سے ببانگ دہل ظاہر کرتے آئے ہیں ۔ وہ تمام دانشور جنہوں نے پیپلزپارٹی کو وفاق کے تحفظ کی آخری امید اور بقائے جمہوریت کی واحد علامت باور کرانے کی مساعی نامشکور فرمائی تھیں اب بے چارے پینترے بدلنے میں مصروف ہیں ۔

اہل علم و ارباب بصیرت تو روز اول سے دو اور دو چار کی طرح اس حقیقت کو سمجھ پائے تھے اور مسلسل سمجھاتے چلے آئے تھے کہ ماسکو کے ملحدوں ' اسرائیل اور یہودیوں اور بھارت کے ہندوؤں کی مشترکہ میراث اور ان کی امیدوں کے مراکز سے قوم و ملت بالخصوص دینی اور مذہبی خیر خواہی کی توقع نجاست کے مزبلہ پر عطر کی خوشبو تلاش کرنا ہے اور یہ حقیقت کسی بڑی مقدارِ عقل کے بغیر بھی واضح ہو جاتی ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ پیپلزپارٹی کی فسطائیت کو جمہوریت کا لبادہ اوڑھانے ' اسے وفاق کے تحفظ کی آخری امید باور کرانے اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوششوں میں جو سیاسی رہنما عمدًا ' یا قلت علم و شعور کی وجہ سے عوام

کو گمراہ کر رہے تھے اور مبتلائے گناہ تھے اب ان سب کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں اور خدا کرے کہ آئندہ بھی کھلی رہیں -

اب بھی موجودہ حالات میں ہمارا ٹھوس موقف یہی ہے کہ پیپلزپارٹی حزب اختلاف کو باہم ناچاقی ' اختلاف اور انتشار میں ڈال کر سب کو تنکا تنکا کرکے ون پارٹی آمریت قائم کرے گی - اور اس طرح سوشلزم ' دہریت ' لادینیت ' مرزائیت اور شیعیت کے غلبہ اور ترویج کا ذریعہ بنے گی -

نیز اپنے مخصوص مزاج کے پیش نظر سودا بازی کرکے آٹھویں ترمیم کے مکمل خاتمے کی صورت میں بعض اہم اصلاحات مثلاً قرار داد مقاصد کی موثر حیثیت ' شرعی عدالتیں ' نفاذ شریعت آرڈیننس ' امتناع قادیانیت آرڈیننس حدود آرڈیننس کے توازن کی تنسیخ کا بدترین اقدام کرگزرنے میں کوئی باک نہیں محسوس کرے گی - لہٰذا حزب اختلاف کے تمام رہنماؤں سے ہماری یہی گذارش ہے کہ خدارا ! حزب اختلاف میں رہ کر مضبوط موقف اور ناقابل شکست وحدت کا مظاہرہ کیجئے - مداہنت سیاسی اور گروہی تعصب ' ذاتی مفادات اور مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر قومی ' ملی اور ملکی سطح کے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیجئے - کہ ملکی سلامتی ' قومی یکجہتی اور آپ کی رہنمائی و قیادت کے بھی یہی تقاضے ہیں اور مومن کی تو شان بھی یہی ہے کہ وہ ایک سوارخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا ------

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

(ماہنامہ الحق جنوری ۱۹۸۹ء)

جمہوری حکومت کا پہلا تحفہ ' سزا یافتہ مجرموں عالمی ڈاکوؤں اور قاتلوں کی جان بخشی

لادین مغربی جمہوریت درحقیقت فسطائیت اور ون پارٹی آمریت کا سب سے

پہلا تحفہ اور قوم کے لئے اصلاحی اور بہترین معاشرتی سوغات بین الاقوامی سطح کے بدنام مجرموں ' کراچی سے پان ایم کا طیارہ اغوا کرنے والے پانچ فلسطینیوں ' ہتھوڑا گروپ سے تعلق رکھنے والے سفاک قاتلوں ' اور کشمیری بازار میں بم کا خوفناک دھماکہ کرنے والے دہشت گردوں اور ٦٠ ' افراد کے قاتل بدنام ڈاکو محمد خان اور دیگر کئی ایک مشہور زمانہ اور انسانیت سوز مجرموں کو سزاؤں کی معافی کا اعلان عام ہے اس سلسلہ کی تفصیلات اخبارات میں آگئی ہیں - کیسے کیسے ہولناک دہشت گرد ' وحشی قاتل ' بدنام اور سفاک ڈاکو اور جنسی جنونی قاتل اپنے بدترین مجرمانہ کردار کی عبرتناک سزاوں سے بچ گئے ہیں - نیز سزا یافتہ مفرور مجرموں کی واپسی کے لئے ملک کے دروازے کھول دئے گئے - علاوہ ازیں رمضان المبارک ١٤٠٥ھ کو جن قادیانی غنڈوں نے عین صبح کی نماز باجماعت میں سکھر کی تاریخی مسجد منزل گاہ پر بم پھینکے تھے جس سے متعدد نمازی شہید اور زخمی ہوئے اور جو اس وحشت ناک جرم کی سزا میں موت کے منتظر تھے ان کی بھی اور ساہیوال میں غنڈہ گردی اور جارحیت کے مرتکب دوسرے دو قادیانیوں کی بھی معافی کر دی گئی - تو کیا یہ خونِ شہدا سے غداری اور ان کے وارثوں اور یتیم بچوں پر بدترین ظلم نہیں ' ہم اسے حکومت کے مستقبل کے لئے فال بدترین سمجھتے ہیں کہ وہ آغاز حکومت کے پہلے اقدام میں بدترین مجرموں ' مشہور زمانہ ڈاکوؤں اور قادیانی قاتلوں کا تحفظ کرے اور اس قسم کے خالص مذہبی نوعیت کے معاملات میں مداخلت خود حکومت کے لئے بھڑوں کے چھتے سے چھیڑنے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتی ہے -

حیرت ہے کہ اس قدر خونخوار اور انسانیت دشمن لوگ کس بنیاد پر جاں بخشی کا حق رکھتے ہیں ؟ کیا ان وحشی قاتلوں نے باہر آکر مشغلہ قتل و غارت گری سے باز رہنے کی ضمانت دے دی ہے ؟ اور کیا وہ لوگ کسی بھی ہمدردی اور انصاف کے مستحق نہیں ہیں جو ان وحشی قاتلوں کے ہاتھوں خاک و خون کے اندر تڑپادئے گئے ' سہاگ لٹوا دئے گئے ' بچے یتیم کر دئے گئے اور بے گناہ شہری نقدجان سے

محروم کر دئے گئے ؟

بہرحال حکومت کے اس اقدام اور ہر لحاظ سے ناروا فیصلے سے عدل و انصاف کے تقاضے اور عدالت کی آزادی بری طرح مجروح ہوئی ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے ۔ حکومت کے اس اقدام نے قانون کے باغیوں کے حوصلے بڑھا دئے اور قانون پسند شہریوں کو مایوس کر دیا ہے اور یہ تو ابھی آغاز ہے ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ------

ہمیں تو رنگ گلشن دیکھ کر افسوس ہوتا ہے
سحر ہی کا یہ عالم ہے تو وقت شام کیا ہوگا

(ماہنامہ الحق جنوری ۱۹۸۵ء)

فسطائی سیاست کا بدترین انجام

فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العلمین

بالآخر ۶ ۔ اگست ۱۹۹۰ء کو محترمہ بے نظیر کی غیر فطری ' غیر شرعی حکومت اور پیپلزپارٹی کی مونث حکمرانی کے دوسرے تاریک ترین دور (جس نے پاکستان کی تاریخ میں بدعنوانی اور لوٹ کھسوٹ کے ریکارڈ توڑ دیئے) کا بھی خاتمہ ہوگیا اور قوم کو ایک بار پھر اندھیرنگری اور چوپٹ راج سے نجات مل گئی ۔**والحمد للہ علی ذلک**

صدر پاکستان جناب غلام اسحٰق خان نے اس موقع پر قوم کے نام اپنے مفصل خطاب میں سابقہ حکومت کی کرتوتوں ' وزیراعظم کی نا اہلیت اور اس کے سبب ملکی ' قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر مملکت کی ذلت اور عالمی رسوائیوں کے جن عبرتناک مناظر کی طرف اشارات کیے ' اب ان کے اعادہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور نہ فرصت ! صدر کے بیان کردہ شرمناک الزامات سے لبریز اور ٹھوس شواہد و نظائر سے مزین سیاہ نامۂ اعمال ' سنگین اخلاقی ' مالی ' سیاسی اور دستوری جرائم کے ارتکاب پر مبنی سرکاری دستاویز کسی عام سرمایہ دار ' صنعت کار ' وڈیرے یا سمگلر کی نہیں بلکہ ایک ایسی پارٹی کی سربراہ کا کردار تھا جو ملک میں سماجی عدل و مساوات اور غربت و امتیازات کے خاتمے کی علمبردار تھی اور جس کی سیاست کا سارا دارومدار محروم اور استحصال زدہ طبقات کے حالات کو بہتر بنانے اور انہیں ان کے حقوق دلوانے کے بلند بانگ نعروں پر تھا ۔

ہمارے نزدیک نبی صادق و مصدوق امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کی ایک اور قطعی اور عملی شہادت مہیا ہوگئی کہ عورت ہرگز حکمرانی کی اہل نہیں اور جس قوم نے بھی اقتدار عورت کو سونپا وہ کبھی بھی فلاح

نہیں پا سکتی۔

ایوان بالا سینٹ سے شریعت بل کے منظور ہونے کے بعد اقتدار کے آخری ایام میں سابق وزیراعظم سمیت کابینہ کے تمام ارکان ' پیپلزپارٹی کی مرکزی قیادت اور وفاقی حکومت کی تمامتر مشینری ہاتھ دھوکر اور لنگوٹ کس کر شریعت بل کی مخالفت اور مزاحمت اور اس کو ہر حال میں ناکام بنانے کے لئے جس طرح میدان میں کود آئی ' قرآنی نظام ' خدائی احکام ' قطعی نصوص اور اسلامی ہدایات کے خلاف جس طرح کا تضحیک و استہزاء اور مذاق و تمسخر اختیار کیا ' علماء حق کے خلاف اوچھی اور بازاری زبان استعمال کی ۔ خود سابق وزیراعظم نے قرآنی حدود اور احکام کو نامناسب ظالمانہ اور وحشیانہ نظام قرار دیا تو اس کے پیش نظر ہمارا یقین تھا کہ چیونٹی نے پہاڑ سے ٹکرانے اور اپنا سر پھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔

چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے وقت ضائع کیئے بغیر قلیل ترین مدت میں ملک بھر کی سیاسی ' مذہبی اور دینی تنظیموں سے رابطہ قائم کرکے آل پارٹیز شریعت کانفرس کا انعقاد کیا اور قوم کو جبر و استبداد اور تشدد و استحصال کے خاتمے اور نفاذ شریعت کی تکمیل کے لئے " تحریک نفاذ شریعت " کا پلیٹ فارم مہیا کر دیا جس نے کام کرنے کا موثر اور انقلابی لائحہ عمل مرتب کیا ۔ جس کا پہلا ' آخری اور بنیادی ہدف شریعت بل کی منظوری تھا ' اسی میں عورت کی حکمرانی کا خاتمہ تھا ' اس کے منظور ہونے سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوتا ' جبر و استبداد کی دیواریں گرنے لگتیں اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ کی تشکیل اور اسلامی خطوط پر اس کی تعمیر ہوتی ۔ مختصر وقت میں ہمہ گیر تحریک چلی ' حکومت کو ۱۰ اگست تک شریعت بل کے منظور کر دینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا ' پورا ملک ایک بار پھر شریعت بل کے نعروں سے گونج اٹھا ۔ ملکی سیاست کا نقشہ تبدیل ہوگیا ' ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں دو قوتوں میں بٹ گئیں ' ایک پیپلزپارٹی کی وفاقی حکومت جس نے ہر صورت میں شریعت بل کو ٹالنے ' مسترد کرنے اور ڈائنامیٹ کر دینے کا تہیہ کر

رکھا تھا ' دوسری طرف حزب اختلاف ' جس نے متفقہ طور پر شریعت بل کو قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے منظور کرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

الحمد للہ کہ موقف حق تھا ' بات درست تھی اور ہدف صحیح تھا۔ اس تحریک میں وہ لوگ بھی شریک ہوگئے جنہیں کل تک شریعت بل کا نام لینا بھی گوارانہ تھا۔ اور اب شریعت بل ایک ایسی کسوٹی بن گیا ہے کہ اس کی مخالفت کرکے اپنی سیاسی وجاہت کو تاراج کرنے کی جرات کیسے ہوسکتی ہے ؟

مگر عین اس وقت جبکہ شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا ملکی سیاست اور تاریخ کے اس نازک ترین اور حساس مرحلہ اور شریعت بل کی قطعی منظوری اور نفاذ کے واضح اور روشن امکانات کے موقع پر اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور اس طرح آئینی اور پارلیمانی طریقے سے شریعت بل کے تحفظ و نفاذ کی قریب ترین منزل قوم سے پھر دور کر دی گئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بے نظیر کی رخصتی سے دو روز قبل اس تمام کھیل اور اس کے پس منظر کا علم ہوگیا تھا کہ ڈور کا سرا کس کے ہاتھ میں ہے اور وہ کہاں سے ہلایا جارہا ہے ! مگر اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے ایک روز قبل صدر جناب غلام اسحق خان سے ملاقات کی اور اپنی ملاقات میں یہی درخواست کی کہ نفاذ شریعت بل کے اسمبلی میں پیش ہونے اور منظور کرانے کے قریب ترین ایام میں یہ اقدام نفاذ شریعت کی مہم سبوتاژ کرنا اور بیرونی طاقت کے اشارہ پر تحریک نفاذ شریعت کو ملیامیٹ کرنا ہے ! مولانا نے ہر لحاظ سے شریعت بل کے قومی اسمبلی میں پیش ہونے اور اس کی قطعی منظوری اور اس کے مفید اور مثبت پہلوؤں سے صدر کو آگاہ کیا اور ان کی منت سماجت کی کہ چند روز بعد بھی یہ اقدام اٹھایا جاسکتا ہے۔

بہرحال یہ ایک اتمام حجت تھا جس کا صدر پر واضح کر دینا ضروری تھا۔ تاہم قوم کے سنجیدہ ' دینی اور باشعور طبقے نے اس سوال کا تشفی بخش جواب تاہنوز نہیں

پایا کہ جب بے نظیر کی حکومت کے بیس ماہ کا ہر ہفتہ اتنا سنگین ' تاریک اور بھیانک تھا کہ صدر کے اس کے برطرف کر دینے کے اقدام کو ہر لحاظ سے جائز ' ضروری اور بر موقع قرار دیا جاتا مگر شریعت بل قومی اسمبلی میں زیر بحث آنے سے محض چند گھنٹے قبل کا وقت اس کے لئے کیوں منتخب کیا گیا ؟ ہمیں یہ دریافت کرنے کا پورا حق حاصل ہے کہ

جناب صدر ! آپ نے یہ قدم اس وقت کیوں نہ اٹھایا جب بے نظیر حکومت کی لسانی تعصب پر مبنی سیاسی کاروائیوں سے سندھ میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں ' محض زبان کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے بھرے پرے گھر لوٹے جارہے تھے ' تحریک عدم اعتماد کے موقع پر بقول آپ کے " جمعہ بازار " لگا ہوا تھا ' قومی اسمبلی سمیت صوبائی اسمبلیوں کے ممبر گاجر مولی کی طرح بک رہے تھے ' حد درجہ بیدردی ' بے رحمی اور مال غنیمت کی طرح قومی خزانہ کو لٹوایا جا رہا تھا ' پھر سندھ میں صرف ایک بار نہیں بار بار روح فرسا اور خوفناک مناظر پوری قوم نے دیکھے لیکن انہیں ہر بار مایوس کیا جاتا رہا ۔

مگر اب جبکہ حالات خاصے پرسکون تھے اور شریعت بل کے مسئلہ پر پوری قوم متفق اور متحد ہوچکی تھی جب کہ پیپلزپارٹی تنہا رہ گئی تھی اور بظاہر یقین ہونے لگا تھا کہ اس معاملے کے قومی اسمبلی میں جانے کے بعد پاکستان میں قرآن و سنت کے نفاذ کی منزل قریب آجائے گی اور اس کی مخالفت میں بے نظیر حکومت کی تمام تر کوششیں رائیگاں جائیں گی جو اس کے قطعی زوال اور نئے اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا ---------- مگر اجلاس سے چند گھنٹے قبل صدر نے یہ بساط لپیٹ کر شریعت بل کی منظوری اور قطعی کامیابی کے واضح اور روشن امکانات کو ختم کر دیا ۔ لہٰذا اس امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ بھی غیر ملکی اشارہ تھا ' اس لئے کہ امریکہ بہادر کو دنیا کے کسی بھی خطہ میں نظام شریعت کی بالادستی اور تنفیذ و ترویج ایک آنکھ نہیں بھاتی ۔

بہرصورت پس منظر جو کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شریعت بل بے نظیر کے ایوان حکومت میں آخری کیل ثابت ہوا ـــــــــــــ

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شریعت بل سے جن قوتوں ' سیاسی لیڈروں ' حکمرانوں اور بعض قدآور شخصیتوں نے ٹکرلی ' اس کی مخالفت اور مزاحمت میں کوئی باک محسوس نہ کی اور اس کی منظوری اور نفاذ میں رکاوٹ بنے یا رکاوٹیں کھڑی کیں ان سب کا (کسی کی تعیین اور نام لینے کی ضرورت نہیں) بالاخر وہی انجام ہوا جو امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب شریف پھاڑنے والے ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز سے لے کر مسٹر بھٹو اور مسز بے نظیر بھٹو کا ہوتا آیا ہے ۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق مدظلہ اور تحریک نفاذ شریعت کے دیگر رہنماؤں نے اس حقیقت کو بھی انقلاب کے دوسرے روز صدر غلام اسحٰق خان اور وزیراعظم غلام مصطفےٰ جتوئی سے ملاقات کرکے ان پر روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور شریعت بل کے آئینی اور دستوری حل کے سلسلہ میں موثر کردار ادا کرنے کی ذمہ داریوں سے انہیں آگاہ کیا ۔

لہٰذا اس موقع پر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صدر پاکستان اور عبوری حکومت کے اہداف اور ترجیحات خواہ کچھ بھی ہوں ' صدر کا کردار جمہوری اعتبار سے کتنا ہی منصفانہ کیوں نہ ہو ' احتساب کا عمل صاف ستھرا ' عدل پر مبنی ' جامع اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو ' انتخابات کے انعقاد اور اس سلسلہ کی مساعی جس قدر بھی اچھی اور ہر لحاظ سے تیر بہدف کیوں نہ ہوں ' قوم اور اسلامیان پاکستان کو صدر سمیت عبوری حکومت سے " شریعت بل " کے نفاذ ' اس کے آئینی تحفظ اور مستقبل میں اس کے ہر لحاظ سے تنفیذ و استحکام اور مکمل ترویج کے سلسلہ میں موثر اور جراتمندانہ موقف اور ایک سچے مسلمان کی طرح مخلصانہ کردار مطلوب ہے ۔

اگر خدانخواستہ گذشتہ پانچ سالہ دور کے شریعت بل کے مخالفانہ کردار اور خدا تعالیٰ کی گرفت و انذار سے اب بھی کوئی عبرت اور سبق حاصل نہ کیا گیا اور شاہی محلات کے بائیں طرف اپنے مشیروں کے عبرت آموز کھنڈرات پر نظر کرنے کی بجائے تخت و تاج ' لشکر و سپاہ اور حکومت و اقتدار کے نشے میں وہی خواب غفلت ' شریعتِ مطہرہ سے بے اعتنائی ' خدا سے بغاوت ' منافقت اور اسی مستی کا مظاہرہ کیا جاتا رہا جس کا بدترین انجام نئی حکومت کے قیام کا سبب بنا ہے تو اپنے لئے بھی اس بدترین انجام کا سوچ لینے اور اس کے لئے تیار رہنے کا پہلے سے فیصلہ کر لیجئے ۔ (ماہنامہ الحق اگست ۱۹۹۰ء)

جہاں پناہ! سب خیرت ہے

ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے ' ملکی استحکام اور قومی سالمیت کے خلاف سازشیں عروج پر ہیں ' تخریب کاروں اور غیر ملکی سفارتکاروں کو بھی وہی پروٹوکول حاصل ہے جو حکمرانوں کی تسکینِ انا کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے ' علماء حق کو قتل کیا جارہا ہے ' قاتل دندناتے پھر رہے ہیں ' کراچی بیروت بن چکا ہے ' ملک میں کسی کی عزت نفس اور جان و مال محفوظ نہیں - اللہ کے قانون سے بغاوت ' دین اسلام سے شرارت اور اہل اسلام سے منافقت ارباب اقتدار کی سیاست ہے - نفاذ شریعت سے استہزاءاور تمسخر اہل حکومت کی جمہوریت ہے - اس سب کچھ کے باوجود ملکی " نیا " کے کھیون ہار آنکھیں بند کیے قعرِ مذلت اور شارعِ ہلاکت پر سرپٹ دوڑے چلے جارہے ہیں اور قوم کو یہ باور بھی کرایا جا رہا ہے کہ جناب! یہی ملکی سالمیت اور قومی استحکام کا راستہ ہے -

قومیں تباہ ہوتی ہیں جب ان میں اخلاق نہیں رہتا ' جب شریعت سے استہزا ہوتا ہے ' جب علماء حق کے صائب مشورے ٹھکرا دیئے جاتے ہیں ' جب غیرت مٹ جاتی ہے ' جب حیاء اور بے حیائی کا اختلاط ہو جاتا ہے ' جب سیاست مفادات کا تحفظ کرتی ہے ' جب دینی اقدارتج دے جاتے ہیں ' ظلم سہنا ان کی عادت ہو جاتی ہے اور غداری کرتے ہوئے یا سیاست کاری کرتے ہوئے شرعی قوانین اور اسلامی اخلاق کے پامال ہونے پر انہیں رتی بھر حیا نہیں آتی ------- لیکن ایک چیز ایسی ہے جو قوم کی روح کو ہڑپ کر جاتی ہے ' وہ ہے خوشامد! بیرونی آقایان ولی نعمت کی خوشامد! اندورنی متوقع مفادات کے محافظ لادین اہل سیاست کی خوشامد! ملکی اقتدار پر براجمان ارباب حکومت کی خوشامد! بتوں کو خدا بنانے کا جذبہ اور خدا کو طاق نسیاں پر رکھ دینے کی ذلت!

آج جب ہم اپنے بعض صاحب بصیرت احباب کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ

ہماری قوم کا اجتماعی اخلاق اور کچھ فرسودہ سیاسی قیادت کا المناک کردار کسبیوں کے بستر سے بھی زیادہ رسوا ہوچکا ہے ' تو ہمیں تصدیق کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی ---------- اور وہ غلط نہیں کہتے کہ ہم واقعۃً بھی اسی طرح محسوس کرتے ہیں - ہماری بھی دیانت کے ساتھ یہی رائے ہیں -

جب ہم غیرت کے فنا ہو جانے پر سرنگوں ہوتے اور اس زخم کے ماتم میں سینہ کوبی کرتے ہیں تو ہمارے سامنے غیرت کی چاک دامانی ہوتی ہے - ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے غیرت کو تماشائے عبرت بنا دیا ہے -

رہا ظلم کا سوال ! تو ظلم سے بڑی لعنت کوئی نہیں - ظلم اس لئے گردن زدنی ہے کہ وہ ظلم ہے - وہ طاقت ' سیاسی قوت یا حکومت اور اقتدار کے نشہ میں بے قابو ہو کر مخلوقِ خدا کو اپنے تشدد اور اپنی **بہیمیت** کا نشانہ بناتا ہے ---------- لیکن وہ مظلوم بھی ظالم ہی ہوتا ہے جس نے ظلم کے آگے سرجھکا دیا ہو ' جس نے اباحیت کے ساتھ صلح کرلی ہو ' جو ظلمت و ہدایت کو بیک وقت قوم کا نجات دہندہ قرار دیتا ہو ' جو ظلم کو ظلم نہ کہے ' جو کفر کو کفر نہ کہے ' جو فسق و فجور اور بدمعاشی و غنڈہ گردی پر چپ سادھے رہے ' جو کفر صریح کی سرمستیوں میں بھی سیاسی پناہ کا طالب ہو ' جو لادین سیاسی کردار اور ظالمانہ عزائم رکھنے والی قوتوں پر نکیر نہ کرے بلکہ خوش آمدید کہے اور اس کی تعبیریں کرے -

خطا معاف ! جتنی تعبیریں ہماری قوم اور قومی سیاسی قیادت نے ظلم کا جواز پیدا کرنے کے لئے کی ہیں آج تک کسی اور قوم نے اتنی فیاضی نہیں دکھائی - ایسی قوم ہی کے لئے بقول ایک دانشور " چنگیز اور ہلاکو نشتر بن کر پیدا ہوتے ہیں -" قومی اعتماد کو فروخت کرنا ' غداری کرنا اور ظلم --نا سب ہم رشتہ ہیں - جو شخص غداری کرتا ہے ' اعتماد فروخت کرتا اور ضمیر بیچتا ہے اور ظلم سہتا ہے ' ہمارے نزدیک وہ کسی بھی شرف انسانی کا مستحق نہیں ' وہ اللہ کی زمین پر سب سے بڑا بوجھ ہے ' اس کا مٹ جانا اللہ کی سنت ہے -

ملک اور قوم کے غداروں ' انسانی اقدار کے دشمنوں ' حریت و آزادی اور نفاذ شریعت کے مخالفوں اور خود فروختنی کے کاروبار میں ملوث لیڈروں ' وزیروں ' مشیروں اور سیاست دانوں سے " اس بازار " کے اخلاق باختہ بھی افضل ہیں ' ظلم اور جبر و استبداد کے پجاریوں سے وہ حاطب اللیل بہتر ہیں جن کی کمائی ماں بہن کی نقد عصمت سے آتی ہے -

لیکن ان سب سے بڑا جرم ہمارے نزدیک خوشامد اور کاسہ لیسی ہے - اس وقت بھی سرکاری دربار کے حاشیہ بردار اسی موذی مرض میں مبتلا ہیں ' جنہوں نے حکمرانوں کی آنکھوں پر سبز عینک چڑھا دی ہے ---------- ملک جل رہا ہے ' آگ بھڑک رہی ہے ' امن و امان تاراج ہوچکا ہے اور درباریوں نے بس ایک ہی وظیفہ ورد زبان کیا ہوا ہے : " جہاں پناہ ! سب خیرت ہے -"

دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہی اجلاس میں وزیراعظم پر یہی بات واشگاف کر دی اور اپنے اخباری بیانات میں اسی حقیقت کو بار ہا دہرایا کہ وزیراعظم خوشامدیوں اور بے تدبیر مشیروں اور جی حضوریوں کے حصار میں گھر چکے ہیں ' وہ اپنے مخلص رفقاء اور ملک و ملت کے بہی خواہوں سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں جو کمال کے بعد زوال کا پہلا زینہ ہے -

اور روزنامہ پاکستان لاہور (۲۷ اکتوبر ۹۱ء) کو تازہ ترین انٹرویو میں انہوں نے کہا " ان سازشی عناصر نے نواز شریف کا گھیراؤ کر رکھا ہے جنہوں نے ۴۰ برس سے کسی حکمران کو کام نہیں کرنے دیا اور ہر دور میں یہ عناصر حکمرانوں کا گھیراؤ کرلیتے ہیں ' ان سازشی اور خوشامدی عناصر نے ان کو کنفیوژن میں مبتلا کر رکھا ہے -"

ہماری رائے میں خوشامد کار لوگ اللہ کی زمین پر اس کا سب سے بڑا عذاب ہیں یہ لوگ الو کو شہباز ' کوے کو بلبل ' گیدڑ کو شیر ' ظالم کو عادل ' بخیل کو حاتم ' بے عزت کو جلالتمآت اور خزاں کو بہار کہتے ہیں - ان کا فنا ہو جانا ہی بہتر ہے '

یہ لوگ اپنی غیرت کو مٹا کر قوم کی غیرت کو بھی فنا کر دیتے ہیں - ان لوگوں ہی کے آزار سے قومیں مرتی ہیں ' یہ لوگ ٹکے ٹکے کی جنس ہیں سیاسیات میں ان کو " سڑے مال " کی حیثیت حاصل ہوتی ہے - جس بدن میں یہ ناسور ہوگا وہ بدن کبھی صحتمند نہیں ہو سکتا -------- ہم نہیں جانتے کہ خوشامد سے کیا لذتِ نفس پیدا ہوتی ہے ؟ (ترجمانِ دین اکتوبر ۱۹۹۰ء)

کیا عورت رکن پارلیمنٹ بن سکتی ہے ؟

وزیراعظم نواز شریف نے اپنی پہلی نشری تقریر میں قومی اسمبلی میں عورتوں کے لئے پھر سے نشستیں مخصوص کرنے کا عندیہ دیا تو پورے ملک میں اس کی حمایت اور مخالفت میں مفکرین ' دانشوروں اور قومی قیادت کی آراء پریس میں چھپنے اور قوم کے سامنے آنے لگیں - دینی اور اسلامی نقطۂ نظر سے لوگوں کا تجسس بڑھا ' بعض مذہبی جماعتوں کی طرف سے سکوت اور بعض نے حمایت کا اعلان بھی کر دیا - علماء حق نے وزیراعظم کی تقریر کے دوسرے روز کھل کر اپنے اس موقف کا اظہار کیا کہ امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ مقدسہ میں عورت مجلس قانون ساز کی رکن نہیں بن سکتی ' اس لئے ہم ہر اس اقدام کی پر زور مخالفت اور بھرپور مذمت کریں گے جو خدا و رسولؐ سے بغاوت پر مبنی ہو - عورتوں کو مجلس شوریٰ پاکستان میں پھر سے مخصوص نشستوں سے نوازنا اسی قبیل سے ہے لہٰذا حکومت کا یہ اقدام ہر لحاظ سے مذموم اور قابل نفرین ہے -

آج پہلی نشست میں ہم دینی اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو مجلس قانون ساز میں شریک کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟ اور قومی و ملی ' سیاسی اور دینی اعتبار سے اس کے مضرات کیا ہیں ؟

ہم بحث کے آغاز میں یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے لئے

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام کی بجائے اصل معیار حق صرف دنیا کی غالب قوموں کا طرز عمل اور مغربی طرز فکر ہے جنہوں نے ہر حال میں لادین مغربی جمہوریت ' انبوہ کثیر اور مادیت ہی کی راہ چلنا ہے یا مادر پدر آزاد سیاست سے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل کرنا ہے انہیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اسلام کو بھی اپنے ساتھ ضرور لے کر چلیں ' مگر اتنی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ انہیں ضرور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مغربی مقتدا کا کھل کر نام لیں اور بلاوجہ دین اسلام کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں جن سے خدا کی کتاب ' رسولؐ کی سنت اور قرون مشہودلھابالخیر کی تاریخ صاف صاف انکار کرتی ہیں۔

ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ عہد صحابہؓ میں خواتین بھی قانونی مسائل میں بحث کرتی تھیں ' ان کی گفتگو اور اظہار رائے سے استفادہ کیا جاتا تھا ' متعلقہ مباحث میں ان کے استنباط اور روایات کا اعتبار بھی کیا جاتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات خود خلفاء ان سے رائے لیتے ' استفسار کرتے اور ان کی مشاورت اور رائے کا لحاظ کرتے تھے۔

موجودہ دور کے خود ساختہ مجتہدین ' مجوّزین اور نام نہاد مفکرین اسی کو مستدل بنا کر سامعین و قارئین کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں کہ آج قرآن و حدیث ' سیرت رسولؐ اور اسلامی اصول کا نام لے کر اس قسم کی مجالس ' قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کی شرکت کو کیسے غلط کہا جاتا ہے ؟ ---------- لہٰذا سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر ہم موجودہ مجالس قانون ساز ' قومی اسمبلی اور سینٹ وغیرہ کی صحیح نوعیت ' دائرۂ کار و اختیار پر بھی غور کرلیں جن میں عورتوں کے لئے سیٹیں مخصوص کرنے کے استحقاق پر ہم نے گفتگو کرنی ہے۔

جہاں تک پارلیمنٹ ' مجلس شوریٰ یا قومی اسمبلی اور سینٹ یا مروّجہ مجالس قانون ساز کی ہیئت ' طریقِ کار اور کارکردگی کی نوعیت ہے تو سب جانتے ہیں کہ ان کا کام پوری ملکی سیاست کو کنٹرول کرنا ' وزیراعظم کے انتخاب سے لے کر قومی و

ملکی پالیسی ' دفاع ' تعلیم ' صنعت ' تعمیر اور ملکی نظم و نسق اور مالیات و معاشیات تک کے معاملات طے کرتا ہے ' انہیں کے ہاتھ میں داخلہ خارجہ پالیسی اور صلح و جنگ کی زمام کار ہوتی ہے -

اگر قدرے فکر و تأمل سے کام لیا جائے تو دنیا بھر بالخصوص پاکستان کے طرز حکومت پارلیمانی اور مروجہ نظام سیاست میں پارلیمنٹ کا مقام محض ایک مجلس قانون ساز ' محض ایک مجلس مشاورت یا ایک مفتی اور فقیہ کا کام نہیں ہے بلکہ اسے پورے ملکی نظام پر تسلط اور قوت قائمہ اور قوام حاصل ہے - قرآن کریم نے یہ منصب اور یہ مقام صرف مردوں کو دیا ہے ' ارشاد ربانی ہے :

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ الله

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت اپنی نگہداشت کرتی ہیں -

قرآن کریم نے صاف اور صریح لفظوں میں قوامیت کا مقام صرف مردوں کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری اور خصوصیت کی نشاندہی بھی کر دی ہے - ایک یہ کہ وہ اطاعت شعار ہوں ' دوسرے یہ کہ وہ مردوں کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کریں جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرانا چاہتا ہے -

عورتوں کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام ' اخلاقی معیار اور آخرت میں اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں ' مگر قدرت نے فطری تخلیق کے اعتبار سے دونوں کا دائرہ عمل علیحدہ علیحدہ رکھا ہے سیاست نظم مملکت ' فوجی خدمت اور اس طرح کے وہ تمام کام جو مرد کے دائرہ

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام کی بجائے اصل معیار حق صرف دنیا کی غالب قوموں کا طرز عمل اور مغربی طرز فکر ہے جنہوں نے ہر حال میں لادین مغربی جمہوریت ' انبوہ کثیر اور مادیت ہی کی راہ چلنا ہے یا مادرپدر آزاد سیاست سے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل کرنا ہے انہیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اسلام کو بھی اپنے ساتھ ضرور لے کر چلیں ' مگر اتنی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ انہیں ضرور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مغربی مقتدا کا کھل کر نام لیں اور بلاوجہ دین اسلام کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں جن سے خدا کی کتاب ' رسولؐ کی سنت اور قرون مشہودلھابالخیر کی تاریخ صاف صاف انکار کرتی ہیں ۔

ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ عہد صحابہؓ میں خواتین بھی قانونی مسائل میں بحث کرتی تھیں ' ان کی گفتگو اور اظہار رائے سے استفادہ کیا جاتا تھا ' متعلقہ مباحث میں ان کے استنباط اور روایات کا اعتبار بھی کیا جاتا تھا ۔ بلکہ بعض اوقات خود خلفاء ان سے رائے لیتے ' استفسار کرتے اور ان کی مشاورت اور رائے کا لحاظ کرتے تھے ۔

موجودہ دور کے خود ساختہ مجتہدین ' مجوّزین اور نام نہاد مفکرین اسی کو مستدل بنا کر سامعین و قارئین کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں کہ آج قرآن و حدیث ' سیرت رسولؐ اور اسلامی اصول کا نام لے کر اس قسم کی مجالس ' قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کی شرکت کو کیسے غلط کہا جاتا ہے ؟ ---------- لہٰذا سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر ہم موجودہ مجالس قانون ساز ' قومی اسمبلی اور سینٹ وغیرہ کی صحیح نوعیت ' دائرۂ کار و اختیار پر بھی غور کرلیں جن میں عورتوں کے لئے سیٹیں مخصوص کرنے کے استحقاق پر ہم نے گفتگو کرنی ہے ۔

جہاں تک پارلیمنٹ ' مجلس شوریٰ یا قومی اسمبلی اور سینٹ یا مروّجہ مجالس قانون ساز کی ہیئت ' طریقِ کار اور کارکردگی کی نوعیت ہے تو سب جانتے ہیں کہ ان کا کام پوری ملکی سیاست کو کنڑول کرنا ' وزیراعظم کے انتخاب سے لے کر قومی د

ملکی پالیسی ، دفاع ، تعلیم ، صنعت ، تعمیر اور ملکی نظم و نسق اور مالیات و معاشیات تک کے معاملات طے کرنا ہے ، انہیں کے ہاتھ میں داخلہ خارجہ پالیسی اور صلح و جنگ کی زمام کار ہوتی ہے ۔

اگر قدرے فکر و تامل سے کام لیا جائے تو دنیا بھر بالخصوص پاکستان کے طرز حکومت پارلیمانی اور مروجہ نظام سیاست میں پارلیمنٹ کا مقام محض ایک مجلس قانون ساز ، محض ایک مجلس مشاورت یا ایک مفتی اور فقیہ کا کام نہیں ہے بلکہ اسے پورے ملکی نظام پر تسلط اور قوت قائمہ اور قوام حاصل ہے ۔ قرآن کریم نے یہ منصب اور یہ مقام صرف مردوں کو دیا ہے ، ارشاد ربانی ہے :

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت اپنی نگہداشت کرتی ہیں ۔

قرآن کریم نے صاف اور صریح لفظوں میں قوامیت کا مقام صرف مردوں کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری اور خصوصیت کی نشاندہی بھی کر دی ہے ۔ ایک یہ کہ وہ اطاعت شعار ہوں ، دوسرے یہ کہ وہ مردوں کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کریں جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرانا چاہتا ہے ۔

عورتوں کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام ، اخلاقی معیار اور آخرت میں اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں ، مگر قدرت نے فطری تخلیق کے اعتبار سے دونوں کا دائرہ عمل علیحدہ علیحدہ رکھا ہے سیاست نظم مملکت ، فوجی خدمت اور اس طرح کے وہ تمام کام جو مرد کے دائرہ

عمل سے تعلق رکھتے ہیں اس دائرۂ میں عورت کو گھسیٹ کر لانا خانگی زندگی کو تباہ کرنے اور عورتوں پر ان کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ جس چیز سے یورپ خود بیزار ہوچکا ہے آنکھیں بند کرکے اس کی حماقتوں کی نقل اتارنا ہرگز عقلندی نہیں ہے۔

ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ جنگ کے موقعوں پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا ہے، مگر اس پر قیاس مع الفارق کرتے ہوئے امن کی حالت میں عورتوں کو دفتروں، کارخانوں، کلبوں اور پالیمنٹوں میں لاکھڑا کرنے کے جواز کا کوئی فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

یہ فطرت ہی نہیں کہ عورتیں مردوں کے دائرہ کار میں آکر مردوں کے مقابلے میں کامیاب ہوسکیں، وہ ان کاموں کے لئے بنائی ہی نہیں گئیں جو کام مرد کے حوالے کئے گئے ہیں، ان کاموں کے لئے جن اخلاقی، ذہنی اور عملی اور قوی و اعضاء اور مختلف اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ مرد میں پیدا کیے گئے ہیں۔

بعض لوگوں نے الرجال قوامون علی النساء کا مصداق زوجین کی خانگی معاشرت قرار دی ہے حالانکہ آیت مطلق ہے اور اس میں فی البیوت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جاے کہ یہ حکم خانگی معاشرت تک محدود ہے تو پھر بھی ہمیں دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے گھر میں قوام نہیں بنایا بلکہ آیت میں اسے قنوت (فرمانبرداری و اطاعت شعاری) کے مقام پر رکھا گیا ہے تو اسے قنوت کے درجہ عفت سے اٹھا کر ایک ملک کے تمام گھروں اور مملکت کے نظام پر قوامیت کے منصب پر کیونکر بٹھایا جاسکتا ہے حالانکہ گھر کے اقتدار و حاکیت سے مملکت کا اقتدار اور حاکیت زیادہ بڑی اور اونچے درجہ کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے نادان دوست سیاست اور ملک داری کو کیسے عورت کے دائرۂ کار میں لانے پر مصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے دائرۂ عمل کا

تعین کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیہ الاولی

احزاب نمبر ۲۳

اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کے سے تبرج (بن سنور کر نازوادا کے ساتھ نکلنے) کا ارتکاب نہ کرو ۔

یہ حکم سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا تھا حالانکہ وہ اللہ ہی کی منتخب کردہ پاکیزہ خواتین تھیں اور ظاہر ہے کہ نبی کے گھر کی خواتین میں ہرگز کوئی ایسا عیب اور نقص نہیں تھا جس کی وجہ سے انہیں بیرون خانہ کی ذمہ داریوں کے لئے نااہل قرار دیا جاتا ' اور نہ یہ کوئی ایسی حقیقت ہے کہ دوسری خواتین کو سیاست و ملک داری کے لحاظ سے ان پر کوئی فوقیت حاصل تھی ———— اور نہ یہ مفروضہ قابل اعتناء ہے کہ یہ حکم اہل بیت نبوّت کے ساتھ خاص تھا اور دوسری تمام مسلمان خواتین کو تبرج جاہلیت کی اجازت تھی ۔

عورت کا دائرۂ عمل کیا ہونا چاہیئے ؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے ۔

والمراۃ راعیہ علی بیت بعلھا وولدہ و ھی مسئولہ عنھم ۔ (ابوداؤد)

اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی راعیہ ہے اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے ۔

قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی واضح نصوص کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے اور اسلامی تعلیمات اور صریح احکام کا انکار کرتا ہے تو ہمیں اس کے ایمان میں شک ہے ۔ اسے اوّلاً اپنا اسلام ثابت کرنا ہوگا ۔ یہ بحث تو دوسرے درجے پر آتی ہے کہ آیا ایسے شخص کو ایک اسلامی ریاست کے لیے دستور بنانے کا مجاز تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ حالانکہ وہ اپنے اقوال اور انکار

سے اسلام کی سرحد کو پاٹنے کی تیاری کر بیٹھا ہے ۔

دوسرا یہ کہ جنہیں بھی خدا و رسولؐ کی تعلیمات اور احکام سے آگاہی حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے اصولی طور پر مخلوط سوسائٹی کو مسترد اور ممنوع قرار دیا ہے ۔ خاندان کے استحکام کو اہمیت تب ہی دی جاسکتی ہے جب عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ختم کر دی جائے ۔ مخلوط نظام تعلیم ، مخلوط نظام ریاست کے بد ترین نتائج مغربی ممالک میں ظاہر ہوچکے ہیں ——— اگر ہمارے ملک کے ارباب بست و کشاد خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کو بالائے طاق رکھ کر مغرب کی مخلوط سوسائٹی کے بدترین نتائج کو اسلامیان پاکستان پر بھگتوانا چاہتے ہیں اور عوام چپ سادھ کر آنکھیں بند کرکے بھگتنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے یہ شوق پورا کرلیں مگر اس حرکت کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اسلام میں مخلوط سوسائٹی کے جواز کی زبردستی گنجائش نکال دی جائے جس سے شدّت سے اس نے منع کیا ہے ۔

بعض حضرات مسلم و غیر مسلم چند گنتی کی حکمران یا سیاست دان خواتین کا نام لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ جہاں لاکھوں کارکنوں کی ضرورت ہو تو کیا وہاں تمام خواتین موزوں ہوسکیں گی ؟

مخلوط نظام تعلیم اور مخلوط نظامِ سیاست کے بدترین مہلک نتائج مغربی ترقی یافتہ ممالک میں اس حد تک سامنے آچکے ہیں کہ اب صرف عقل کے اندھے ، بصیرت سے محروم اور بصارت سے کورے ہی ان کا انکار کرسکتے ہیں ۔

نظام سیاست اور ریاست کے قوام کے تمام اختیارات قرآن حکیم نے صریح الفاظ میں صرف مردوں کو دیئے ہیں اور دنیا کا کوئی قانون ، کوئی مجتہد اور فقیہ ، کوئی عدالت اور اتھارٹی اور کوئی وزیراعظم یا پارلیمنٹ اس میں مداخلت یا ترمیم و اضافہ نہیں کرسکتی ——— بلکہ قرآن و حدیث کے نصوص اس باب میں قطعی اور محکم ہیں کہ نظامِ سیاست اور نظام ریاست میں ذمہ داری کے مناصب صدارت و وزارت ، مجالسِ قانون ساز یا مجلسِ شوریٰ کی رکنیت اور مختلف محکموں

کی ادارت یا کسی سیاسی پارٹی کی قیادت عورتوں کو مذکورہ عہدے ' مناصب یا ذمہ داریاں دینا اور اس کے لئے قانونی گنجائش بنانا نصوصِ صریحہ اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ---------- جو مملکت بھی اسلام کے اساسی نظریہ پر قائم ہوئی ہو اور خدا کی اطاعت اور رسولؐ کی فرمانبرداری کی پابندیاں قبول کرنا پر رضا مند ہو تو وہ ایسی کسی بھی خلاف ورزی کی شرعاً مجاز نہیں ہے -

یہ علیحدہ بات ہے کہ چند سرپھرے قرآن کا نام لے کر قرآن کے خلاف قوانین بنانے کی حمایت کرنے اور ہذیان بکنے لگیں ---------- جہاں تک حقیقتِ واقعہ کا تعلق ہے تو پوری اسلامی تاریخ ' عہدِ رسالتؐ اور عہد صحابہؓ سے لے کر اس صدی تک اس غلیظ تصور سے نا آشنا رہی ہے کہ مردوزن حکومت و اقتدار اور ملکی نظام سیاست کے زمامِ کار میں برابر کا کام کرسکتے ہیں ---------- یہ تخیل سیدھا یورپ سے چل کر ہمارے ہاں درآمد ہوا ہے اور اس کی درآمد کرنے والوں نے کبھی عقل و بصیرت سے کام لے کر اور آنکھیں کھول کر یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ یورپ میں اس اختلاطِ مردوزن کا پس منظر کیا ہے اور وہاں اس کے کتنے برے نتائج رونما ہوئے ہیں -

ہمیں حیرت ہے کہ پاکستان میں عورتوں کی سیاست جس بری طرح ناکام رہی اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آئندہ یہ مطالبہ زبان پر بھی نہیں لانا چاہئے ' مگر کون سمجھائے یہاں تو زہر قاتل کو آبِ حیات کہنے والے کے بھی حامی پیدا ہو جاتے ہیں -

آخر میں اپنے ملک کے اربابِ اختیار اور ملک کے ان تمام سیاست کار حضرات جو دل میں ادنیٰ سی بھی ایمان کی رمق باقی رکھتے ہیں ' سے دردمندی سے یہ گذارش کرنی ہے کہ جناب ! جب اسلامی حکومت بھی اختلاطِ مردوزن ' مخلوط نظام تعلیم ' مخلوط پارلیمنٹ ' مخلوط نظام سیاست میں یا کھیلوں کی نمائشوں ' ڈراموں ' رقص و سرور اور مقابلۂ حسن وغیرہ میں مسلمان عورتوں کو لانے یا ائیرہوسٹس بنا

کر مسافروں کے دل موہنے کی خدمت ان سے لے تو مجھے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ پھر اسلامی حکومت کے قیام ' اسلامی ریاست کی تشکیل اور نظام شریعت کی تحریک و نفاذ کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ یہ سارے کام تو کفر اور کفار اور اغیار کی حکومتوں میں بآسانی ہوسکتے ہیں بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہو رہے ہیں ۔

صحیح منزل تک رسائی کیلئے صحیح راستہ کی ضرورت

☆ ١ ------- انتخابات کا طوفانی دور ' اپنی ساری ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح گزر گیا کاش ! ارباب اختیار ' نئے منتخب ہونے والے قائدین ' قومی و ملی اور سیاسی عمائدین اب یہ سوچنے کی بھی زحمت اٹھاتے کہ بحران کے ان ایام میں امیدواروں اور ان کے کارکنوں نے کس قدر بیدردی اور بے فکری کے ساتھ شرافت اور دیانت کو ذبح کرنے کے ساتھ ساتھ ' حد درجہ ناخدا ترسانہ جسارت کے ساتھ اسلام کے پورے اخلاقی نظام کو پاؤں تلے روندا ہے۔

بے حساب جھوٹ بولا گیا ' جھوٹ لکھا گیا حریفوں پر بے بنیاد اور ناپاک بہتان تراشی ' ایک دوسرے کے وقار گرانے اور ذلیل کرنے کی ناپاک کوششیں ' طنز و تمسخر ' غیبت و بدگوئی گالی گلوچ ' پر فریب پروپیگنڈہ غرض فتنہ فساد کا وہ کون سا پہلو تھا جسے اختیار نہ کیا گیا ہو ' بعض جگہ تو سادہ لوح اور جاہل عوام کے جذبات سے کھیل کر اپنے مقتداؤں اور دینی رہنماؤں کی پگڑیاں تک اچھالنے کو کارثواب سمجھا گیا۔

لاکھوں کی رشوتیں چلیں ' ضمیر ' ایمان اور انسان کی خرید و فروخت ہوتی رہی جن لوگوں نے کبھی خدا کی راہ میں ایک پیسہ تک نہ دیا ' اور نہ کسی روز غریبوں اور مسکینوں کے کام آئے انتخابات میں روپے کا سیلاب بہادیا اور دریا دلی کا وہ نمونہ پیش کیا کہ حاتم کی روح بھی شرما گئی۔

پیار محبت کے بعد لالچ ' دھونس ' دھمکی کے علاوہ جہاں ظلم و جبر کے بغیر کام بنتا نظر نہ آیا وہاں سے اس سے بھی گریز نہ چوکا گیا ------- البتہ الیکشن میں حصہ لینے والے بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو ان چیزوں کی قباحت کو ہم سے بھی زیادہ محسوس کرنے والے ہوں گے لیکن اگر وہ بھی مجموعی طور پر عمومی الیکشنی فوج اور کنویسنگ کرنے والے ورکروں کے اعمال کی کچھ تفصیلی واقفیت رکھتے ہوں

گے تو بلاشبہ وہ بھی اس یقین میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے کہ الیکشنی کارندوں کی اکثریت ان تمام ناپاکیوں میں ملوث ہوئی اور ہوتی رہی ———— بعض حلقوں میں تو الیکشن اور انتخابات کے عنوان سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بدتمیزی، خدا فراموشی اور معصیت کوشی کا ایک سیلاب امنڈ آیا ہو - شرافت اور اخلاق کے خلاف بغاوت کی ایک آندھی تھی " جو ظلمات بعضہا فوق بعض " کا منظر پیش کر رہی تھی - الیکشن کا ہنگامہ اگرچہ ختم ہوچکا لیکن ملکی باشندوں خصوصًا ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں پر اس نے جو مستقل اثرات چھوڑے ہیں اور قومی و ملی سیاست کی راہ میں " حسب ضرورت دین و اخلاق کی پامالی " کے میکیاولیؔ اصول کو جو مسلمہ پالیسی کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے حقیقت یہ ہے کہ دین کے دردمندوں اور دین و اخلاق کی قدر و قیمت پہچاننے والوں کے لئے یہ وقت کا نہایت اہم اور قابل غور مسئلہ ہے -

خیر ماضی پر رونے سے کچھ فائدہ نہیں، دین کے سب دردمندوں بالخصوص ارباب اقتدار اور کامیاب ہونے والے امیدوار جن کا دعویٰ ہی مکمل دین اسلام کا نفاذ ہے کے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب ان حالات میں ہمارے فرائض کیا ہیں -

کاش ! ہمارے ارباب اختیار اور کامیاب ہونے والے امیدوار جو اپنی تمام انتخابی مہم میں اسلام اور اسلامی نظام سے وفاداریوں کا عہد کرتے رہے کو یہ سوچنے کا موقع بھی مل جائے کہ جتنی کوششیں انتخابات کے انعقاد پھر اس کی کنویسنگ اور تکمیل میں کی ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان گندگیوں سے پاک وصاف کرنے کے لئے بھی اتنی ہی کوششوں اور ایفائے عہد کا عزم بالجزم کرلیں تو شاید کفارہ کی ایک صورت اور عند اللہ مسئولیت کا ایک معقول عذر بن سکے -

☆ ٢ ———— اس انتخابی مہم میں دوسری تکلیف دہ چیز جو اس دور میں

سب سے زیادہ ابھر کے سامنے آئی ہے اور جو نتائج کے لحاظ سے ملک وقوم کے لئے حد درجہ مضحکہ خیز اور تباہ کن ہے ۔ وہ قول عمل کے تضاد اور نفاق کی حیرت انگیز مثالیں ہیں اس سلسلہ کے تجربات و مشاہدات کی اگر ڈائری لکھی جائے تو ہزاروں صفحات کا ایک دفتر تیار ہوسکتا ہے ایسے لوگ جو قطعی طور پر دین سے بے بہرہ ' دینی احکام کے کھلے باغی بلکہ اپنی پرائیوٹ مجالس میں دینی شعائر کا مذاق اڑانے والے قومی لیڈروں اور انتخابی امیدواروں اور ارباب اختیار نے بھی ریفرنڈم میں اسلام ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور اسلام کے درد سے اتنی بے قراری اور بے چینی اپنی تحریروں اور تقریروں میں ظاہر کرتے رہے جتنی کہ قرن اول کے مسلمانوں نے بھی نہ کی ہو ۔ کانفرنسوں کے سٹیجوں پر اخبارات کے کالموں میں نشریات کے ذرائع سے نفاذ اسلام کا رونا رلانا ' جبکہ عملاً خود کو تحفظ دینے کے لئے ہر ممکن تزویر و تدابیر اختیار کرنا اور مظلوم اسلام کو تحفظ تو کجا ' خود اور اپنی اولاد کو بھی قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے دور رکھنا ' صرف یہ نہیں جب ہم قائدین و عمائدین کی اکثریت کی نجی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو قرآن مجید کے حدود کو اپنے عمل سے توڑا جا رہا ہے ہر شعبہ زندگی میں علی الاعلان قرآنی احکام کو پامال کیا جا رہا ہے مگر اس کے باوجود بھی قرآنی حکومت یا حکومت الہیہ کو بھی نصب العین بتایا جا رہا ہے اس پر دھواں دھار تقریریں بھی کی جاری ہیں ' کانفرنسیں بھی منعقد ہو رہی ہیں زور دار مضامین بھی لکھے جارہے ہیں ۔ اخبارات میں شہ سرخیاں بھی قائم کرائی جارہی ہیں قول و عمل کا یہ واضح تضاد اگر نفاق نہیں تو اور کیا ہے ؟ قول و عمل کے تضاد اور منافقت کی ایسی پالیسیوں پر قدرت کے جانب سے ڈھیل اور مزید مہلت ' انابت الی اللہ کا بہترین اور سنہری موقع ہے ۔ ۔

وقت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسان بنو
زندہ رہنے کے لئے اب تو مسلمان بنو

☆ ۳ ——— حالیہ انتخابات کو گذشتہ الیکشنوں سے ایک اہم امتیاز اور

ایک منفرد نوعیت حاصل رہی ہے کہ ارباب حکومت نے انتخابات اور اس کے نتیجے میں بننے والی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کا واحد مقصد ملک میں حقیقی جمہوری اور اسلامی نظام کا مکمل نفاذ قرار دیا ہے اور امیدواروں نے بھی قوم سے نظام اسلام سے وفاداری ' ملکی اور قومی معاملات میں اسلامی احکام کی پاسداری اور استوای کے عہد پر اعتماد کا ووٹ حاصل کیا اور کامیاب ہوئے ۔

تقریروں کانفرنسوں لٹریچر اخبارات اور نشریات سب نے یہی باور کرایا کہ ان کا نصب العین وہی ہے جو اسلام کا ہے جس پر بقول ان کے وہ علیٰ وجہ البصیرت قائم ہیں ہماری دعا ہے کہ خدا ہمیشہ انہیں اس پر قائم رکھے ———— آمین ۔

مگر ملکی تاریخ کے اس نازک ترین مرحلے پر اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ نظام اسلام کی تشکیل اور نفاذ کا طریق کار بھی وہی ہونا چاہئے جو انبیاء علیہم السلام ' خلفاء راشدین اور صلحائے امت نے اختیار کیا ہے ۔ یہی وہ طریق کار ہے جس سے صحیح اسلامی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے صحیح منزل کا انتخاب اپنی جگہ قابل صد تبریک لیکن اس تک پہنچنے کے لئے درست راستہ بھی چلنا ضروری ہے ۔

یہ وقت کسی کو کوسنے ' طعن و تشنیع اور ایک دوسرے پر الزام لگانے کا نہیں ' اگر اس وقت بھی غفلت ' بے جا ہٹ دھرمی اور بے تدبیری سے کام لیا گیا تو یقیناً غیر اسلامی رجحانات اور باطل قوتیں جو ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ عرصہ دراز سے ملک میں کام کر رہی ہیں ایسے روح فرسا انقلاب و حالات سے ملک کو دوچار کرکے رکھ دیں گے کہ پھر صحیح راستہ پر ہونا تو کجا ' سمت قبلہ تک ' ایک خونی انقلاب سے گزرے بغیر درست نہیں کی جاسکے گی ۔

اس وقت صرف ہمارے ملک کے عام باشندوں ' ارباب اختیار ' کامیاب ہونے والے امیدوار اور اب نئی قیادت ہی کو نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کو دو چیزوں کی ضرورت ہے ۔ ایک انابت الی اللہ اور دوسرے تدبیر و تفکر اور حالات کی

صحیح سمجھ بوجھ اور تعمیری کام کرنے کے لئے پختہ عزم -

موجودہ دور میں جب اسلام کا سو فیصد نام اور ایک فی صد کام (گونیم ولانہ اور اس میں بھی لاکھ خامیاں سہی) کسی حد تک کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے مزید جاری رکھنے کا عزم بھی ظاہر کیا جارہا ہے تو اس نہ ہونے کے برابر ہونے والے کام سے بھی بحمداللہ مسلمانوں کے اندر پھر سے یہ احساس ابھرنے لگا ہے کہ ان کی شیرازہ بندی خاک و خون کے رشتوں سے نہیں بلکہ روحانی بنیادوں پر ہوئی ہے۔ اس احساس کے اجاگر ہونے کے یوں تومتعدد فوائد ہیں مگر تین فائدے خاص طور پر نمایاں ہیں -

۱ چونکہ مسلمان ایک بین الاقوامی برادری کے افراد ہیں اس لئے انہیں وطنی اور نسلی ، صوبائی اور علاقائی مفادات سے بلند تر ہو کر سوچنا چاہئے -

۲ دوسرا یہ کہ دین کے بارے میں حد درجہ محتاط اور حساس رہنے اور اس پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دینا چاہئے کیونکہ ان کی اجتماعی زندگی اس دین ہی کی مرہون منت ہے اس میں اگر ضعف پیدا ہوگیا تو ان کا شیرازہ بکھر جائے گا -

۳ تیسرے یہ کہ اس سے مسلمانوں کے اندر کوئی ایسی قیادت ابھرنے کی جرات نہ کرسکے گی جو دین حق کے ماسوا کسی نظام باطل کی علمبردار ہو ، مسلمان ایک چیز ہی جانتے ہیں کہ سو فی صد حق اسلام اور صرف اسلام ہے یہی ان کی قوت کا واحد سرچشمہ اور ان کے سارے دکھوں کا مداوا ہے اور اگر عملاً بھی اسلام کے لئے راہ ہموار کی گئی تو کسی شخص کو یہ ہمت نہ پڑے گی کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے نعرے پر مسلمانوں کو اپنے گرد جمع کرسکے -

☆ ۴ ——— اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ ملک کے حفظ و بقا اور اس کی ترقی و فلاح کا دارومدار نظام اسلام اور صرف اسلام پر ہے مگر کسی نظام اور دستور کے مکمل نفاذ اور نیک نامی اور قوم و ملت کی کامرانی کا دارومدار اس کی قیادت پر ہوتا ہے -

نظریات اور دساتیر کی کامیابی اور قوموں کے ابھرنے اور ترقیوں کی راہ پر گامزن ہونے میں زیادہ تر عمل دخل قائدین کے خلوص ' ان کے حسن تدبیر اور ان کے جوش عمل کا ہے ایک کامیاب قائد ' اولاً قوم کو ایک اعلیٰ وارفع نصب العین سے روشناس کراتا ہے پھر اسے اپنی رہنمائی میں بڑے اعتماد کے ساتھ نصب العین کی طرف لے کر آگے بڑھتا ' صحیح سمت کی طرف گامزن رکھنے کی کوشش کرتا اور راستے کی دشواریوں کو پوری قوت اور حکمت سے دور کرتا ہے بدقسمتی سے قیادت کے سلسلہ میں ہماری قوم ایک ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے جہاں دور دور تک روشنی کا نشان نہیں ملتا - بد نظمی ' انتشار اور تخریب پسندانہ رجحانات کا غلبہ ہے اچھی ' صحتمند اور صحیح قیادت کا فقدان ہے اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اہل پاکستان قیادت کو جنم دینے کے معاملے میں بانجھ ہوچکے ہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ یہاں مخصوص مصالح کی وجہ سے کسی صحیح قیادت کو ابھرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا - دراصل مسلمان صرف اس قیادت کو قبول کرتے ہیں جو انہیں اسلام کی طرف رجوع کی دعوت دے تحریک خلافت سے لے کر تحریک پاکستان تک جتنی تحریکیں بھی ابھریں اور مسلمانوں میں مقبول ہوئیں وجہ یہ تھی کہ ان کے گرد اسلام کا ہالہ موجود رہا ہے -

محترم جناب صدر مملکت نے بھی اسلام کے نام پر اور انتخابات کے نتیجے میں ابھرنے والی نئی قیادت نے بھی مکمل نفاذ اسلام کے نام پر قوم سے اعتماد اور نمائندگی کو ووٹ حاصل کیا -

اب نئی قیادت اور جناب صدر مملکت کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس ملک میں نظام اسلام اور دینی اقدار کو پوری قوت سے ابھارنے کا التزام کریں - قیادت کسی قوم پر اوپر سے ٹھونسی نہیں جاتی اور نہ وہ مصنوعی طریقے سے جنم دی جاتی ہے بلکہ فطری طور اپنے مخلصانہ کردار سے قیادت خود ابھرتی اور مسلسل عمل سے نکھرتی چلی جاتی ہے -

پاکستان کے لئے بھی اس وقت جس قیادت کی سب سے زیادہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے وہ صحیح معنوں میں اسلام کی علمبردار قیادت ہے لہٰذا جناب صدر مملکت اور نئی قیادت کا یہ فرض ہے کہ وہ ملکی تاریخ کے اس نئے اور نازک موڑ پر خود کو پرکھیں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ اب سے آئندہ کے لئے ان کے نزدیک اسلام کی حیثیت محض ایک نعرہ کی نہ ہو بلکہ انہیں اس بات کا پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اسلام کو اپنائے بغیر اس ملک کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا اب نئی قیادت کا فرض ہے کہ وہ قوم کو ہر قسم کے غیر اسلامی افکار و نظامہائے حیات سے بچا کر اسلام کا متبع بنانے کا عزم بالجزم کرلے ۔

☆ ۵ ---------- چونکہ اسلام کا نعرہ اس قوم کے لئے اپنے اندر زبردست جاذبیت اور عظیم کشش رکھتا ہے اس لئے ہر وہ شخص جو قیادت کا آرزومند ہو وہ یہ نعرہ بلند کرنے پر مجبور ہوتا ہے مگر اس انداز سے عوام کو مزید فریب نہیں دیا جاسکتا جہاں تک اسلام کے نام کا تعلق ہے اسے سنتے سنتے لوگوں کے کان پک گئے ہیں اب بھی اگر یہ سمجھا گیا کہ وہ اسلام کے نام سے لوگوں کو مزید خوش فہمیوں میں مبتلا رکھ کر کامیاب ہوجائیں گے تو انہیں بدلے ہوئے حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیئے انہیں بھی اپنے اس غلط اندازے کا جلد ہی احساس ہو جائے گا ۔ لوگوں کے سوچنے کا انداز کافی حد تک بدل گیا ہے وہ بار بار یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا جماعت یا حکومت کے نزدیک اسلام واقعی کامیابی اور کامرانی کا ضامن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تو پھر وہ ساری قوتیں اس کام کے لیے وقف کیوں نہیں کر دیتے ۔ قومی اور ملکی سطح پر درپیش مسائل اسلام کے ناخن تدبیر سے حل کیوں نہیں کئے جاتے ۔

اسلام کے نام لیواؤں سے عوام کا اعتماد کافی حد تک اٹھتا جارہا ہے اور وہ یہ سمجھنے میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہیں کہ آخر اسلام کی یہ کون سی قسم ہے جس سے علاقائی منافرت اور دھڑے بندیوں کو ہوا مل رہی ہے شرافت اور اخلاق

کو نقصان پہنچ رہا ہے جس میں ملک کے باشندوں کے دکھوں کو دور کرنے ' پستی کو رفعت اور بلندی سے تبدیل کرنے ' بے کسی اور مفلوک الحالی کو خوشحالی سے بدلنے ' خوفناک انتشار کو اتفاق اور اتحاد سے تبدیل کر ڈالنے کی صلاحیت نہیں اور نہ اس میں انہیں اخلاقی روحانی اور مادی عوارض سے نجات دلانے کی طاقت ہے ۔ اب قوم کو ایک ایسی صحت مند اور شاد کام اجتماعی زندگی سے لذت آشنا ہونے کی ضرورت ہے جس میں انہیں روح کے سکون ' اخلاق کی پختگی کے علاوہ جسمانی آرام بھی حاصل ہو ۔ ظاہر ہے کہ عوام کی موجودہ حکومت اور نئی قیادت سے یہ حیات آفرین توقعات محض اسلام کا نام لینے سے پوری نہیں ہوسکتیں ۔ اس لئے اب نئی قیادت کو پہلے سے بھی زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ صحیح اور مکمل اسلام کی علمبردار بن کر ان سارے مسائل کو سامنے رکھ کر میدان عمل میں اترے ۔ انہیں اس بات کا شعور ہو کہ وہ ملکی باشندوں کی پوری اجتماعی زندگی کو از سر نو اسلام کی بنیاد پر استوار کریں ۔ اگرچہ یہ کام بیحد مشکل اور صبر آزما ہے لیکن قیادت اگر انقلاب انگیز ہو اور اس حیات آفرین نظام کو اپنانے میں وہ مخلص اور بے لوث ہو تو سب سے پہلا کام اس کا یہ ہونا چاہئے کہ قیادت کے ذمہ دار افراد کا خود اپنا دل اسلام کی صداقت اور اثر آفرینی کی گواہی دے اور وہ اپنی زندگیوں میں اس کے مطابق تغیر پیدا کریں ۔

دوم یہ کہ نئی قیادت کو اخلاق و ایثار کے ساتھ ساتھ غیر معمولی فہم و فراست اور حسن تدبیر سے کام لینا چاہئے دنیا کی کوئی تحریک ' کوئی قانون اور کوئی نظام ' خلا میں کام نہیں کرتا بلکہ اسے ایک خاص قسم کے ذہنی ' فکری ' معاشرتی اور سیاسی ماحول میں اپنے لئے راستہ نکالنا پڑتا ہے اس لئے نئی قیادت کو ماضی کے تجربات کے علاوہ ملک اور قوم اور نظام اسلام کے مزاج اور نوعیت سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کرلینا چاہئے اور ملک کے اندر ماحول کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اس وقت سب سے زیادہ توجہ اس ملک کی اسلامی اساس کو

مستحکم کرنے کی طرف دینی چاہئے تاکہ قوم کے اندر فکری اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرکے اسے صحیح معنوں میں ایک ملت بنایا جاسکے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ پاکستان کی وحدت ' اس کی سالمیت ' اس کی بقا اور اس کی ترقی کا دارومدار اسلام اور صرف اسلام پر ہے اگر اسلام درمیان سے ہٹ جائے تو پھر اس ملک کے لاتعداد حصے بکھرے ہو جائیں گے اور خدا نہ کرے کہ یہ ملک چھوٹی چھوٹی قومیتوں کی رزمگاہ بن کر دوسرے ممالک کے لئے تر نوالہ بن جائے ۔

(ماہنامہ الخیر ملتان جون سنہ ۱۹ء)

قیادت کا غیر سنجیدہ طرز فکر

اور

عوام کا بھرپور احتساب

حکومت کی تبدیلی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے برسراقتدار آنے سے نفاذ شریعت اور قومی خدمت کی بہترین فضا قائم ہوئی ہے اور خدا نہ کرے کہ یہ قوم و ملت اور ملکی قیادت کے لئے آخری مہلت اور اتمام حجت ہو ——— قومی قیادت اور ذمہ داران قوم کا موجودہ حالات میں یہ بھی فرض بنتا ہے کہ قوم کے اندر غیر سنجیدہ طرز فکر اور غیر سنجیدہ طرز عمل پیدا کرنے کی مذموم کوششوں کو بھی ناکام بنانے کی نہ صرف فکر کرنی چاہئے بلکہ مذمت اور اس کے سدباب کے لئے بھرپور اقدام کرنا چاہئے - اس سلسلہ میں عوام اور قائدین دونوں پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں عوام کو حکمرانوں سمیت پوری سیاسی قیادت کے اقوال اور اعمال پر برابر نگاہ رکھنی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ وہ جس قسم کی خوش کن باتیں کر رہے ہیں کیا وہ ان میں سنجیدہ اور مخلص بھی ہیں یا محض لوگوں کے دل بہلانے کے لئے مختلف اوقات میں ان کا اظہار کیا جا رہا ہے - اور اگر عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے رہنما ' ان کے جذبات سے کھیل رہے ہیں اور غلط توقعات کے محل کھڑے کرکے انہیں وقتی طور پر خوش کرنے میں مصروف ہیں تو انہیں منظم اور بھرپور اور موثر طریقے سے ان کا احتساب کرنا چاہئے کیونکہ محض خوش کن باتیں ' زبانی وعدے ' خوش آئندہ بیانات یا الفاظ کے استعمال میں مطلق العنان ہونے سے کسی بھی قوم کی بگڑی نہیں بنتی اس کے لئے واضح اور سنجیدہ طرز فکر ' ٹھوس طرز عمل اور تدبر و خلوص اور دانائی و حکمت عملی کا وافر سرمایہ درکار ہوتا

ہے ۔

دوسری طرف ، قومی قائدین ، حکومتی عمائدین ، ملکی رہنماؤں اور مذہبی پیشواؤں کو بھی قوم و ملت اور عوام کے بارے میں ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہنی چاہئے کہ قوم تعمیر و ترقی کے صبر آزما کام سے منہ موڑ کر کہیں محض کھوکھلے نعروں پر زندگی بسر کرنے کی خوگر تو نہیں ہوتی جارہی اور محنت اور اصل مقصدیت سے جی چرا کر صرف خواہشات اور تمناؤں کے پیچھے چلنے کو ہی زندگی کا مقصد نہیں سمجھ بیٹھی ۔ عوام کی دلجوئی ، عوام کے مسائل سے دلچسپی اور ایک مسلمان کی حیثیت سے نفاذ شریعت اور نظام اسلام کی بالادستی کے لئے بھرپور مساعی ہر مخلص قومی رہنما کا فرض ہے جس کو اسے پورے خلوص سے سرانجام دینا چاہئے ۔

مگر یاد رہے کہ یہ قوم کی خیر خواہی نہیں بلکہ اس کی بدخواہی ہے کہ قائدین اور قومی رہنما قوم کی کمزوریوں کی اصلاح کرنے کے بجائے ان سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیں اور قوم جس غلط راہ پر گامزن ہے اس سے اسے ہٹانے اور صحیح راہ پر چلانے کے بجائے وہ نہ صرف اسے غلط راہ پر بلا روک ٹوک ، چلنے دیں " تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست " کا نعرہ مستانہ لگا کر اسے برق رفتاری کے ساتھ بربادی کی اس راہ پر آگے بڑھنے کی ترغیب دیں اس روش کی کسی بھی مخلص رہنما ، سیاسی قائد یا علمی شخصیت اور قومی دانشور سے کسی طور بھی توقع نہیں کی جاسکتی

۔

اور یہ ایک مسلّم اصول ہے کہ تمام زندگی میں ان افراد کو انسانیت کا دشمن گردانا جاتا ہے جو انسانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے دنیوی فوائد ، سیاسی مقاصد اور جاہ و منصب اور مفادات حاصل کرتے ہیں تو ان قائدین اور قومی رہنماؤں سے اس انسانیت سوز طرز عمل کی کس طرح توقع کی جاسکتی ہے جو قوم کی سربلندی کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے دعویدار ہوں ---------

بہرحال یہ ایک سنجیدہ طرز فکر اور دینی و قومی نقطہ نگاہ سے ٹھوس زاویہ عمل ہے

مفکرین ' دانشور اور قومی قیادت اگر سنجیدگی سے اس طرز فکر سے سوچے اور واقعۃً وہ اس میں مخلص ہو اور کچھ کر گذرنے کا ارادہ بھی ہو تو بہت ہی مفید ثمرات اور ٹھوس نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اور سوچنے کی بات تو یہ بھی ہے کہ آخر ایک مسلمان ملک میں اور پھر ایک ایسی تحریک کے نتیجہ میں جو خالص اسلام کے نام پر چلی اور ایک ایسے اتحاد کے برسراقتدار آنے کے بعد جو خالص اسلام کے نام پر بنا تھا ' اسلامی ریاست کے مطالبے اور نفاذ شریعت کی اپیل و تحریک کی ضرورت ہی کیوں پیش آرہی ہے۔ اسے تو فطری طور پر اسلامی ریاست ہی ہونا چاہئے تھا اور اس کی ساری قوتیں اس مقصد کے لئے صرف ہونی چاہئیں تھیں کہ وہ اسلام اور نظام شریعت سے مطابقت پیدا کرے ———— اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ استعماری دور کے تعلیمی انقلاب نے مسلمانوں کی نئی نسل اور تعلیم یافتہ طبقے کو اسلام سے دور کر دیا اور ان کے ذہنوں کو اسلام کے بارے میں اس قدر مسموم کر دیا گیا ہے کہ وہ نظام اسلام سے بدظن ہیں اور وہ اسے آج کے دور میں از کار رفتہ سمجھتے ہیں۔ یہی وہ طبقہ ہے جس کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہے جو اپنے ہی ملک کے لوگوں کے جذبات اور احساسات سے برسرپیکار ہے اور نفاذ شریعت کی راہ میں عملاً رکاوٹ بن گیا ہے اگر ایک طرف غفلت اور جہالت ہے تو دوسری طرف سوء ظن اور عداوت ' یہی چیزیں ہیں جنہوں نے مسلمان ملک میں اسلام نفاذ سے روک رکھا ہے۔

اس کا حل یہی ہوسکتا ہے کہ دینی اور اسلامی قوتیں اور مذہبی سیاسی جماعتیں اور مفکرین اسلام ایک منظم منصوبہ بندی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں عوام کی ذہنی اور فکری تربیت کا اہتمام کیا جائے دوسری طرف ہمہ تن بھرپور توجہ سے زندگی کے تمام شعبوں میں خالص دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے اسی قیادت کو ابھار کر سامنے لایا جائے جو جمہور اہل سنت والجماعت اور اسلامیان پاکستان کے جذبات و احساسات کو سمجھتی ہو ' اسلام پر پکا یقین رکھتی ہو۔ فکری

تبدیلی اور تربیتی تنظیم سے ایسے باہمت افراد سامنے لائے جاسکتے ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کو جاری و ساری کرنے کا داعیہ رکھتے ہوں - یہی وہ صورت ہے جس میں قوم کی صلاحیتیں اور قوتیں باہم کشمکش کے بجائے مثبت تعمیر پر صرف ہوں گی اور اس طرح جمہور مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہونے کی توقعات ' یقین میں بدل سکیں گی -

اسلام میں خلافت کا تصور

اور

مقام خلافت راشدہ

خلافت: کے لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں ۔

الخلافتہ ' النیابتہ عن الغیر امالغیبتہ المنوب عنہ و امالموتہ و امالعجزہ و اما لتشریف المستخلف (مفردات راغب)

لفظ خلافت خود بھی اپنے مفہوم و منشاء کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ایک اصل کا سایہ ' ایک آئینہ کا عکس ' اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے ۔

خلافت قرآن میں : قرآن حکیم میں خلافت ' استخلاف فی الارض ' وراثت ' اور تمکین فی الارض سے مقصود قومی اقتدار، ریاست اور قوموں اور ملکوں کی حکومت و سلطنت ہے ۔ یعنی دنیا میں نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کے لئے ایک خاص اور ذمہ دار حکومت قائم ہو ' جو کہ کفر و شرک ' ظلم و جور اور ضلالت و طغیان سے اس زمین کو پاک کر دے اور دنیا میں عبادت و اطاعت ' امن و سکون اور راحت و طمانیت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہمہ گیر قانون عدل کو نافذ کرکے کرۂ ارضی کو سعادت و شرافت کی بہشت زار بنا دے ۔

منصب نبوت : حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے سلسلہ نبوت قائم فرمایا ۔ ہر نبی حق تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے سب سے پہلے خلیفتہ اللہ حضرت آدم ہیں انی جاعل فی الارض خلیفہ ہر نبیؑ نے اپنی اپنی امت کی پوری، پوری اصلاح فرمائی ۔ منکرات مٹانے اور نیکیاں پھیلانے میں اپنی پوری قوتیں صرف کر دیں یہاں تک کہ پیغمبر آخرالزمان ' سرور کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم مبعوث ہوئے - چونکہ آپؐ حق تعالٰی کے آخری خلیفہ اور خاتم الانبیاء تھے - اس لئے جب تک آپ کی بعثت کا سب سے بڑا نصب العین " خدا کے قانون کو خدا کی زمین پر بلا زحمت قائم کرنا " پورا نہیں ہوا آپؐ کو عالم اقدس کی طرف بلانے کی دعوت نہیں دی گئی اور جب خدا کا آئین مکمل کر دیا گیا ' اس کی تعلیم اور عملی تشکیل پورے طور پر کر دی گئی اور خدا کی زمین پر اسلام کا مکمل آئین پوری تمکین و قدرت کے ساتھ نافذ ہونے لگا تو قرآن مجید نے اعلان کر دیا - کہ اب بعثت تامہ کا مقصد پورا ہوگیا -

خلافت نبوت : لہٰذا اب رسالت کے فرائض کی انجام دہی باقی ہے - اس کو آپؐ کے خلیفہ انجام دیتے رہیں گے اس عظیم مقصد کے پیش نظر زبان نبوت سے ارشاد ہوتا ہے -

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء اور پیغمبر سیاست کرتے تھے جب ایک پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہو جاتا تھا - لیکن پیغمبری اور نبوت اب ختم ہوگئی تم میں خلفاء ہوں گے (صحیحین)

آپ نے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ " خلفا " تعبیر فرما کر واضح کر دیا کہ وہ آپؐ کے نائب اور قائم مقام ہوں گے - " علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین " درحقیقت خلافت و امامت پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے - گویا اسلام میں نبوت کے بعد خلافت سب سے بڑا درجہ اور اہم رتبہ ہے - اس لئے خلیفہ کا فیصلہ اور حکم شرعا واجب الاطاعت ہوتا ہے -

خلافت کے فرائض : اسلام میں خلافت کے وسیع اور عالمگیر فرائض جن کے تحت دینی اور دنیوی مقاصد کی تکمیل آ جاتی ہے ان کی اجمالی تشریح صرف ایک فقرہ میں کی جاسکتی ہے - " پیغمبر کے کاموں کو قائم ' باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک و صاف رکھنا " صحیح اور جامع الفاظ میں اس کو " اقامت دین " سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے -

خلافت کی شرائط : آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء اور جانشینوں کا ان تمام ضروری اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے جن کی " اقامت دین " جیسے اہم مقاصد کی تکمیل کے لئے اشد ضرورت ہے چونکہ منصب خلافت متعدد حیثیتوں سے مرکب ہے - اس لئے اسلام نے ایک خلیفہ کے لئے ہر حیثیت کے لحاظ سے ضروری اوصاف بتائے ہیں -

ویشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ بان یکون مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا سائسا بقوۃ رایہ ورویتہ و معونتہ باسمہ وشوکتہ قادرا بعلمہ و عدالتہ وکفایتہ و شجاعتہ علی تنفیذ الاحکام و حفظ حدود الاسلام و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم الخ (کذافی شرح الفقہ الاکبر للقاری و شرح المقاصد و فتح الباری و نیل الاوطار و شرح المواقف و النسفی وغیرہ) یعنی ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جائے جس میں حسب ذیل اوصاف پائے جائیں -

مسلمان ہو ' آزاد ہو ' مرد ہو ' عاقل ہو ' بالغ ہو ' صاحب رائے و نظر ہو ' تدبیر و انتظام کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو ' احکام شریعت کا محافظ ہو ' ان کے جاری و نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام کے لیے جس قدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت ہے وہ اس میں موجود ہوں - اتباع شریعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و ہمت و شوکت و صولت ساری صفتیں اس میں ہونی چاہیں -

استحقاق خلافت : ان ہی فضائل و کمالات کے لحاظ سے قرآن و حدیث میں ایسے مخصوص اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کاملہ کا مستحق صرف صحابہؓ کا گروہ تھا چونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ صحابہؓ کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے خود اس گروہ میں ایسے مخصوص قیود و اوصاف کا اضافہ کیا گیا - جس سے خلافت کا مفہوم بالکل واضح اور مکمل ہو جاتا ہے -

مخصوص اوصافِ خلافت در قرآن و سنت : چنانچہ قرآن و حدیث کے

اشارات و تلویحات ' تکمیل مفہوم خلافت کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت بتاتے ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) خلیفہ مہاجرین اولین سے ہو صلح حدیبیہ اور دیگر اہم غزوات میں شریک ہونے کے علاوہ سورہ نور کے اترنے کے وقت بھی موجود رہا ہو -

(سورہ حج ۴۱ - سورہ فتح ۲۹)

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملو الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم (سورہ نور ۷) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنا چکا ہے جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کرے گا -

اس آیت میں " منکم " سے مراد وہی جماعت ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھی اور اسی جماعت سے خدا نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اگر بعد میں آنے والے مسلمان بھی مراد ہوتے تو پھر ایمان اور علم صالح کی قید کے ساتھ " منکم " کی ضرورت نہیں ہوتی -

(۲) خلیفہ مبشر بالجنۃ ہو -

(۳) امت کے طبقہ ء علیا میں شامل ہو -

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس سے مستحق خلافت جیسا ہو مثلاً آپؐ نے اس کے استحقاق خلافت کا ذکر کیا ہو اور جو کام خلافت سے تعلق رکھتے ہیں آپؐ نے اپنی زندگی میں اس کو ان پر مامور کیا ہو -

(۵) اللہ تعالٰی کی طرف سے رسولؐ سے کیا گیا وعدہ خلیفہ کی ذات سے پورا ہوتا ہو -

(۶) اس کا قول حجت ہو -

(ملخصا ازازالۃ الخفاء)

خلافت راشدہ : ان اوصاف مذکورہ کا مجموعہ صرف خلفاء اربعہ کی ذات تھی ۔ سب جانتے ہیں کہ حضورؐ کے چاروں یار مہاجرین اولین میں سے تھے ۔ صلح حدیبیہ ' بدر ' احد اور دیگر اہم غزوات میں شریک تھے ' سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے ' مبشر بالجنہ تھے ' امت کے طبقہ ء علیا میں سے تھے ' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مستحق خلافت ہیں ۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا :

" میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابوبکرؓ خدا کے بارے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ' سب سے زیادہ حیادار عثمانؓ ' سب سے بڑے قاضی علیؓ بن ابی طالب ہیں ۔"

(خلفائے راشدین از معین الدین ندوی)

خدا تعالٰی نے آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم ان مکنا ھم فی الارض الخ میں اپنے پیغمبرؐ سے اقامت الصلوٰۃ ' ایتائے زکوٰۃ ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر اور تمکین و تقویت دین کے جو وعدے کئے تھے وہ ان ہی کے زمانے میں پورے ہوئے ۔ قرآن مجید میں اس کے علاوہ اور بھی کئی نظائر موجود ہیں ۔

الرام اینکہ خلفاء اربعہ کی خلافت خاصہ و راشدہ ٹھیک طریق نبوت و سنت پر قائم تھی ۔

خلفاء راشدین کا دور دائمی اسلام کی طرح خلافت ارضی ' حکومت و سلطنت ' نظام و قوام سیاست ' قیادت فوج و حرب ' فتح و عمران ممالک ' اقامت مجالس شوریٰ ' حکمرانی کے تمام مناصب اور اس قسم کے تمام نظری و عملی قوتوں اور تمام منصوبوں کا جامع تھا ۔

گویا ان کا وجود اور ان کے اعمال ' نبوت کا ایک آخری جزء تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ " عضوا علیھا بالنواجذ " کے حکم میں سنت نبوت کی طرح سنت خلافت راشدہ بھی داخل ہے ۔ خلافت راشدہ اوراسلام کا آپس میں ایسا مضبوط رشتہ ہے

کہ ایک کے بغیر دوسرا قائم نہیں رہ سکتا۔

طریق انتخاب خلافت: خلفائے راشدین کے زمانے میں خلیفہ کا طریق انتخاب شوریٰ پر مبنی اور جمہوری تھا مگر موجودہ جمہوری ریاستوں کے طریق انتخاب سے مختلف تھا۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق امت کو حاصل تھا۔" امرہم شوریٰ بینھم " کی بنیاد پر قوم اور صائب الرائے حضرات (اہل حل و عقد) شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرتے تھے۔ نسل اور خاندان کو اس سے کوئی دخل نہ تھا۔

خلیفہ اول کا انتخاب عام جماعت میں ہوا۔ خلیفہ دوم کو خلیفہ اول نے نامزد کیا۔ اور اہل حل و عقد نے منظور کرلیا۔ خلیفہ سوم کا انتخاب جماعت شوریٰ نے کیا۔ خلیفہ چہارم کی بیعت بھی اہل حل و عقد نے کی۔

فیاللعجب! تعجب ہے ان لوگوں پر جن کو حضرت علیؓ کی خلافت و امامت کا تو اقرار ہے مگر معنی خلافت و امامت اور اس کی تشریح و توضیح میں عقیدہ علیؓ سے فرار ہے۔ حضرت علی کا ارشاد ہے:

وانما لشوری للمهاجرین و الانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذلک لله

رضی نهج البلاغه طهران ص ۳۹۸

شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے پس جس شخص پر وہ اتفاق کرلیں اور اس کو امام نامزد کر دیں اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔

طرفہ تماشا یہ کہ حضرت علیؓ تو اصحاب ثلاثہ کی خلافت کا اقرار و اعتراف اور شرعاً اس کو ضروری قرار دے رہے ہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے طریق انتخاب کو اپنی خلافت کی دلیل میں پیش فرماتے ہیں۔

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوہم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد الخ

ترجمہ: بلاشبہ جو قوم جس مذہب پر ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت ہوئی تھی وہی

قوم اسی مذہب پر میری بیعت ہوئی ہے - پس حاضر کے لئے اختیار کا حق نہیں اور غائب کے لئے رد کرنے کا -

مگر محبان علیؓ کو ان کا یہ عقیدہ راس نہیں آتا - شاید یہ اس لئے کہ ان کے عقیدہ میں اپنے امام کے خلاف بھی شور و غوغا کرنا بھی کوئی کار خیر اور باعث اجر عظیم ہے جس کو وہ تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں -

حضرت علیؓ اور نظام خلافت راشدہ : حضرت علیؓ نے نہ صرف اصحاب ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کیا بلکہ اپنے دور (خلافت راشدہ) میں باوجود اقتدار اور اعلیٰ (منصب خلافت راشدہ پر فائز ہونے کے ان ہی کی پیروی کو ضروری سمجھا - (جس کو شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغہ کے حوالہ سے اوپر لکھ دیا گیا ہے) اور اسی قانون کو نافذ رکھا جس کو اصحاب ثلاثہ نے اپنے دور خلافت راشدہ میں نافذ کیا تھا -

یہ تاریخی حقیقت اس قدر واضح اور اظہر من الشمس ہے کہ عداوت صحابہؓ کے مریض کو بجائے انکار کے تقیہ کا عقیدہ رائج کرنا پڑا -

فقہ جعفریہ ؟ : تعجب ہے کہ پھر بھی ان لوگوں کو پاک سرزمین میں فقہ جعفریہ (جس کی بنیاد عداوت صحابہؓ جس کے احکام تحریف قرآن پر مبنی اور جس کا نفاذ (یعنی متعہ وغیرہ سراسر ضلالت ہے) کے نفاذ کا جنون ہے -

کیا مجنونان فقہ جعفریہ ثابت کرسکتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور اقتدار میں فقہ جعفریہ کا قانون نافذ کیا ہو ؟ صرف یہ نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے دور امامت تک فقہ جعفریہ کے قانونی نفاذ کا نام و نشان تک نہیں بتاسکتے - متحدہ ہندوستان میں انگریزی دور اقتدار سے قبل ۸۰۰۰ سال تک وہی قانون اور وہی فقہ (فقہ حنفی) نافذ رہی جس کی بنیاد نظام خلافت راشدہ تھی -

خدا جانے یہ فقہ جعفریہ کہاں سے آئی ؟ کن لوگوں کے لئے آئی ؟ اور کہاں

نافذ ہوگی ؟ ----

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

انکار خلافت راشدہ اور اس کے برے نتائج : خلافت راشدہ موعودہ و مسلمہ کے انکار سے سارے دین کو مشکوک کرنے والے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :

(۱) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے -

(۲) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ((اعلائے کلمتہ اللہ) فوت ہو جاتا ہے -

(۳) اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے (العیاذ باللہ) کہ قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کے فضائل بیان کئے جو ان کا صحیح مصداق نہ تھے -

(۴) قرآن حکیم کی پیشین گوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں -

(۵) وعدہ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے -

(از مقدمہ آفتاب ہدایت)

خلافت راشدہ کے انتظامی ' معاشرتی اور تعلیمی نظام کا اجمالی جائزہ

محکمہ جات : خلافت راشدہ کے مبارک دور میں آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع خراج ' زکوۃ ' جزیہ ' مال غنیمت اور عشور (تجارتی ٹیکس) تھے - جن کا باقاعدہ حساب رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ کے دور میں دیوان (محکمہ مالیات) قائم ہوا - مقدمات کا فیصلہ قرآن و حدیث کے واضح احکام کی روشنی میں قضا " محکمہ انصاف " قائم کیا گیا - " پولیس اور جیل خانہ کا محکمہ قائم ہوا -

فوجی نظام : ۱۵ھ میں باقاعدہ طور پر محکمہ فوج کی بنیاد رکھی گئی ۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی فوج کی تعداد دس لاکھ مسلح سپاہیوں تک پہنچ گئی ۔ مدینہ ' دمشق ' فسطاط ' بصرہ اور کوفہ میں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں ۔

تجارت : یوں تو قرآنی شہادت (رحلۃ الشتاء والصیف) کے مطابق تجارتی کاروبار وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا ۔ مگر خلفاء راشدین کے دور میں اس کا دائرہ اور بھی وسیع ہوگیا ۔ ایران ' مصر اور شام کی فتوحات کے بعد جب عرب تاجروں کے تعلقات پاک و ہند ' جاوا ' سماٹرا ' انڈونیشیا اور چین کے ساتھ قائم ہوگئے تو مفتوحہ علاقہ سے عربوں کی تجارت خوب چمکی ۔ حضرت طلحہؓ بڑے تاجر تھے ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارتی سامان چھ سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا ۔

تعلیم و تعلم : اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور امت کو اعلیٰ تعلیمی معیار پر لانے کی غرض سے خلفائے راشدین نے اپنے زمانے میں جابجا علم و حکمت کے مراکز قائم کئے صرف یہ نہیں کہ اس دور سعادت میں ہر مسجد مرکز رشد و ہدایت ہوتی تھی ۔ جن کی بدولت بعد میں فقہا کی اچھی خاصی تعداد وجود میں آگئی ۔ جو مفتیوں ' قاضیوں اور ججوں کی حیثیت سے لوگوں کی رہنمائی کرنے لگے ۔

تہذیب و تمدن : اسلامی تعلیمات نے تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی عربوں کا معیار بلند کیا صحت و صفائی اور لباس و طعام میں ضروری ہدایات کے ساتھ ساتھ مصنوعی تکلفات سے بھی ان کو دور رکھا ۔ ان کی یہی سادہ زندگی اور ان کے پاکیزہ اخلاق اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنے ۔ اسلامی تہذیب و تمدن سے محکوم قومیں حد درجہ متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں ۔ (ماہنامہ الحق جون ۱۹۷۹ء)

نصب العین سے وابستگی ! اسلامی انقلاب کی خشت اول

ملک بھر میں جماعتی رکنیت سازی اور تنظیمی کام اور ہر لحاظ سے مثبت اور مفید رفتار کار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر جمعیتہ کے راہنماؤں اور کارکنوں کو اس بات کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ ہم اس کے دین کی سربلندی کے لئے ایک بار پھر منظم ہو کر جدوجہد کریں ۔ رفتار کار میں یہ تبدیلی اور کارکنوں اور عامتہ المسلمین کی جماعتی کار سے پرجوش وابستگی اور نئے عزائم یہ اس منعم حقیقی ہی کا احسان ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنی خصوصی عنایات اور توفیقات سے نوازا ۔ہے ' اس پر ہم جس قدر بھی اس کا شکر بجالائیں اسی قدر کم ہے : ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین انت نلینا فاغفرلنا و ارحمنا وانت خیر الغافرین

ہماری اس ساری جدوجہد ' رکنیت سازی ' تنظیم سازی ' صوبائی اجتماعات ' مرکزی مجالس ' جلسہ ہائے عام ' انتخاب اور پارلیمنٹ میں کردار ' فرق باطلہ کا تعاقب ' دینی مدارس کا قیام ' ظالم اور جابر حکمرانوں کے سامنے اعلاء کلمتہ اللہ ' غرض تمامتر مساعی کا مقصد صرف ایک ہی ہے کہ ہم خداوند کریم کے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں ۔ ہمارا کعبۂ مقصود آخرت کی فلاح و کامرانی ہے ' مگر کامیابی کا یہ راستہ چونکہ دنیا ہی کی پر پیچ وادیوں میں سے گزر کر جاتا ہے اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کے لئے جو احکام اپنے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمائے ہیں ان کی غیر مشروط اور مخلصانہ پابندی ہی میں ہم اپنی اور پوری نوع بشری کی نجات سمجھتے ہیں ------- ہمارے جماعتی کاز کا اولین ہدف ہی یہی ہے کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ ہی کی بندگی میں داخل کریں ' دنیا کی تنگی سے نجات دلا کر وسعت و کشائش کی راہ دکھائیں اور ظلم وجور سے بچا کر عدل و انصاف کی فضا میں لائیں ۔

یہ عظیم نصب العین چونکہ محض ایک خوش کن فلسفہ نہیں بلکہ ایک نظام فکر و عمل ہے اس لئے بحیثیت مسلمان ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اس مقصد کے حصول کے لئے عملی جدوجہد کریں ۔

اسی نقطہ نظر سے علماء حق کی جماعتی تنظیم نہ ان معنوں میں ایک مذہبی جماعت ہے جن میں کہ یہ لفظ مغرب میں عام طور پر بولا جاتا ہے اور نہ ان معنوں میں ایک سیاسی تحریک ہے جن معنوں میں یہ لفظ ہمارے ہاں رائج ہے ۔ جمعیت اول تا آخر دینی جماعت ہے ' دین ہی اس کی اساس ' اس کا مبدء اور جوہر حیات ہے ' اس کا سیاست سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ خود اسلام کا ہے ۔ ہمارے نزدیک سیاست نہ تو کوئی شجر ممنوعہ ہے کہ اس سے مکمل اجتناب برتیں اور نہ ہی یہ ہماری غایۃ الغایات ہے کہ ہم اپنی ساری توجہ اس کی طرف مرکوز کردیں اور اسلامی تعلیمات کے باقی شعبوں سے یکسر غافل ہو جائیں ۔

ہماری سیاسی جدوجہد کا مقصد اس کے سوا کوئی نہیں کہ ہم حیات انسانی کے باقی شعبوں کی طرح حکومت کو بھی قانون الٰہی کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور اس بات کا عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ اس کی غیر معمولی قوت و طاقت جو غیر اسلامی افکار و تصورات کی نشرو اشاعت اور باطل نظام کے استحکام میں بے دریغ صرف ہو رہی ہے ۔ اسے ہم اسلامی نظام حیات کے نفاذ میں استعمال کریں ۔ بے جانہ ہوگا اگر اسی مناسبت سے ایک دو باتیں ہم ان حضرات کی خدمت میں بھی عرض کردیں جو تحریک نفاذ شریعت سے کسی بھی حیثیت سے بھی وابستہ ہیں یا وابستہ ہو رہے ہیں یا وابستہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ براہ کرم ! تحریک کے جماعتی کاز ' مشن ' اہداف اور مقاصد کی نوعیت کو واضح طور پر سمجھنے کی کوشش کیجئے یہ خالصتہً ایک کاروان حق اور دینی قافلہ ہے ' اس کی منزل مقصود نہ ملک گیری اور کشور کشائی ہے اور نہ مال و متاع کا حصول ' ہماری منزل کا پہلا قدم بھی رضائے الٰہی ہے اور آخری قدم بھی اپنے آقا و مولٰی کی خوشنودی ۔ اس ایک مقصد کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ۔ یہی ہماری اصل غایت ہے اور اسی کے حصول کی خاطر ہم میدان میں اترے ہیں ہمارے نزدیک قافلے کی کامیابی کا دارومدار عالم اسباب میں باہمی نظم ' مخلصانہ

ربط ' اعتماد و اتحاد اور انقیاد جماعتی اور اخلاقی قوت پر ہے - یہ ہمارا ایک زبردست سہارا ہے - اسی ہدف اور اسی نہج پر کام کرنا ہوگا ' یہ بنیاد کا پتھر اور اسلامی انقلاب کی خشت اول ہے -

انتخاب ' امیدواروں کی کامیابی یا ناکامی یا سیاسی مسابقت کے دوسرے مختلف میدان ہمارے لے قطعا کوئی اہمیت نہیں رکھتے - ہم اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ خالص دینی ' اسلامی ' تنظیمی وجماعتی اہداف اور مقاصد کے ساتھ خلوص اور نصب العین کے ساتھ وابستگی اور اخلاقی میدان میں شکست کھا جانے کے بعد مال ومتاع کی کوئی بڑی سے بڑی مقدار یا منزلت وجاہ کی اونچی سے اونچی سطح ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں کرسکتی -

جب باہمی اعتماد ' دینی اتحاد ' تنظیمی قوت ' اخلاص وللہیت اور اخلاقی دائرے میں ہم پسپا ہو جائیں تو پوری دنیا کا غلبہ و اقتدار بھی ہمارے کسی کام نہیں آسکتا - یہ ہمارے لیے بالکل عبث اور بے کار ہے بلکہ انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے -

اس حقیقت کو بھی اچھی طرح دل و دماغ میں بٹھا لیجئے کہ ہماری منزل جاہلیت کی منزل سے یکسر مختلف ہے اور اس بنا پر ہمارے فکر و نگاہ کے زاویئے ' ہمارے افعال و اعمال کے محرکات ' ہماری کامیابی و ناکامی کے معیار ' ہمارے خوب وناخوب کے پیمانے ' ہمارے دوستیوں اور دشمنیوں کے انداز ' الغرض ہماری پوری پوری جدوجہد یکسر الگ اور جداگانہ ہے -

خشیت الٰہی قافلہ تحریک کی طاقت کا سرچشمہ ہے ' للّٰہیت اس کا زاد سفر ' تقوی اور پرہیزگاری اس کی اصل پونجی ' جس کے بل بوتے پر یہ قافلہ آگے بڑھتا ہے - اللہ کی محبت اسے سرگرم عمل کرتی ہے ' خدا ترسی اسے جادہ مستقیم پر گامزن رکھتی ہے اپنے مالک اور خالق کا خوف اور احساس جواب دہی اسے غلط راستوں پر بھٹکنے سے روکتے ہیں - عملی و دینی قیادت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ' شیخ

العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی ' امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری ' قائد ملت مولانا مفتی محمود ' قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ' بطل حریت مولانا غلام غوث ہزاروی کا ایثار اور جہاد عزیمت اس کے راستے کے سنگ میل ہیں ۔ ان ہی کے علوم وافکار اور خالص دینی روایات کی حامل قیادت پر اس کا اعتماد ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ہی کی بے پایاں رحمتوں پر بھروسہ اعتماد اور آخرت میں اس کی نعمتوں اور نوازشات کی توقعات اسے ہمت اور توانائی بخشتی ہیں کہ وہ نہایت نامساعد اور حوصلہ شکن حالات میں بھی مایوس نہ ہونے پائے اور اپنے ان دیکھے خدا پر یقین رکھتے ہوئے قدم بڑھاتا جائے ۔

اس توکل کے ساتھ دوسری اہم صفت استقامت ہے یعنی آپ کا بھروسہ کسی وقتی جوش کا نتیجہ نہ ہو بلکہ آپ اس مسلک پر ہمیشہ ہر قسم کے حالات میں مضبوطی سے قائم رہیں ۔ ایمان کی شمع جب ایک مرتبہ دل میں روشن ہو جائے تو پھر مخالفتوں کی شدید سے شدید آندھیاں یافتنوں کے خوفناک جھکڑ اسے نہ بجھا سکیں ۔ حضرت ابوعمرہ سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دربار رسالت میں عرض کی کہ مجھے براہ کرم اسلام کے بارے میں کوئی ایسی حقیقت بتا دیں جس کے سمجھ لینے کے بعد مجھے کسی دوسرے سے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے ؟ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخصوص بلیغانہ انداز میں ارشاد فرمایا : " تم اللہ کا اقرار کرو اور پھر اس پر ثابت قدم رہو (صحیح مسلم)

جماعتی احباب نے جس انداز سے رکنیت سازی اور تنظیم سازی کا کام شروع کر دیا ہے یہ بہرحال نصب العین سے لگن ' مشن سے خلوص ' خدا کی ذات پر اعتماد اور فکر آخرت اور اللہ کی خوشنودی کے حصول کا قابل قدر جذبہ ہے جو بہرحال ثمر آور ہوگا ۔

ایک مسلمان اس وقت کامیاب ہے جب تک اسے اپنے مقصد کے ساتھ عشق ' لگن اور وابستگی ہے اور وہ اس وقت ناکام ہے جب اس کا مقصد حیات اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے - اس بناء پر ایک مسلمان کی کامیابی اور ناکامی خارجی پیمانوں سے نہیں ناپی جاتی بلکہ اس کو معلوم کرنے کے لئے اس کے اپنے سینے ہی میں ایک پیمانہ لگا دیا جاتا ہے جسے عام اصطلاح میں دل ' قلب یا وجدان کہا جاتا ہے ہوسکتا ہے مسلمانوں کا کوئی گروہ سلطنتوں کی سلطنتیں فتح کرتا چلا جائے مگر اللہ کے نزدیک اس کے یہ سارے کارنامے اس وجہ سے بے وزن رہ جائیں کہ ان کا مقصد اعلاء کلمتہ الحق نہ تھا بلکہ کشورکشائی اور حصول اقتدار تھا اور اس کے مقابلے میں ایک دوسری جماعت ایک انچ بھر زمین حاصل نہ کرسکے مگر وہ اللہ کے ہاں محبوب ہو کیونکہ اس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی تھا اور اس کے لیے سعی کرنے کا حق اس نے ادا کر دیا - ہاں اصل چیز مقصد اور اخلاص ہے اور یہی دو چیزیں انداز زیست کی تشکیل کرتی ہیں ------ لہذا تحریک کے کارکنوں سے جماعتی کام ' مشن اور نصب العین کے حوالے سے یہی گذارش ہے کہ جب آپ اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر بصمیم قلب تحریک کے پلیٹ فارم سے اسلامی انقلاب اور نفاذ شریعت کی جدوجہد کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں تو پھر ادھر آگے قدم بڑھانے سے پہلے اپنی واپسی کی تمام کشتیاں جلا دیجئے - خدا کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرکے یہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھیئے کہ اب پلٹ کر جانے کے لیے کوئی جگہ آپ کے لئے نہیں ہے - اپنے رب کے ساتھ اسی معاہدہ کی بنیاد پر جب آپ سر دھڑ کی بازی لگا دینے کا فیصلہ کرچکے ہیں تو پھر اب آپ کو جان لڑا کر یہ کام بہرحال کرنا ہے ' خود بھی اس راہ پر چلنا ہے دوسروں کو بھی چلانا ہے - اور ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ جب نیت درست ہو ' جب دامن میں خلوص ہو ' جب مقصد خداہی کی خوشنودی ہو تو پھر آپ کی تمام ضروریات ' آپ کے تمام مشاغل ' آپ کی تمام مصروفیات اور آپ کی ہر چیز پر پہلا

اور مقدم حق خدا اور اس کے دین کا کام ہے ' باقی تمام چیزیں اس سے مؤخر ہیں ' آگے بڑھیئے کہ زمانہ بھی تو آپ ہی کا منتظر ہے ——

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں در نمے آید سواراں راچہ شد

(ترجمان دین جنوری ۱۹۹۲ء)

پرائیوٹ شریعت بل

تقاضے --- ذمہ داریاں --- اور مختلف مراحل

شریعت بل وقت کی ضرورت ' قوم اور ملک کی تقدیر ' اسلامیانِ ملک کے دلوں کی دھڑکن اور حکومت وقت کے گلے کا ہار بن چکا ہے ۔ مارشل لاء کے دور میں نفاذ شریعت کا مژدہ ہی مژدہ سنایا جاتا رہا ۔ علماء حق کی مساعی سے آئینی طور پر جو پیش رفت ہوئی عملاً اس کی بھی گت بنائی جاتی رہی ' جمہوریت آئی ' نئے وعدے اور دعوے ہمراہ لائی مگر اسلامائیزیشن کے اعلانات و بیانات کے باوجود اندرون خانہ شریعت بل کو ڈائنامیٹ کر دینے کے عزائم کھل کر سامنے آتے رہے ' ۹ سال کے عرصہ میں بعض جزوی آئینی تحفظات سے قطع نظر عملاً حکومتی کردار ' دین کے مسلمات سے تلاعب ' تمسخر اور اسلامی آئین کو مشق تحریف بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا ۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اب حکومت نے بھی علماء حق کے شریعت بل کے علاوہ اپنا حکومتی شریعت بل پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے ۔ جس سے مسلمانوں کی مزید دل شکنی ' نظریہ پاکستان سے انحراف ' باہمی تفریق و انتشار ' ملکی سالمیت کے نقصان اور سوائے ضیاع وقت و سرمایہ کے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے نفاذ شریعت کے اعلانات اور منصوبوں سے محض دفع الوقتی مقصود ہے ' حکومتی شریعت بل اسلام کو ماڈرن بنانے اور اس کا حلیہ بگاڑنے کا ایک نیا مشغلہ ہے ۔ مگر یاد رہے کہ اسلامیانِ پاکستان کو وہ اسلام درکار ہے جو محمدؐ عربیؐ خلفائے راشدین اور ائمہ امت کی وساطت سے پہنچا ہے ' عیسائی و یہودی مستشرقین اور ان کی روحانی اولاد کی وساطت سے پہنچنے والا اسلام ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۔ ایسے حالات کے پیش نظر ' قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے شریعت محاذ کے ارکان ' ہم خیال ممبرانِ پارلمنٹ '

علماء کرام ، مشائخ عظام اور تمام مکاتب فکر کے مذہبی ، سیاسی اور قومی رہنماؤں کا ۲۹ر جون ۱۹۸۶ء کو راولپنڈی میں ایک نمائندہ کنونشن بلایا ، جس کے نتیجے میں متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہوئی ۔ سرپرست محاذ نے ۴ر جولائی کو پورے ملک میں یوم شریعت منانے اور ۷ر جولائی کو اسلام آباد میں اسمبلی ہال کے سامنے شریعت بل کی فوری منظوری ، نفاذ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا ۔ یہ ابتدائی مرحلہ ہے ، یہ موقعہ بھی حکومت اور ارباب اقتدار کو اپنا محاسبہ کرنے اور نفاذ شریعت کے بارے میں اپنا رویہ و پالیسی بدلنے کی ایک مہلت ہے ۔ اس قدر مختصر ترین وقت میں جس قدر زور و شور اور جذبہ و ایثار سے پورے ملکی سطح پر احتجاجی مظاہرہ میں شرکت کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں ، معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی فیصلے بدلنے والے ہیں ۔ اب تک حکمران پوچھتے رہے کہ اسلام چاہتے ہو یا کوئی دوسرا نظام مگر اب حالات کا دھارا بدل چکا ہے ، فیصلہ عوام اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں اب مزید اسلام کی مالا جپنے کی بجائے ، شریعت بل کو منظور و نافذ کرنا ، یا پھر اپنے پیشروؤں کی طرح ایک داستان عبرت ، ایک بدترین انجام اور ذلت و رسوائی کی موت مرنا ہوگا ۔

متحدہ شریعت محاذ کے زیر اہتمام ۷ر جولائی ۱۹۸۶ء کو ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شریعت بل منظور کرانے کے سلسلہ میں اسلام آباد میں قومی اسمبلی ہال کے سامنے حمیت ایمانی ، غیرت اسلامی اور دینی درد سے سرشار تین لاکھ سے زائد افراد کا تاریخی مظاہرہ ہوا ۔ اور اس کے فوراً بعد ملکی سطح پر چھوٹے بڑے شہروں میں محاذ کی تشکیل ، احتجاجی مظاہرے پر امن جلوس ، بیداری کی لہر اور باہمی اتحاد کی شکل میں انقلاب آفرین نتائج دراصل شریعت بل ، غلبہ حق کی کوشش نوائے حق کی بانسری اور اس کی روح پرور آواز ہے ۔ جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ۔ پاکستان کی سرزمین اس آواز حق سے گونج رہی ہے باطل کے در و دیوار لرز گئے ۔ جعلی اسلام پسندی ، کھوکھلے نعرے اور منافقانہ پالیسوں کا پردہ چاک

ہونے لگا ۔ یہ اتحاد و یگانگت ' خلوص و دیانت اور جذبہ انقلاب اسلامی کا ادنی کرشمہ ہے ۔ کہ سینٹ میں علماء اور ان کے رفقاء کی بھرپور مساعی سے نواں ترمیمی بل منظور ہو گیا ہے ۔ مگر یاد رہے کہ یہ نہ منزل ہے اور نہ قوم اس سے لیلائے مقصود تک پہنچ سکتی ہے ۔ قوم شریعت بل کا نفاذ چاہتی ہے ۔ شریعت بل ملک کے ہر فرد اور بچے بچے کی جان و دل بن چکا ہے ۔ مگر کچھ ازلی بدنصیب ایسے بھی ہیں جن کا دل روشنی ایمان سے محروم ' جن کا باطن اسلام کی خاطر مرمٹنے کے جذبات سے عاری اور جو آنکھوں کے نہیں دل کے اندھے ہیں وہ اسے تنگ نظری اور فرقہ واریت پر حمل کرتے ہیں ۔ ایسوں کے خرمن دجل و تلبیس پر شریعت بل صاعقہ بن کر گرا ۔ اور اب ان کی سازش کا چکر تیز تر اور گہرا ہوتا جارہا ہے حالانکہ یہ مسئلہ صرف محرکین بل ' متحدہ شریعت محاذ ' ارکان پارلیمنٹ یا صرف برصغیر کا نہیں بلکہ یہ مسئلہ روئے زمین پر بسنے والے محمدؐ عربی کے ہر نام لیوا امتی اور دربار رسالتؐ کی چوکھٹ سے تعلق رکھنے والے ہر ادنی سے ادنی کارکن کا ہے ۔ ارباب اقتدار کے تاخیری حربوں ' اسلام دشمن عناصر کے لادینی ہتھکنڈوں نے قوم کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ متحدہ شریعت محاذ کی شکل میں منظم ہو کر دجل و تلبیس کے سارے نشانات ایک ایک کرکے مٹا دیں ۔ اسلامی لبادہ اوڑھ کر ملک میں امریکی اور سامراجی اسلام ' منافقانہ نظام ' میکیاولی سیاست اور دجالی کفر کو جب تک پوری طرح ٹھکانے نہ لگایا جائے گا پوری امت اپنے محبوب پیغمبر کے سامنے سرخرو نہ ہوسکے گی ۔ قوم اسلام کے شجرہ طوبی کے سایہ عاطفت اور قصر شریعت کی پناہ میں رہنے کا فیصلہ کرچکی ہے ۔ وہ اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعدائے اسلام کے نقب سے بچانے کو اپنا فرض سمجھتی ہے جو طاقتیں اور باطل قوتیں ' شریعت بل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی نا مسعود سعی کریں گی انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ' تاراج اور مفلوج کر دیا جائے گا " حمیت اسلامی سے سرشار باشندے یقین کرچکے

ہیں کہ یہ وقت بدر و حنین کا ہے جمل و صفین کا نہیں ۔

واللہ فی عونکم مادمتم فی عون الاسلام

(ماہنامہ الحق جولائی ۱۹۸۶ء)

سینٹ میں شریعت بل کی منظوری
ــــــــــ قومی اور سیاسی قیادت کی ذمہ داریاں

سینٹ آف پاکستان نے بالاخر ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو پرائیویٹ شریعت بل کو کم و بیش پانچ سال کی طویل ترین مدت اور ہمہ پہلو بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر منظور کرلیا ہے ۔ یہ خالص خدا تعالیٰ کا فضل و کرم اور صرف اسی ہی کی مہربانی تھی کہ امت کے مشائخ و صالحین کی بارگاہ ربوبیت میں آہ و زاری اور دعاہائے مستجابہ ' دینی و سیاسی جماعتوں ' مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام ' ارکان سینٹ اور عامتہ المسلمین کا بھرپور اور مخلصانہ تعاون شامل ہوا ۔ بالاخر متعدد کمیٹیوں ' استصواب رائے ' نظریاتی کونسل اور سینٹ کے ہمہ پہلو ممکنہ بحث و تنقید کے مراحل ' پانچ سالہ صبر آزما جدوجہد اور ان تھک مساعی کے بعد محرکین شریعت بل ہزار مخالفتوں ' بے پناہ رکاوٹوں 'اپنوں اور پرایوں کی ملامتوں ' معترضین کے لعن طعن ' سیاسی فضا کی ناہمواریوں کے باوصف ' تدبر و سیاست کامیاب حکمت عملی سے دعوت و عزیمت کی شاہراہ پر چل کر ۱۳ جون ۱۹۸۵ء کو سینٹ کے پہلے اجلاس میں اپنے پیش کردہ پرائیویٹ شریعت بل کو ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء میں متفقہ طور پر منظور کرانے میں کامیاب ہوگئے ۔ والحمدللہ علی ذلک

تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں علماء دیوبند کا بنیادی کردار ' ۱۹۴۹ء کی دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیراحمد عثمانی کی قراردادمقاصد ' ۱۹۷۳ء کے دستور میں مولانا مفتی محمود ' مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحق کی ملک کے اساسی نظریات کے آئینی تحفظ میں کامیاب مساعی ' ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد یوسف بنوری کی پارلیمنٹ سے باہر مجلس عمل کی بھرپور قیادت ' مولانا مفتی

محمود اور مولانا عبدالحق کا پارلیمنٹ کے اندر مرزائیت کی تکفیر کا پارلیمانی اور تاریخی کارنامہ ' ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰے میں مولانا مفتی محمود کی موثر راہ نمائی اور ۱۹۸۵ء کے جمہوری اداروں میں برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی مرتبہ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف کا ایوان بالا سینٹ میں شریعت بل کے نام سے جامع اسلامی مسودہ قانون پیش کرنا ' پھر متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تحریک نفاذ شریعت اور ان کی سرپرستی و قیادت ' ڈیڑھ سال قبل کے سیاہ ترین انقلاب کے موقع پر متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اور اب مئی ۱۹۹۰ء میں برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک پرائیویٹ جامع مسودہ قانون شریعت (شریعت بل) کا سینٹ سے متفقہ طور پر نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے نام سے منظور کرانا ' علماء حق کے کردار اور تاریخ دعوت و عزیمت کی ایسی لازوال کڑیاں ہیں جو باہمی طور پر ایک دوسرے سے متوارث ' مربوط اور مرحلہ وار پیش رفت کا ارتقاء اور تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جسے ملک کے اجتماعی نظام میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انقلابی عملی تبدیلیوں کا مؤثر اور کامیاب ترین نکتہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے ۔

شریعت بل کیا منظور ہوا ؟ کہ پورے ملک میں حمیت ایمانی ' غیرت اسلامی اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں میں فرحت و انبساط اور جوش مسرت کی لہر دوڑ گئی پورے ملکی سطح پر چھوٹے بڑے شہروں اور عالم اسلام کے مختلف مراکز میں اجتماعات منعقد ہوئے اور اگلے مرحلے میں قومی اسمبلی سے اس کو منظور کرانے کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ بھرپور عملی اقدام کے عزائم کئے گئے ۔ بیداری کی یہ لہر اور نفاذ شریعت کے بلند ترین عزائم کے یہ انقلاب آفرین نتائج ' دراصل شریعت بل کے نفاذ ' غلبہ حق کی کوشش ' نوائے حق کی بانسری اور اس کی روح پرور آواز ہے ۔ جس نے اندرون ملک سمیت پوری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ۔ پاکستان کی سرزمین اس آواز حق سے گونج رہی ہے ۔ باطل کے در و دیوار لرز

گئے ۔ جعلی اسلام پسندی ' کھوکھلے نعرے اور منافقانہ پالیسیوں کا پردہ چاک ہونے لگا ۔ یہ درست موقف ' حق پر استقامت ' خالص اسلامی سیاست اتحاد و یگانگت ' خلوص و دیانت ' مقصد سے لگن اور جذبۂ انقلاب اسلامی کا ادنی کرشمہ ہے کہ سینٹ میں مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کی بھرپور مساعی سے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللہ کا واقعاتی ثبوت اور عملی صداقت ایک بار پھر پوری دنیا پر واضح ہو کر سامنے آگئی ۔ مگر یاد رہے کہ یہ نہ منزل ہے اور نہ قوم اس سے لیلائے مقصود تک پہنچ سکتی ہے ـــــ

کہ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

شریعت بل ملک کے ہر ہر فرد اور بچے بچے کی جان و دل بن چکا ہے ـــــ مگر کچھ ازلی بدنصیب ایسے بھی ہیں جن کا دل روشنی ایمان سے محروم ' جن کا باطن اسلام کی خاطر مرمٹنے کے جذبات سے خالی ' جو آنکھوں کے نہیں دل کے اندھے ہیں ۔ جن کا منتہائے مقصود ولیلائے اقتدار ہے ۔ جن کا مقام استخوان اقتدار میں دم بریدہ سگان دنیا سے کم نہیں وہ اسے اب بھی تنگ نظری اور فرقہ واریت پر حمل کرتے ہیں ۔ حکمرانوں سمیت تمام تر باطل طاقتیں ایک قوت بن کر شریعت بل کی دفعات و جزئیات ' اسلامی احکام سے کھلی بغاوت ' اسلامی قوانین اور مذہبی شعائر کا کھلم کھلا مذاق اڑانے کے منصوبے بنا کر میدان میں اتر آئے ہیں ۔ یہ غیر ملکی ایجنٹ اور استعماری طاقتوں کے آلہ کار ہیں ۔ جو ملک کو ایک بار پھر ایک روح فرسا ' بدترین انقلاب اور طوفان بلاخیز سے دوچار کرنے کا عزم کرچکے ہیں ۔ ایسوں کے خرمن دجل و تلبیس پر شریعت بل کی منظوری صاعقہ بن کر گری ۔ اور اب ان کی سازشوں کا چکر تیز تر اور گہرا ہوتا جارہا ہے ۔ وہ نواں ترمیمی بل اور ضیاء الحق مرحوم کے شریعت آرڈی ننس کی طرح شریعت بل کو بھی ڈائنامیٹ کر دینا چاہتے ہیں ـــــ مگر یہ کام اتنا آسان نہیں شریعت بل وقت کی ضرورت ' قوم اور ملک کی تقدیر ' اسلامیانِ ملک کے دلوں کی دھڑکن اور

جمہور مسلمانوں کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کی عملی تعبیر بن چکا ہے ۔ حکمران ہمیشہ سے نفاذ شریعت کے مژدے ہی مژدے سناتے رہے ۔ علماء حق کے مساعی سے مسلسل پانچ سال سے شریعت بل کے عنوان سے نفاذ شریعت کی جو پارلیمانی اور آئینی طور پر مساعی کامیاب پیش رفت کے طور پر آگے بڑھ رہی ہے عملاً اس کی بھی درگت بنائی جاتی رہی ــــــــــ جمہوریت آئی تو نئے وعدے اور دعوے ہمراہ لائی مگر اسلامائیزیشن کے اقدامات ' اندرونِ خانہ نظام شریعت بالخصوص شریعت بل کو تباہ کر دینے کے عزائم کھل کر سامنے آتے رہے اور اب سینٹ میں اس کی منظوری کے بعد تو بس سب کچھ چھلک پڑا ۔ حکمرانوں کے عزائم ' کردار اور اندرون باطن ان کے مذموم ارادے پوری دنیا کے سامنے طشت ازبام ہوگئے ۔ حکومتی کردار اب صرف یہی رہ گیا ہے کہ شریعت بل کا راستہ روکا جائے ۔ اور ان مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ان کے پاس دین کے مسلمات سے تلاعب ' تمسخر اور اسلامی قوانین و تعلیمات کو مشق ستم بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ مگر یاد رہے کہ حکمرانوں کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کی مزید دل شکنی ' نظریہ پاکستان سے انحراف باہمی تفریق و انتشار ملکی سالمیت کے نقصان اور سوائے ضیاع سرمایہ اور وقت اور پوری امت سے حصول ملامت و لعنت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا ۔

٭ شریعت بل کی منظوری کا اگلا مرحلہ قومی ملکی اور ملی اعتبار سے بے حد نازک اور حساس مرحلہ ہے اور دیانۃً ہم سمجھتے ہیں کہ یہ موقع بھی ارکان پارلیمنٹ سمیت حکومت اور اربابِ اقتدار کو اپنا محاسبہ کرنے اور نفاذ شریعت کے بارے میں تمام عالم اسلام میں جس قدر زور شور اور جذبہ و ایثار سے اجتماعات منعقد ہوئے اور جس طرح ناقابل تسخیر عزائم کا اظہار کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی فیصلے بدلنے والے ہیں انشاء اللہ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ اسلامی اقدار کی توہین ' شرعی قوانین کی تحقیر ' قرآنی حدود اور سزاؤں کو شب و روز وحشیانہ قرار دینے کی مالا جپتے رہنے کے بجائے شریعت بل کو منظور اور نافذ کرنا ہوگا ۔ یا پھر ا

راؤں کی طرح ایک داستان عبرت ' ایک بدترین انجام ذلت اور رسوائی کی موت مرنا ہوگا ۔

* پوری قوم جانتی ہے کہ شریعت بل کا مسئلہ صرف محرکین شریعت بل ' جمعیۃ علماء اسلام ' ارکان سینٹ اور صرف برصغیر کا نہیں بلکہ اب یہ مسئلہ روئے زمین پر بسنے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نام لیوا امتی اور دربار رسالت کی چوکھٹ سے تعلق رکھنے والے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن کا ہے ۔ اگلے مرحلے میں جب کہ شریعت بل قومی اسمبلی میں جانے والا ہے اگر اس موقع پر کسی بھی پارٹی ' سیاسی گروہ یا ارکان اسمبلی نے اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے مقابلہ میں سد راہ بننے کے مذموم کوشش کی تو قوم کبھی انہیں معاف نہیں کرے گی ۔ اگر خدا نخواستہ ارکان اسمبلی نے اس موقع پر بھی فہم و تدبر ' تجربات ماضی کا شعور ' عاقبت اندیشی اور ملی و سیاسی سمجھ بوجھ سے کام نہ لیا اور اب کے بار بھی محض مخالفت اور عداوت ' مجرمانہ سکوت اور غفلت کا ارتکاب کیا تو خطرہ ہے کہ سرخ انقلاب اور باطل نظریات کا سیلاب ملت کی طوفان رسیدہ اور ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو لے نہ ڈوبے اور خدا نہ کرے کہ ملکی سالمیت اور ملی وحدت کا سفینہ ساحل مراد پر پہنچنے سے قبل سیلاب کی نذر ہو جائے ۔ ولا فعلها اللہ

ایسے حالات میں کشتی ملت کو منجدھار اور طلاطم خیز طوفان سے نکالنے اور سالمیت و عافیت سے ساحل مراد تک پہنچانے کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ نظام شریعت کا مکمل نفاذ ------ جس کا آخری اور سخت جان مرحلہ پرائیویٹ شریعت بل کا قومی اسمبلی سے منظور کرانا اور صدر کی توثیق کے بعد اس کا مکمل عملی نفاذ ہے ۔ جو ملکی سالمیت ' بقاو تحفظ ' ترقی و استحکام ' معاشی عدل و انصاف ' قوم کی فکری رہنمائی و ہم آہنگی ' قانون کی نظر میں حکمران اور عوام کی برابری ' اتحاد امت اور وحدت ملت کا ضامن ہے ۔ لہٰذا قوم و ملت کے ہر ذی شعور فرد ' دینی جماعتوں کی قیادت ' سیاسی جماعتوں کے زعماء اور ملک میں اسلامی

انقلاب کے بہی خواہوں کے لئے تحریک نفاذ شریعت کے محفوظ اور مضبوط پلیٹ فارم پر جمع اور متحد ہونے کا یہ بہترین اور سنہری موقع ہے ہم اس موقع پر پوری قوم کی دینی سیاسی اور سنجیدہ قیادت سے بھرپور اپیل کے ساتھ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسی ایک راستہ اور مقدس مشن اور مشترکہ پلیٹ فارم پر قوم کے تمام طبقات کو متحد اور منظم کرکے دجل و تلبیس کے سارے نشانات ایک ایک کرکے مٹا دیں ملک میں میکیاولی سیاست اور دجالی کفر کو جب تک پوری طرح ٹھکانے نہیں لگا دیا جائے گا پوری امت اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو نہیں ہوسکے گی۔

● اب کے بار پوری قوم کو اسلام کے شجرہ طوبیٰ کے سایہ عاطفت اور قصرِ شریعت کی پناہ میں رہنے کا قطعی فیصلہ کرنا ہوگا۔ وہ اپنے تمام اغراض و مصالح سے بے نیاز ہو کر اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعدائے اسلام سے بچانے کو اپنی مساعی کے اہداف اور اسے اپنا فرض سمجھے گی۔ تو جو طاقتیں اور باطل قوتیں نفاذ شریعت بل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی نامسعود سعی کریں گے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود' تاراج اور مفلوج کر دیا جائے گا۔

بہر حال شریعت بل کی منظوری کا اب کا مرحلہ بھی بڑا حساس اور ذمہ داری کا مرحلہ ہے لہٰذا حمیت اسلامی اور غیرت دینی سے سرشار مسلمانوں کو یہ یقین کرلینا چاہئے کہ یہ وقت باہمی اختلافات 'گروہی تعصب' فرقہ بندی 'کریڈٹ لینے اور جمل و صفین کا نہیں بلکہ وحدت و اتحاد' مضبوط سیاسی قوت' بیدار مغزی' حزم و احتیاط' عزم جہاد' اسلامی انقلاب اور عملی اقدام کے اعتبار سے بدر وحنین کا وقت ہے۔ وہ دیکھئے! خلفائے راشدین 'آئمہ متبوعین' سلف صالحین کے ارواح بلکہ خود گنبد خضراء کے مکین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا رہ تک رہے ہیں۔ ہے کوئی شاہین؟ جو نفاذ شریعت' نظام خلافت راشدہ' ناموس رسالت' ناموس صحابہؓ اور عظمت اسلام کے پرچم تلے امت کی وحدت کا داعی بن کر آگے بڑھے

اور ملکی تاریخ کے اس نازک اور حساس ترین مرحلہ میں اپنے بھرپور کردار سے پوری قوم یعنی امتیان محمدؐ کو جب روز محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو تو سب کو سرخرو کردے ------

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

(ماہنامہ الحق جون ۵۹ء)

حکمرانو! خدا کرے کہ یہ بات تمہاری سمجھ میں بھی آسکے

نفاذ شریعت (بصورت سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل) ہم اہل پاکستان کے لئے محض عقیدہ اور عبادت ہی کا معاملہ نہیں بلکہ یہ ہماری سیاسی زندگی اور ملک کی بقاء اور استحکام سے گہرا تعلق رکھتا ہے ۔ اگر پاکستان ایک جسم ہے تو اسلام اس کی روح ہے ---- اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم برصغیر کے رہنے والے مسلمان نہ ہوتے اور اسلام سے ہمارا تعلق نہ ہوتا تو ہم پاکستانی بھی نہ ہوتے ۔ ہماری جداگانہ قومیت کا جواز نہیں بن سکتا کیونکہ جمہوریت انتخابات اور حکومت کی تبدیلی کا عمل تو بھارت میں بھی جاری رہتا ہے ------ سیکولرازم بھی ہمارا نظریہ حیات نہیں بن سکتا کیونکہ بھارت کی جمہوریت سیکولرازم کے نظریئے پر مبنی ہے ' مسلمانوں کو وہاں انفرادی زندگی میں عبادات کی آزادی آج بھی حاصل ہے ۔

معاشی مسئلہ ' صنعتوں کا قیام اور محض سیاسی استحکام بھی ہماری آزادی کی وجہ جواز نہیں بنتا کیونکہ جو علاقے پاکستان میں شامل ہوئے وہ برصغیر کے سب سے پسماندہ علاقے تھے ' جب کہ تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ وہ لوگ لیتے رہے جو نسبتاً خوشحال اور ترقی یافتہ علاقوں میں رہتے تھے انہیں ترقی یافتہ علاقوں سے غیرترقی یافتہ علاقوں میں ہجرت کرنے سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی ؟

یہ محض اسلامی ریاست کا تصور ہی تھا جس نے مسلمانوں کو متحرک کیا ' جس کی خاطر جان ومال اور عزت و آبرو کی عظیم قربانیاں دی گئیں ۔ اب ہم جس نسبت سے پاکستان کا رشتہ اصل اسلام سے کمزور کریں گے اسی نسبت سے پاکستان کمزور ہوتا جائے گا ۔۔۔ اگر اسلام کا نام محض نمائش اور تحفظ اقتدار کے لیے لیتے رہیں گے یا ایسا اسلام نافذ کرنے کی کوشش کریں گے جس پر امریکہ بہادر کے دستخط

ہوں تو یہ مملکت کی نظریاتی اساس سے بغاوت ہوگی اور اس سے ملک کے وجود اور بقاء کی کوئی ضمانت میسر نہیں آئے گی ۔ پاکستان میں بش ، گوربا چوف ' ایوب خان ' ضیاء الحق ' جونیجو ' بے نظیر اور نواز شریف کا اسلام نہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام نافذ ہوگا تو حقیقت اسلام کے ساتھ اس کی ثمرات وبرکات ' ترقی وخوشحالی اور استحکام پاکستان کی ضمانت بھی حاصل ہوگی ۔

ہم نے اسلام اور مسلم قومیت کے بجائے بنگلہ قومیت کا نعرہ لگایا تو ملک دولخت ہو گیا اب ہم سندھی قومیت ' پشتون قومیت ' مہاجر قومیت ' بلوچی ' پنجابی اور سرائیکی قومیت کے نعرے لگارہے ہیں تو برادر کشی کے مناظر بھی ابھر رہے ہیں ۔ ایسے حالات میں ہمیں جوڑنے اور متحد کرنے والی قوت صرف اسلام ہے جو متفقہ شریعت بل کی صورت میں سینٹ کے فلور پر موجود ہے اور اب اسے قومی اسمبلی میں پیش کر کے فورا نافذ کردینا چاہئے ۔

اسلام اپنے سوا کسی بھی دوسری عصبیت کے ساتھ نہیں چلتا ' وہ ہماری لسانی ' نسلی ' علاقائی اور ثقافتی شناخت کو مٹاتا نہیں ' انہیں جائز حدود میں رکھنے اور اسلام کے وسیع تر دائرہ کے اندر رہنے پر اصرار کرتا ہے ۔ اگر آپ اپنی قومیت اور سیاست وحکومت کے استحکام کی بنیاد ان عصبیتوں کو بنائیں گے تو اسلام اپنی نعمتوں اور برکتوں کا دامن کھینچ لے گا ۔

ہمیں بلا شبہ جمہوریت بھی مطلوب ہے ' حکومت اور نظام حکومت کی تبدیلی بھی ! لیکن اس لفظ کا استعمال کرنے والوں کا حوالہ مشترک نہ ہو تو پورا ذہنی رویہ تبدیل ہو جاتا ہے ۔ ہم جمہوریت ' نظام حکومت اور انقلاب کا تصور خلافت راشدہ سے لیتے ہیں جبکہ ہمارے حکمران اور بعض کج فہم سیاستدان اسے برطانوی پارلیمانی نظام سے منسلک کرتے ہیں -------- برطانوی جمہوریت لادینیت اور سیکولرازم کی بنیادوں پر استوار ہے جہاں سیاست کا دین سے کوئی تعلق نہیں ۔

جبکہ خلافت راشدہ کا نمونہ جمہوریت قرآن و سنت کی حکمرانی کے تصور پر مبنی

ہے ۔ برطانوی نظام میں پارلیمنٹ مقتدر اعلیٰ ہے ' جب کہ اسلامی جمہوریت میں پارلیمنٹ کی حیثیت محض مجلس شوریٰ کی ہے ' مقتدر اعلیٰ صرف اللہ کی ذات ہے اور قانون سازی کا عمل قرآن و سنت کا تابع ہے حوالہ بدل جانے سے حکمرانوں کے کردار کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے ۔

موجودہ ارباب حکومت نے بھی انتخابات سے قبل اپنے انتخابی منشور اور وعدوں میں نظام شریعت کا حوالہ دیا ' شریعت بل کی منظوری اور نفاذ کا وعدہ کیا ' اسلامی جمہوریت کے فروغ کے دعوے کئے ' ان کی تمامتر گفتگو کا حوالہ صرف اور صرف اسلام رہا ------ مگر جونہی انہیں اقتدار ملا تو وہی سیڑھی توڑ ڈالی جس کے ذریعہ انہیں اس قدر بام عروج پر رسائی حاصل ہوئی تھی ۔ انہوں نے جمہوریت ' اقتدار اور نظام حکومت کا اسلامی تصور مغربی مفکرین اور برطانیہ و امریکہ کے فرسودہ نظریات میں خلط ملط کر دیا ------ منافقت ' فریب ' مغرب کے غلیظ اور فرسودہ تعیلات پر مبنی ٹیڑھے اور دھندلے خطوط کو " شریعت بل " کا نام دے کر پوری قوم کو دن کی روشنی میں دھوکہ دینا چاہا ' مگر یہ کیونکر -----

مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں
وہ خود یہ بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں

سرکاری شریعت بل کو محرکین متفقہ شریعت بل کاروان حق کے علاوہ ملک بھر کی تمام دینی اور اہم سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا ہے ۔

آج متفقہ شریعت بل سب کی سیاسی مساعی کا " ہدف " ہے ' اور ہمیں بحمداللہ شرح صدر ہے کہ جو بات کل تک درست تھی وہ آج بھی درست ہے ۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ کل تک جو بات ہم تنہا کہتے تھے وہ آج سب کی زبان پر ہے اور ان کی زبان پر بھی جو ہماری زبان پکڑا کرتے تھے ۔

* ارباب حکومت عقل کے ناخن لیں اور اپنے پیشروؤں کے کردار سے عبرت حاصل کریں ۔ لاریب وہ جمہوریت کو فروغ بھی دیں اور اقتدار کو مستحکم بھی کریں لیکن ملک کے اساسی نظریئے کی فوقیت کو برقرار رکھ کر ۔ اگر اقتدار اور حکومت کا نظام ملک کے بنیادی نظریئے (خالص محمدی اسلام بصورت متفقہ شریعت بل) کے تابع نہیں ہوگا اور غلط اسلام کو اور خالص مغربی جمہوریت اور امریکی خوشنودی والے نظام کو قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو جلد یا بدیر ایسی حکومت اور ایسے نظام کے خلاف بھی خروج ہوگا ۔

پاکستان میں سیکولر جمہوریت یا امریکی نظام شریعت (بصورت سرکاری شریعت بل) کی بنیادیں مضبوط کرنے کے چکر میں حکمران درحقیقت اپنی بنیادیں کھوکھلی کر لیتے ہیں ' اس سے نظریاتی خلاء پُر نہیں ہوتا بلکہ اس سے نظریاتی خلا اور بھیانک ہو جاتا ہے ۔

ہم نواز شریف صاحب سے عرض کریں گے کہ جناب ! ہمیں ایسا نظام حکومت ' اقتدار یا نظام شریعت اور شریعت بل نہیں چاہیئے جس میں ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے روک دیا جائے ' قرآنی احکام محرف ہو جائیں حتیٰ کہ مسلم شناخت بھی ختم ہو جائے ۔

ہمیں یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ آخر اس خدا کو جس نے تمہیں اقتدار دیا اور اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہ جس کے نام کی دہائی دے کر تمہیں عروج حاصل ہوا ' چھوڑ کر امریکہ کے بھروسے پر لرزلرز کر حکومت کیوں ؟ راتوں کو خوفزدہ ہو کر " المدد یا واشنگٹن ' المدد یا واشنگٹن " کی دہائی چہ معنے دارد ؟

یاد رہے کہ خالق ارض و سماء اور اس کے قوانین فطرت نہ بدلتے ہیں اور نہ معطل ہوتے ہیں ' ڈھیل اور مہلت اس کی عادت ہے ' لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا ـــــ فرمایا ان بطش ربک لشدید ـــــــــــ خدا کرے کہ یہ بات تمہاری سمجھ میں بھی آسکے !

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کورچشموں کو ہدایت دے جو تاریخ کے صفحات پر ' اور اپنے گردوپیش کی دنیا میں " متفقہ شریعت بل " سے شرارتیں کرنے والوں کے انجام بد کے مناظر اپنی آنکھوں سے بارہا دیکھ چکے ہیں مگر دھوکہ کھانے کی علت سے نجات نہیں پاتے ' خدا ان کی حالت پر رحم فرمائے ----

(ہفت روزہ ترجمان دین مئی ۱۹۹۱ء)

پارلیمنٹ سے شریعت بل کی منظوری کے بعد اس کے مکمل نفاذ کیلئے عملی اقدام کب 'کیا اور کیسے ہوگا؟

یہ بجا ہے کہ حکومت نے پارلیمنٹ سے سرکاری شریعت بل منظور کرالیا ہے ۔ مگر جب تک اس ملک میں جاگیرداری 'زمینداری اور فاسق سرمایہ داری کا نظام ہے اس وقت تک قانونی اور دستوری تحفظ کے باوجود اسلام کے نظریاتی انقلاب کے برپا ہونے کے لئے کوئی قطعی پیشگوئی نہیں کی جاسکتی ------ زمینداروں اور جاگیرداروں سے بھری ہوئی لیڈر شپ کبھی عملی طور پر اسلام کا راج نافذ نہیں ہونے دے گی --------- شریعت بل کی منظوری کے بعد نفاذ اسلام کا عمل شروع ہو جانا چاہئے 'مگر اس سے بھی قبل جتنا بھی جلد ہوسکے اس کے موانعات کو دور کرنے کا منصوبہ عمل میں لایا جائے ' جاگیرداری ' وڈیرا سسٹم اور لادین سیاست یا ملک کی نظریاتی اساس سے باغی منشوروں پر قائم ہونے والی سیاسی جماعتوں کا خاتمہ کردیا جائے جو نظام اسلام کے لیے نفاذ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں ۔ پورے معاشرتی اقدار اور نظام قانون و عدالت اور نظام سیاست کو بدلے بغیر محض آئینی تحفظ سے نفاذ شریعت کی بہار کا خواب تو پورا نہیں ہوگا البتہ اس سے اندیشہ ہے کہ بیشمار لوگوں کے اسلامی نظام کی افادیت سے متعلق خواب اور توقعات چکنا چور ہو جائیں گے بلکہ اسی طرح جس طرح متعلقہ قوانین کی منظوری کے بغیر حدود آرڈی ننس کے اجراء اور اس کے بعد نتائج کے صفر رہنے سے توقعات ٹوٹی ہیں ۔

ارباب حکومت کو شریعت بل کی عملی افادیت کو قطعی اور مسلم بنانے کے لئے بڑی حکمت و تدبیر اور وقت ضائع کیے بغیر بڑی تیزی سے ہوم ورک کی طرف توجہ

دینی چاہئے ۔ ہمارے خیال میں ملک کی مذہبی قیادت کی طرح خود حکومت عرصہ امتحان میں ہے اور اس کے ساتھ تمام زعماء قوم بھی مرحلہ آزمائش میں آگئے ہیں ۔

لاریب ! شریعت بل کی منظوری سے نظام عدل نافذ ہوگا مگر وہ شریعت بل جس پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوئی ہو تو سود ' رشوت ' سفارش ' سمگلنگ اور استحصال پر مبنی عہد ختم ہونے کے ساتھ ساتھ سستا انصاف مہیا ہونے کی فضا بنے گی ۔ معاشرتی اقدار کی اصلاح ہوگی تو معذوروں کی کفالت بیواؤں کی اعانت اور غریبوں کی حالت بدلنے کے لئے نئی اور موثر منصوبہ بندی ہوگی ۔

ان تمام خوش آئند تخیلات اور توقعات کے باوجود تجزیہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ استحصالی قوتوں کی آہنی گرفت میں جکڑے ہوئے اس معاشرے کی حالت میں فوری اور ہنگامی بنیاد پر تاہنوز کسی بنیادی تبدیلی کا ٹھوس بنیادوں پر کوئی ایسا اہتمام نہیں ہوا جو رشوت ' سفارش بدعنوانی ' لوٹ کھسوٹ کے خاتمے کی توقعات کے لئے مضبوط بنیاد بن سکے ۔ اسی طرح زمینداری ' جاگیرداری ' وڈیرہ شاہی اور فاسقانہ سرمایہ داری پر بھی فوری طور پر کسی انقلابی قسم کی ضرب نہیں پڑی ۔

ارباب حکومت کے لئے سیدھا سادھا سوال اور فوری اہمیت کا مسئلہ اب یہی درپیش ہے کہ جب اس ملک میں بدعنوان اور بے ایمان سرکاری مشینری نہیں بدلے گی اور زمینداری ' جاگیرداری اور استحصالی سرمایہ داری بھی جوں کی توں رہے گی تو عدل و احسان کی نہریں جاری ہوسکیں گی ؟

شریعت بل کے نقد ثمرات کیسے حاصل ہوں گے ؟ سارا عدل اور سارا احسان اور سارا انصاف تو یہ استحصالی قوتیں ہڑپ کر جائیں گی ' اگر خدانخواستہ ادھر توجہ نہ دی گئی بالخصوص دینی قوتوں نے اپنے فریضہ منصبی کو سمجھتے ہوئے یمین و یسار سے کٹ کر اور اپنا تمامتر وزن دانستہ یا نادانستہ طور پر پھر سے بینظیر کے پلڑے میں ڈالنے سے احتراز نہ کیا اور مضبوط اور مستحکم اتحاد اور مشترکہ لائحہ عمل سے

حکومت پر بھرپور سیاسی دباؤ ڈال کر اس سلسلہ میں مثبت اور نتیجہ خیز اقدامات نہ کرائے تو پھر قوم کے نصیب صرف شریعت بل کی منظور سے نہیں بدلیں گے ' اس کے نصیب میں پھر وہی آنسو اور وہی سسکیاں رہ جائیں گی جو اول روز سے اس کا مقدر بنی ہوئی ہیں -

جناب وزیر اعظم ! اور نہیں تو کم از کم ٹیلیویژن کی چھوٹی سی سکرین پر شریعت بل نافذ کر دیجئے !

نفاذ شریعت کے دعوؤں اور شریعت بل کی پارلیمنٹ سے منظوری کے پیش نظر حکومت کا اولین فرض تھا کہ وہ فحش نشریات کو فوری طور پر بند کردے ' اسی طرح ملک کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں کے قائدین کی بھی ذمہ داری تھی کہ اس کے بند کرانے میں مؤثر کردار ادا کرتے ۔ مگر یوں لگتا ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت نئی نسل کو منظم طریقے سے اسلامی اقدار سے دور لے جایا جارہا ہے ۔ اہل اسلام کی تہذیب و ثقافت ' شرم و حیا ' عفت و عصمت ' کی پاسداری کا اسلامی تصور اور مغرب کے غیر اسلامی تصور ثقافت ------- کے درمیان جو ایک نظریاتی دیوار حائل ہے اسے بہت دانائی ' زیرکی اور منصوبہ بندی سے گرانے کی کوشش کی جارہی ہے ' اس میں حکومت سمیت ملک کی تمام لادین سیاسی قوتیں برابر کی شریک ہیں ۔ مقصد یہ ہے کہ آنے والے وقت میں یہ معاشرہ صرف نام کی حد تک مسلمان معاشرہ کہلائے اور عملی کردار کے اعتبار سے اسے غیر اسلامی بنا دیا جائے تاکہ اسلامی انقلاب ' اسلام کے فروغ اور ترویج و نفاذ کا تصور تک اگلی نسل کے ذہنوں سے نکال دیا جائے ۔

ہم حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسے اپنا اوّلین فرض قرار دے اور ملک کے عوام اور ان کی دینی اقدار کو بچانے کے لئے ان فحش پروگرام کو بند کرائے ۔ آخر لوگوں کو یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ جناب وزیراعظم جب آپ پی ٹی وی کی چھوٹی سی سکرین پر شریعت بل کی منظوری کے باوصف اس کا عملی نفاذ نہیں کرسکتے تو جناب ! اتنے بڑے ملک میں شریعت بل کا حقیقی نفاذ کس طرح اور کب ہوگا ؟ پارلیمنٹ سے شریعت بل کی منظوری کے بعد اس کے مکمل

نفاذ کے لئے عملی اقدام کب اور کیسے ہوگا ؟

جناب وزیراعظم ! اور نہیں تو کم از کم پی ٹی وی کی چھوٹی سے سکرین پر ہی شریعت بل نافذ کر دیجئے !

قومی اسمبلی اور سینٹ سے شریعت بل (جو کہ ناقص و نا تمام ہے اور جس کی اصلاح کے لئے محرک شریعت مولانا سمیع الحق نے سینٹ میں مزید ۹ ترامیم بھی پیش کر دی ہیں) کی منظوری کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پورے ملک میں اس کے اثرات اور ثمرات ظاہر ہوتے ۔ اور نہ سہی کم سے کم پی ٹی وی کی نشریات اور اخبارات میں اسلام کے نام کے بجائے ' اس کے نظام اور اصلی و حقیقی کام کی طرف عملاً بھی کچھ مظاہر نظر آتے تو مسلمانوں کو یقین اور قدرے اطمینان حاصل ہو جاتا کہ واقعۃً بھی اب کے بار نظام اسلام کی تنفیذ اور ترویج شریعت کے سلسلے میں کچھ ہونے والا ہے ! مگر حیرت ہے کہ موجودہ حکومت سمیت ملک کی تمامتر سیاسی قیادت کو فحاشی و عریانی کے فروغ ' غیر ملکی اور امریکی (سی این این) نشریات کی ترویج اور آزادی و مادیت پرستی کے رجحانات کے فروغ کے باوجود اس کے سدباب کے لئے ٹھوس اقدام اور مؤثر منصوبہ بندی کے لئے کوئی مؤثر آواز اور لائحہ عمل اختیار کرنے پر سوچنے کی فرصت ہی نہیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ حکومت سمیت لادین سیاسی قیادت کی نظر میں فحاشی کے معنی ہی بدل گئے ہیں ۔ پی ٹی این اور سی این این کی نشریات فحاشی ' عریانی ' بے حیائی اور مغربی ناز و انداز کو جس طرح فروغ دیا جارہا ہے ' یہ سب کچھ سیددو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے سچے اور کھرے دین کے خلاف سازش ہے اور بغاوت میں یہ نشریات ' مغربی بالخصوص امریکی معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں اور یہ ایک ایسی غلیظ ثقافتی یلغار ہے جو ہم سے ہماری بچی کھچی اسلامی روایات و ثقافت بھی چھین لے گی ۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب

(ترجمان دین جون ۱۹۹۱ء)

باب ۲

اسلامی نظام بمقابلہ مغربی جمہوری نظام

اسلام ایک پاکیزہ نظریۂ حیات اور
انقلابی ضابطۂ اخلاق، مکمل تبدیلئ
نظام کی ضرورت، فقہ حنفی کی جامعیات
اورنفاذ، خوف وہراس اسباب اور سدّباب

○

اُٹھو! خدا اور رسولؐ کے دین کیلئے جانوں اور مالوں اور عزّت و آبرو کی قربانیاں دینے والے بن جاؤ اپنی دماغی اور تخلیقی، علمی اور مطالعاتی صلاحیتیں اسلامی نظام کی ترویج کیلئے کھپادو خود کو باضمیر بنا کر زندہ رہنے کا استحقاق پیدا کرو —— جماعتی اور سیاسی میدان میں باہمی اعتماد اور اتحاد سے تنظیم اور اپنی جماعت کے اندر فعالیت اور اقدام کی صلاحیت اُبھاریئے دین اسلام اور معاشرے کی اعلیٰ خدمات کا وسیع اور جامع منصوبہ بنائیے۔ چالبازانہ اور مغربی طرز کا مفاد پرستانہ منصوبہ نہ ہو خالص دیانتدارانہ ہو۔

○

اصلاح انقلاب امت اور نفاذ شریعت

کا پہلا مرحلہ

علماء و مصلحینِ امت اور دینی قوتوں کے لئے ایک چیلنج!

موجودہ دور میں جب ہم اپنے گردو پیش کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انفرادی طور پر جس شریعت کا نام لیا جاتا ہے عملاً اجتماعی طور پر دوسری شریعت نافذ ہوتی ہے نام خدا کا لیتے ہیں کام شیطان کا کرتے ہیں۔ اخلاقی تصوارت اور قانونی تصوارت میں تفریق کر دی گئی ہے مسجد میں ایک خدا کی پرستش کی جاتی ہے مگر سلطنت کی خدائی کسی اور شخص یا پارلیمنٹ کے حوالہ کر دی جاتی ہے اب تک معاشرہ اور ملک کے اجتماعی نظام میں جس قدر خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنی اجتماعی زندگی میں خود کو خدا کے بندے ' اس کے غلام ' اس کی تقدیر میں جکڑے ہوئے اور اسی سے قوانین تاریخ اور نوامیس نفسیات کا پابند نہیں سمجھا مسلمان کا مقام اس کے سوا کیا ہے؟ کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر کاربند ہوں اس کے تعلیمات اور احکام میں خود کو جکڑے رکھیں اور اس کے حدود حلال وحرام کی پابندی کریں دین اسلام اور شریعت اسی کا نام ہے اسلام نے انسانیت کو انفرادیت اور اجتماعی شریعت ایک دی ہے مسجد اور پارلیمنٹ کا خدا ایک بتایا ہے اخلاقی اور قانونی ضابطوں کی شاخیں ایک بنیاد سے پھوٹتی ہیں۔

نفاذ شریعت کے نصب العین سے تو مسلمانوں کا تشخص قائم ہے اسی سے ان کی زندگی ہے۔ اس کے سوا ان کو زندہ رکھنے والی کوئی دوسری روح نہیں۔ اس مرکزی روح سے اگر مسلمانوں نے انحراف کیا تو ان کی شکل مسخ ہو جائے گی ان ہ

اعتقادی اور تہذیبی چہرہ بگڑ جائے گا ۔ ان کا دین ' روحانی اور سیاسی قوتیں مفلوج ہو جائیں گی ---------- ۔ نفاذ شریعت ان کا فرض ضرورت قضایا کا حل اور ان کے لئے سرمایہ اعزاز ہے مگر پھر بھی خود کو مسلمان کہلانے والے اپنے حقیر ذاتی مفاد کی خاطر جب اس سے کنی کتراتے اور فرار کی راہ اختیار کرتے ہیں تو انہیں اسلام کا نام لینے سے پہلے کیوں یہ سوچ لینے کا نہ سوجھا ---------- ۔ اب جب اسلام کا نام لیا ہے تو بات نبھانا اور نظام کو اپنانا ہوگا چاہیے اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے ۔

چالیس سال سے حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں نے علی الاعلان یا محبت کے عنوان سے پس پردہ فریضہ نفاذ شریعت سے مسلسل گریز کیا ۔ نام شریعت کالیا ' نظریاتی اساس کا ڈھنڈورا پیٹا اسلامی جمہوریت کا پرچم لہرایا ۔ شریعت کے نظام عدل و قسط کے گن گائے مگر یہ سب کچھ اپنے اقتدار کے تحفظ اور اپنے وجود کے استحکام کے لئے صرف نام تک محدود رہا ۔ کام سے کسی کو کیا غرض ؟

ایسی روش سے لادینیت پسند ' مغرب پسند اور مفاد پرستوں کے گروہ کو خوب خوب فائدہ حاصل کرنے کا موقع ملا ۔ شریعت کی اطمینان بخش " اسلامی ہیئت سیاسیہ " کا واضح تصور بھی پروپیگنڈے کے زور سے اور کچھ شریعت والوں کی اپنی روش اور بے اعتنائی سے عام لوگوں کی نظروں میں دھندلا کر رکھ دیا گیا ۔ مارشل لاء کی جبری اور غیر جمہوری فضا اس کے لئے مزید راست آئی ---------- اور اب مسلم لیگ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ۔ شریعت کے علمبردار بھی ملکر جمہوریت کے سایہ عاطفت میں پناہ لینے لگے اور پھراضحوکہ یہ کہ عورتوں سے کہا جاتا ہے کہ دوپٹے سر پر کرلو ' شریعت میں بے پردگی ممنوع ہے چادر اور چار دیواری میں تمہاری ناموس کی حفاظت ہے اور دوسری طرف بے پردہ عورتوں کو سٹیج پر لا کر اور ان کی سیاسی عظمت تسلیم کرکے لاکھوں انسانوں کی سمع خراشی اور بدنگاہی کا سامان کیا جاتا ہے ۔

حکومت سے تو خیر سے جب تک دن کے تارے اور موت کے فرشتے نہ دیکھ لے نفاذ شریعت کی توقع ہی نہیں رہی حیرت اس پر ہے کہ مذہبی اور دینی جماعتیں جن کا منشور بھی نفاذ اسلام ہے جب وہ عملاً مغربی لادین سیاست کے بے حساب برائیوں کے مزبلہ پر کھڑے ہیں اور اس پر صرف منشور کی طباعت اور اسلام سے انتساب کی حد تک کے اگر گلاب کے دو چار پھول لا کر بھی رکھ دیتے ہیں تو کیا اس سے غلاظت کا ڈھیر اور بدبودار مزبلہ چمن سے بدل جائے گا۔

موجودہ حالات میں اگر واقعتہً نفاذ شریعت مطلوب ہے اور تمہاری سیاست' تمہاری جماعت تمہارا منشور اور تمہارے نعرے اس لئے ہیں کہ یہاں شریعت کا نظام عدل وقسط نافذ کر دیا جائے تو اسلام اور شریعت کو بطور نعرہ اپنی ضرورت پورا کرنے اور اپنے کار سیاست چلانے اور اپنی کرسی مضبوط کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ واقعتہً عملی ماحول معاشرہ اور ملک کے قانون کے طور پر اولاً اپنی انفرادی جماعتی' اور سیاسی زندگی اور اپنے مساعی کے اہداف میں نافذ کرنا ہوگا تب کاروبار مملکت میں نفاذ کی منزل قریب تر ہوسکے گی۔

اسلام صرف اسلام اسلام کی ملاچپنے سے نہیں آئے گا بلکہ اسلامی علوم اور معارف اور اسلام کے اصول حکمت کا مختلف احوال پر انطباق کرنا ہوگا مختلف زمانوں اداروں اور مروجات کو جانچ پرکھ کر ان سے اجزائے حق کو چھانٹنا' ان کی ترویج اور ان کو اجاگر کرنا ہوگا۔ اور اپنے گردو پیش کی سوسائٹی میں اجزائے باطل کو ختم کرنا ہوگا۔

اس کے لئے اولاً بنیادی طور پر دین پسند قوتوں اور مذہبی طاقتوں کو نفاذ شریعت کے پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہوگا پھر نہایت ہی حزم و احتیاط سے اس مجموعہ سے علمی و دینی اور قانونی اور سیاسی امور کے ماہرین کی ٹیم منتخب کرنی ہوگی جو مجموعی نظام بدلنے اور اس کی بنیادوں کو درست کرنے کے لئے ترجیحات کا ایک جامع منصوبہ بنائے۔ مزاحم قوتوں کی نشاندہی' حکومت کے اندر اہم ناکوں پر بیٹھ کر اسلام سے

کام کو ناکام کرنے والوں کا شعور کسی سیاسی اور اجتماعی اقدام اور اس کے سارے مضمرات پر گہری نظر کے اس عظیم منصوبہ کے لئے اولا اپنے حلقوں بالخصوص دینی اور مذہبی حلقوں میں اسلام پسند حلقوں میں تعصب اور گھٹن کی فضا کو ختم کرنا اور آزادی جمہوری وسیع انفرادی عوامی اور عمومی فضا کو برقرار رکھنا ہوگا اس سلسلہ میں عمل کی دنیا میں ایک ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے نفاذ شریعت کے عمل کی سست روی کا تمام دارومدار حکومت سمیت نفاذ شریعت کے دعویداروں اور پرچم نبویؐ کے علمبرداروں کے سر ہے ۔ جناب عالی ! نظام شریعت صرف شراب ' جوئے ' بدکاری کے امتناع اور چوری ' قتل شراب خوری اور قذف کے جرائم کے سزاؤں کا نام نہیں بلکہ اس میں اولاً اسلام کی انقلابی جماعت کو اپنی جماعتی حیثیت سے اسلامی ریاست کی ہیئت سیاسیہ نظام شوریٰ ' انتخاب ' نظام ہیئت ' تقسیم اور بچت کے مسائل ' نظام اراضی ' سود اور بنکاری ' بیرونی تجارت ' قرضوں کا معاملہ خارجہ پالیسی ---------- غرض زندگی کے تمام بڑے بڑے مسائل اپنی جماعتی اور انفرادی سطح تک بطور لائحہ عمل کے واضح کرنا ہوں گے ۔ نشان راہ متعین کرنے ہوں گے اور عوام کو یہ باور کرانا ہوگا کہ واقعتہً تم غلبہ اور اقتدار پر آنے کی صورت میں نفاذ شریعت کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہو ---------- !

اگر یہ سچ ہے کہ آپ واقعتہً مملکت کو گلشن اسلام اور سدا بہار جنت ارضی بنانے کے لئے کوشاں ہیں تو پھر تمہیں پہلے مرحلہ میں ذہنی اور اخلاقی اسلامی اور روحانی تربیتی کیمپ قائم کرنا ہوں گے تمہیں ایک البرز شکن قوت سینکڑوں اور ہزاروں کی نہیں لاکھوں افراد کی صورت میں حاصل کرنی ہوگی ۔ جو اپنی ہزار عملی کمزوریوں کے باوجود اپنا رشتہ وفا اسلام سے استوار رکھے جن کی زندگی کا اولین ہدف اسلام کے اطوار ' اسلام کے اصول واقدار اور قوانین و احکام کا غلبہ ہو پھر اس وسیع قوت میں ایک مضبوط عنصر ایسا بھی ہو جس کی پورے حالات پر فکری گرفت مضبوط ہو جو عالمی قوتوں کی شرانگیزیوں ' مخالف اسلام مغربی مفکروں

حکمرانوں سیاست دانوں کی حرکات سے پوری طرح واقف ہو وہ تحقیقی و علمی و دینی اور تبلیغی حلقوں میں گھسے بے ضمیر قائدین ' صحافیوں ' ادیبوں کے طویل سلسلہ ہائے تزویر کو پہچانتا ہو اس قوت کو ' سپاہ اسلام بنا کر ' بنیان مرصوص کی حیثیت سے آگے لانا ہوگا اور انہیں اسلامی اور اصلاحی مقاصد کے لئے متحد کرکے ایک ایسی ناقابل شکست چٹان بنانا ہوگا کہ اگر وقت آئے تو وہ لوگ ہتھکڑیوں ' لاٹھیوں اور گولیوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں ۔

جب آپ کے پاس آپ کی انقلابی جماعت میں واقعتہً ایک انقلابی فورس کے مخلص کارکن مہیا ہو جائیں گے تو جناب پھر صدر ہو یا وزیر اعظم ' اسمبلی کے ممبر ہوں یا بیورو کریسی کے ستون ' طوفان خیز صحافی ہوں یا حقائق کو موڑنے والے دانشور ' وہ کبھی اپنی غلط سکیموں کو آگے نہیں لاسکیں گے وہ مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے اتنی بڑی اور جمہوری قوت سے نہیں ٹکراسکیں گے ۔ وہ اتنی بڑی قوت سے بچ کر کسی پارلیمنٹ یا چیمبر میں سازشیں کرکے اس کو رازمیں نہیں رکھ سکیں گے ۔ سپاہ اسلام کی اس عظیم قوت کی للکار مغربی جمہوریت کے دو ہزار بلو بے دم کر دے گی تمہیں اس انقلاب اور عظیم انقلاب کے لئے اگر کام کرنا ہے تو پھر اس قوت میں تمہیں اخباری سطح سے لکھنے والوں محلہ وار مجالس میں تقریریں کرنے والے شعر و ادب کے چمن طرازوں ' علمی و سیاسی اور قانونی کام کرنے والے مدبروں ' فلسفہ اور نفسیات کے ماہروں کا انتخاب کرنا ہوگا محکم و مدلل لٹریچر کا اسلحہ دینا ہوگا جس کی مار اندرون لا دین قوتوں ' منافق حکمرانوں اور عیار بیورو کریٹس سے لے کر بیرون ملک ماسکو اور نیویارک تک ہو ۔

عوام میں جہاد کی اسپرٹ اور اسلامی انقلاب کی اسپرٹ کو اس طریق سے حرکت میں لایا جاسکتا ہے کہ پہلے خود نفاذ شریعت کے داعی جماعتوں کو بغیر کسی دغدغے اور تذبذب کے اپنے انفرادی اور عملاً سیاسی کاروبار میں شریعت اسلامیہ کے سامنے سر جھکا کر اس کو واحد صحیح اور عادلانہ قانون یقین کرکے پورے فخر اور

احساس برتری کے ساتھ نافذ کر دیا جائے ۔ یہ کوئی متنازعہ چیز اور اختلافی قضیہ نہیں کسی خاص فرد جماعت یا گروہ کی برتری اور کسی کو زک پہونچانا مقصود نہیں جذبات کو اٹھا کر باہر پھینک دیجئے میری یہ گذارشات ایک جائز اور برحق اور معقول تجویز پر مبنی ہیں ۔ معقولیت کی فضا میں اس پر غور کرلیا جائے تو انقلابی نتائج حاصل ہوں گے کوئی خاص جماعت یا پارٹی میری مخاطب نہیں بغیر کسی امتیاز کے تمام مسلمانوں سے میری یہ گذارشات ہیں آخر ان باتوں میں ہم اکٹھے نہیں ہوں گے تو اور کونسی دعوت یا پروگرام ہمیں جوڑ سکے گا ؟

اگر آپ نے نوجوان قوت کو منظم کرلیا اسلام پسند طاقتوں کو منظم کر لیا تو نفاذ اسلام کی عملاً ایسی خدمت انجام دی جاسکتی ہے کہ دنیا میں ایک تہلکہ مچ جائے ' مخالف اسلام قوتوں کے عزائم خاک میں مل جائیں مفاد پرستوں اور سیکولرسٹوں کے نظریات کا تاروپود بکھر جائے ۔ بھارت کے ناپاک عزائم ' اسرائیل کی اندوہناک تاراجی ' روسیوں کی بربریت اور مسلط قوتوں کی ساری امیدیں اس پر قائم ہیں کہ مسلمان کبھی اپنے ایمان اور نظریہ اپنے دین اور اپنی تہذیب کی بنیاد پر کھڑے نہیں ہوسکتے ۔

اٹھو! خدا اور رسولؐ کے دین کیلئے اپنی جانوں اور مالوں اور عزت و آبرو کی قربانیاں دینے والے بن جاؤ۔ اپنی دماغی اور تخلیقی ، علمی و مطالعاتی صلاحیتیں اسلامی نظام کی ترویج میں کھپادو خود کو باضمیر بنا کر زندہ رہنے کا استحقاق پیدا کرو ———— جماعتی اور سیاسی میدان میں باہمی اعتماد اتحاد سے تنظیم اور اپنی جماعت کے اندر فعالیت اور اقدام کی صلاحیت ابھار یئے ۔ دین اسلام اور معاشرے کی اعلیٰ خدمات کا وسیع اور جامع منصوبہ بنایئے چالبازانہ اور مغربی طرز کا مفاد پرستانہ منصوبہ نہ ہو خالص دیانتدارانہ ہو ۔

اس میں عوام کی فلاح و بہبود ہے یہی کام اصلاح معاشرہ کا ٹھوس اور حقیقی اقدام ہے ۔ بین الاقوامی حالات میں اس منہج میں ملک کی بقاء استقلال اور استحکام

ہے اس میں مسلمانوں کے تہذیبی اور ملی شعور کا فروغ ہے ۔ اگر اسی علم کو آپ نے تھاما ' اسی پرچم کو بلند کیا اس پیغام کے مبلغ بنے اور اس کے لئے اپنے مفادات کو تج دیا ۔ ذاتی اور گروہی جتھ بندی کی متعفن سیاست کو تین طلاق دے دیں قومی وحدت اور اتحاد امت کا کام ٹھوس اور حقیقی بنیادوں پر استوار کر دیا تو پھر اہل زمانہ ' ارباب طاقت ' سپر پاورز جن کے آج تم پاؤں چھوتے ہو ۔ کل وہ تمہارے جوتوں کو بوسہ دیں گے ۔ (ماہنامہ الخیر ملتان جون ۸۸ ۱۹ء)

فقہ حنفی کا مکمل اور فوری نفاذ جمہور اہل سنت کا فرض

نفاذ شریعت آرڈیننس کا تجزیہ

پاکستان میں صدر ضیاء الحق کے نفاذ شریعت آرڈیننس اور بنگلہ دیش میں صدر ارشاد کے اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے کے باوجود بھی دونوں ملکوں کے دینی اور مذہبی حلقوں ' علماء ' ارباب بصیرت ' سیاسی رہنماؤں ' اور عامتہ المسلمین میں کوئی خوشی اور مسرت ' کوئی یقین اور طمانیت ' کوئی سیاسی رہنماؤں کا خاطر خواہ ردعمل نہیں ہوا ۔ مگر یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جمہور اہل سنت اور مسلمانوں کی اکثریت نفاذ شریعت کے نفاذ ' بقاء اور قیام و استحکام پر متفق یا ہم آواز ہونے کے لئے تیار نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں حکمرانوں کے منافقانہ وطیروں ' سیاسی چالبازیوں ' تحفظ اقتدار کے فریب کاریوں ' مکمل اور اصل اسلام کے نفاذ سے مسلسل گریز واحتراز ' دروغ گوئی اور دسیسہ کاری نے اس نقطہ فکر پر متحد کر دیا ہے کہ حکمرانوں کا نفاذ اسلام کا عمل " کلمتہ حق اریدبہ الباطل " کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ کل جب انہیں مکمل اختیار تھا اور واقعتہً وہ اسلام کے شیدائی بھی تھے تو نفاذ شریعت کے آرڈیننس پر جب عمل ہوگا اور اس کے نتائج و ثمرات جب سامنے آئیں گے اس پر تو وہی زیادہ بتاسکتے ہیں جنہیں ایسے مراحل کا عملی تجربہ ہوچکا ہے ۔

ہمیں پہلے مرحلے میں نفاذ شریعت آرڈیننس کے مرتبین میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کا یہ بیان پڑھنے کو ملا کہ :۔

" سب سے پہلے تو میں احتجاج کروں گا کہ وزارت قانون نے علماء کے سامنے جو آرڈیننس کا مسودہ پیش کیا اور علماء نے جس مسودے کی تصدیق کی ' بعد

ازاں اس مسودے کو تبدیل کر دیا گیا اور دستخط کرواتے وقت تبدیلی کے متعلق نہیں بتایا گیا اور یوں علماء کو دھوکہ دیا گیا مثلاً یہ کہ فلاں دفعہ میں شریعت کی بالادستی کا ذکر ہے جب کہ وہاں طے یہ ہوا کہ شریعت کو تمام قوانین پر بالادستی حاصل ہوگی اور شریعت کے مقابلے میں کوئی بھی قانون یا رواج کالعدم تصور کیا جائے گا ' مسودے میں اس سلسلہ میں " سپریم لاء " کے الفاظ موجود تھے اور اب اخبارات میں سامنے آنے والے آرڈیننس میں شریعت کے بارے میں " سورس " یعنی ماخذ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے بالکل معنی تبدیل ہو جاتے ہیں اور بہت فرق پڑ جاتا ہے یعنی مقصد کو غیر موثر کر دیا گیا ۔ اس آرڈیننس سے شریعت کی بالادستی باقی نہیں رہی بلکہ شریعت سے صرف استفادہ ہوسکے گا ۔ اس کو حجت نہیں مانا جائیگا ۔ "

(روزنامہ " جنگ " راولپنڈی خصوصی ایڈیشن ۲۳ جون ۱۹۸۸ء)

اسی روز کے روزنامہ " جنگ " کی ایک خبر یہ بھی ہے کہ !

" اخبارات میں شائع ہونے والا مسودہ پہلے والے مسودے کے بعض حصوں سے مختلف ہے اور بعد میں جاری ہونے والے مسودے سے وہ حصے نکال دیئے گئے ہیں جن کا تعلق حکومت کے عہدیداروں کے اعمال اور حکومت کے احتساب سے تھا ۔ "

آرڈیننس کا مسودہ شائع ہو جانے کے بعد اس کے دفعات پر کافی غور کیا گیا تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی کہ یہ آرڈیننس اپنی اصل روح کے اعتبار سے اس مسودہ پر کوئی نمایاں فوقیت نہیں رکھتا جو سابقہ حکمران بار بار متحدہ شریعت محاذ کی قیادت کے سامنے پیش کرتے رہے اور جسے سرکاری شریعت بل کے نام سے سابقہ حکمران پاس کرنا چاہتے تھے مگر علماء نے اسے مسترد کر دیا تھا آرڈیننس کے اجراء سے عملاً موجودہ صورت حال پر کوئی فرق نہیں آئے گا اس سے قوم کو نفاذ شریعت کی منزل ہرگز نہیں ملے گی ۔ مفتی نعیمی صاحب یا ان کے رفقاء جنہوں نے

نفاذ شریعت آرڈیننس کی تشکیل میں حصہ لیا تھا انہیں گیارہ سالہ تجربے میں بارہا ایسے واقعات کا سامنا نہیں ہوا تھا کہ وہ دستخط کرتے وقت مضمون کو پڑھنے تک کی زحمت گوارا نہ کرسکے ' مجلس شوریٰ کے زمانہ میں نظریاتی کونسل کی رپورٹیں کس طرح مروڑ مروڑ کر پیش کی جاتی رہیں وہ کونسا مسودہ قانون تھا جس میں علماء کو دھوکہ دینے کی کوئی کوشش نہ آزمائی گئی ہو ' وہ کون سا وعدہ تھا جس کے نبھانے کی قسمیں نہ اٹھائی گئی ہوں ' مگر کیا کوئی ایک قدم بھی صحیح سمت اٹھا ' ہمیں شریعت سے نہیں ' حکومت کی منافقت سے عداوت ہے ۔ ۔

اتنے فریب کھائے ہیں اعتبار کرکے
کہ اب اعتبار وعدہ فردا نہیں رہا

اب جب کہ نفاذ شریعت حکومت کی ذاتی ضرورت ہے اس کے نفاذ کے علاوہ اس کے پاس اپنے تحفظ کا کوئی اور حربہ اور نعرہ باقی نہیں رہا ۔ تو ایسے موقع پر علماء کو مفتیان کرام کو ' دینی قوتوں کو یہ فیصلہ کرلینا چاہئے تھا کہ یہاں پر صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نافذ ہوگی ' جمہور اھل سنت والجماعت کا متفقہ مطالبہ فقہ حنفیہ کا اجراء ہوگا ۔

لوگوں کے جذبات فقہ حنفیہ کے بارے میں اب بھی ایمان ویقین سے لبریز ہیں اور سرشار ' خالصتاً نفاذ شریعت کی تحریک چلے ' علماء اپنے کردار سے ' اب حکومت سے مداہنت اور مصالحت کرکے اور کچھ دو کچھ لو کے اصول پر نہیں ' ایک عظیم دینی قوت بن کر متفقہ طور پر نفاذ شریعت کی تحریک چلائیں ' مکمل نفاذ شریعت کی ' تو اس سے نوجوانوں کے اندر اور عامتہ المسلمین کے اندر غیر معمولی محبت اور وارفتگی کے جذبات ابھریں گے ۔

جناب مفتی نعیمی صاحب کے مطابق جب شریعت آرڈیننس کی حیثیت صرف شریعت سے استفادہ کی ہے اور اسے مکمل بالادستی نہیں دی گئی اور اسے حجت قرار دیا گیا ۔ اور اسلامائیزیشن کے طویل ترین اور پیچیدہ طریق کار کو عوام اور وکیلوں کی

درخواستوں اور مقدمہ بازیوں پر چھوڑ دیا گیا تو مستقبل میں اس کی حیثیت بھی وہی رہے گی جو اس سے قبل نظام زکوٰۃ اور نظام صلوٰۃ کی رہی -------- اس پیچیدہ اور طویل ترین طریق کار سے معلوم ہوتا ہے کہ ججوں اور وکیلوں کے کاندھوں پر وہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے - کیونکہ جج کو یہ جاننے کے لئے کہ رائج الوقت قانون کا کونسا حصہ احکام شریعت سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے ' متعلقہ حصہ کو ذہن میں رکھ کر مختلف مذاہب کے اندر وہ تمام مقامات کھنگالنے ہوں گے جہاں اس حصہ سے ملتا جلتا حکم پایا جاتا ہو اور پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ جدید قانون کا زیر غور جز اسلامی حکم سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے اور کس حد تک مخالف ' موجودہ ججوں کے اندر ایسے افراد بہت قلیل ' کم بلکہ کالعدم ہیں جو اسلامی شریعت کا مکمل علم رکھتے ہوں - اور وہ قلیل تعداد بھی وہ ہے جنہوں نے تعلیم لاء کالجوں کے اندر حاصل کی ہے جنہوں نے اسلامی شریعت کا بھی زیادہ تر وہی حصہ پڑھا ہے - جو شخصی قوانین سے بحث کرتا ہے جب کہ مفتی کا تقرر نیک فال ہے' مگر اس کی حیثیت تو صرف مشیر ہی کی ہے تو اس لئے ججوں کے لئے یہ مہم سخت کٹھن ہوگی -

علاوہ ازیں اس امر کا بھی امکان ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر فقہ کے راجح اور مرجوح اقوال کے اندر ججوں کی آراء میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ایک ہی معاملہ کے اندر عدالتوں کے فیصلے باہم متصادم اور متناقض ہو جائیں -

میری ان گذارشات کا مقصد یہ ہے کہ جب تمام قوانین ' اسلامی مشاورتی کونسل نے ترتیب وار قانونی طریقہ سے جزئیات تک کو مدون کر لیا ہے - نیز فتاوی عالمگیری شرح مجلہ اور ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب کا مجموعہ قوانین اور فقہ حنفیہ کا عظیم ذخیرہ موجود ہے تو نئی فقہ ترتیب دینے کی ضرورت ہی کیا ہے -

فقہ حنفیہ کوئی گروہ یا ملکی تعصب کی بات نہیں ' بلکہ یہ تو اسلام کی ایک جامع

اصطلاح ہے - یہ عقیدت و شریعت اور دینی معاملات اور دنیاوی امور پر حاوی ہے ' قرآن اس کا ماخذ اول ہے جس میں وہ تمام اصول نازل کئے گئے ہیں جو عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں - قرآن کریم کے اصولی ضابطے ایک طرف یہ واضح کرتے ہیں کہ خالق کے ساتھ ان کا تعلق کس طرح ہونا چاہئے - دوسری طرف یہ بتاتے ہیں کہ جس معاشرے کے اندر انسان جیتا ہے اس کے ساتھ اسے کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے -

تیسری طرف یہ رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست کو دوسری ریاستوں کے ساتھ جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں کس طرح معاملات استوار کرنے چاہیں ' اصولی قواعد اور ضابطوں کے سوا بقیہ امور اجتہاد کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہیں تاکہ زمانے اور مقام کی ضروریات کے مطابق انہیں طے کیا جاتا رہے - اجتہادی کوششیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شروع ہوگئی تھیں اور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین کے دور میں ان کے اندر غیر معمولی ترقی ہوئی چنانچہ ان اجتہادات کی بدولت اسلامی تاریخ کے اندر ایسا عظیم قانونی سرمایہ وجود میں آیا جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی ' بالخصوص فقہ حنفیہ کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ ان تمام مسائل کا آسان ترین اور اعلیٰ ترین حل پیش کرتا ہے جو افراد کو کیا ریاستوں کو مختلف رنگ میں پیش آتے ہیں -

مختلف معاشروں اور مختلف ماحول میں نئے نئے حالات اور مسائل سر اٹھاتے رہے اور مختلف زمانوں میں اور مختلف مقامات میں ہر مسئلہ کے لئے مناسب فیصلہ تلاش کرنا ہر کسی کے لئے حد درجہ مشکل کام تھا - اجتہاد کی شرائط اور اہلیت اس بات کی متقاضی ہے کہ مجتہد کو تمام دین پر گہری اور جامع بصیرت حاصل ہو - فقہ کے مذاہب ادلہ اور علوم پر اسے عبور حاصل ہو اصول قانون کا وہ ماہر ہو ' علم حدیث ' علم تفسیر ' علم لغت ' منطق اور کلام پر اس کی کامل نظر ہو - ہر قاضی اور ہر جج میں ان تمام شرائط کا بدرجہ وافر پایا جانا سخت دشوار تھا اور شریعت اسلامی کا

اصل الاصول یہ ہے کہ شریعت کے بنیادی ضابطوں کی پوری پابندی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مصلحتوں کا لحاظ بھی کیا جائے اور انہیں تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے ' چنانچہ ان تمام ضابطوں کے مدنظر فقہائے احناف نے شورائی نظام کے تحت احکام اسلامی کا ایک مجموعہ (کوڈ) فقہ حنفیہ کے نام سے مدون کیا جس میں جدید پیش آمدہ مسائل میں اجتہادات کی گنجائش کے ساتھ ساتھ موجودہ اور مبوب دفعات کی شکل میں موجود ہے اور اس سے علماء کے علاوہ عام ججوں کو بھی یہ سہولت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ پیش آمدہ قضیوں کے لئے آسان راستے سے صحیح حکم تک پہنچ سکیں گے ۔

دینی قوتیں اگر موجودہ سیاسی فضا اور حکومت کی ذاتی ضرورت کے پیش نظر باہمی اتحاد سے قطعی طور پر یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ شریعت اسلامیہ بصورت فقہ حنفیہ کا فوری نفاذ چاہتے ہیں تو انہیں فوراً ایک مضبوط دینی اور سیاسی قوت کی تشکیل دینے کے بعد حکومت پر بھرپور سیاسی دباؤ ڈالنا ہوگا کہ اگر وہ نفاذ شریعت میں مخلص ہے تو اسے فوراً بیک جنبش قلم تمام رائج ملکی قوانین اور موجودہ قانونی نظام کو منسوخ کر دینا چاہئے اور اس کے متبادل فقہ حنفیہ کو بہ تمامہ جاری کر دینا چاہئے جو ایک منضبط اور مکمل تدوین نظام ہے اور سہل نفاذ اتنا کہ قاضی شرع کی طرح یا اس کی معاونت اور تعاون سے جج اور وکلاء بھی اس کی طرف فوری رجوع کرسکتے ہیں ۔ مکمل نفاذ شریعت اور فقہ حنفیہ کے اجراء سے معاشرے کو قانونی لحاظ سے کسی صحرا یا خلاء میں چھوڑ نہیں دیا جائے گا ۔ بلکہ بلا تاخیر احکام شریعت کی تنفیذ جاری ہو جائیگی ۔

اور یوں اسلامی نظام حیات کے پاکیزہ کارواں کا سفر بلا تاخیر شروع ہو جائے گا ۔ اسلامی فقہ یا فقہ حنفیہ کوئی نیا شوشہ یا بدکنے کی چیز نہیں ' گروہی تعصب سے قطع نظر واقعاتی دنیا سے آپ فقہ حنفیہ کا جائزہ لیں ' فقہ حنفیہ تو شرعی احکام کے استخراج واستنباط اور اجتہاد کے تسلسل کا نام ہے ۔

حضرات صحابہؓ خلفاء راشدینؓ کے مجموعی اجتہادات اور ان کے بعد فقہائے اسلام بالخصوص ابوحنیفہ اور ان کے جلیل القدر تلامذہ امام ابو یوسف امام محمد امام زفر، قاضی عافیہ عبد اللہ بن مبارک اور دیگرائمہ متبوعین امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل کی اجتہادی کاوشوں سے فقہ اسلامی کی تشکیل ہوئی تاہم یہ امر مسلم ہے کہ تمام فقہی مکاتب فکر میں فقہ حنفیہ کو جامعیت، اصولی وسعت، عملی نفاذ کا تجربہ اور تدوینی شورائیت کی اولیت اور سب کے لئے ———— مرجع کا مقام حاصل ہے۔ فقہ حنفیہ اہل اسلام کا ایسا بہترین قانونی اور تشریعی سرمایہ ہے جس کی نظیر نہ قدیم دنیا میں ملتی ہے اور نہ جدید دنیا میں، پوری دنیا کے انسانی قوانین کے واضعین فقہ حنفی کی اس امتیازی خوبی کی بھرپور شہادت دیتے ہیں۔

بیسویں صدی کے قانونی نظریات میں سب سے جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ اس شکل میں استعمال نہ کرے جس سے دوسرے کا نقصان ہو۔ ایسی صورت میں وہ دوسرے کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اس نظریہ کو فرانسیسی قانون دان (ABUSIDE DROIT) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر قانونی نظریات کو عہد حاضر کا تحفہ قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ نظریہ کہ ہنگامی حالات معاہدات پر اثر انداز ہوسکتے ہیں ان میں تبدیلی کرسکتے ہیں یا انہیں ختم کرسکتے ہیں (اسلامی فقہ میں ہنگامی حالات کا تعین، حدود اور اس سلسلہ کی شرائط تفصیل سے ذکر کر دیئے گئے ہیں) یا یہ نظریہ کہ اسی شخص پر کوئی ذمہ داری ڈالی جائیگی جو واقعتاً بھی اس کا اہل ہوگا اور واقعی اہل ہونے کی صورت میں اگر وہ ذمہ داری میں کوتاہی کرے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا ورنہ نہیں۔ مغربی قانون دانوں نے ان نظریات کو تو بڑے فخرو مباہات سے بیان کیا اور دنیا کو باور کرانے لگے کہ وہی ان نظریات کے موجد اور واضع ہیں مگر جب علماء اور اسلامی سکالروں نے انہیں یہ بتایا کہ یہ نظریات فقہ حنفیہ کے اندر صدیوں قبل مرتب ہو کر اسلامی دنیا میں عملاً معمول میں رہے ہیں اور فقہا اسلام نے یہ سب اصول وقواعد اور ان پر متفرع

ہونے والے ممکن اور احتمالی جزئیات اور فروعات تک بیان کر دیئے ہیں تو انہوں نے بھی فقہائے حنفیہ کے اس امتیاز کا اعتراف کیا اور فضیلت وامتیاز بھی درحقیقت وہی ہے جس کا مخالفین بھی اعتراف کریں۔

بلکہ معاملہ صرف اتنا ہی نہیں کہ عصر حاضر کے چند نمایاں قانون دانوں نے فقہ حنفیہ کی وسعت، جامعیت، سبقت، کاملیت اور ہمہ گیری کو تسلیم کیا ہے، بلکہ موجودہ دور کے بین الاقوامی قانونی ادارے بھی اس کی عظمت واہمیت اور اس کی بلندی وہمہ جہتی کا لوہا مان چکے ہیں۔

فقہ حنفیہ اپنے تمام احکام وقوانین کے جلوؤں میں صدیوں تک اپنی جانداری اور تازگی کا ثبوت فراہم کرتی رہی ہے۔ یہ وہ خوبی ہے کہ اس سے پوری طرح بہرہ یاب ہونا تو کجا اس سے ملتی جلتی خوبی بھی دنیا کے کسی قانونی نظام کو حاصل نہیں ہوئی۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ یورپ اور امریکہ کے نظام ہائے قوانین صرف ایک صدی یا سوا صدی قبل کی پیدائش ہیں، یعنی یہ اس وقت وجود میں آئے ہیں جب مغرب نے مذہب کو ریاست سے جدا کر دیا۔ رہا روس کا قانونی نظام تو اس کی عمر پچھلی نصف صدی سے زیادہ نہیں ہے، کیونکہ روسی کمیونزم کا تجربہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوا ہے لیکن فقہ حنفیہ تیرہ صدیوں سے خطہ ارض پر موجود ہے۔

فقہ حنفیہ نے آفاق عالم کو اپنی شعاعوں سے منور کیا، یہ مشرق میں پہنچی اس نے خدا کی وسیع دھرتی پر حکومت کی، ایک دنیا کو اس نے فیضیاب کیا۔ مظلوموں اور بے کسوں نے اس کے دامن رحمت میں پناہ لی، یہ وادیوں اور میدانوں میں اتری۔ اس نے پہاڑوں اور صحراؤں کی آب وہوا چکھی۔ اس نے گوناگوں عادات اور بوقلموں روایات کا سامنا کیا۔ ہر انسانی ماحول اور معاشرہ میں اس کی چہات پھرت رہی۔ اس نے خوش حالی کے منظر بھی دیکھے اور بدحالی کے بھی حکمرانی کی فضا بھی دیکھی اور غلامی کی بھی۔

تہذیب و تمدّن کا عروج بھی دیکھا اور پسماندگی ، واماندگی اور دور زوال بھی ۔ اور پھر پوری صلاحیت اور ہمت کے ساتھ ، اس نے ان تمام مراحل میں ہرطرح کے واقعات اور حالات کا سامنا کیا ، جس کے نتیجے میں اسے وہ حیرت انگیز اور عظیم الشان قانونی خزانے نصیب ہوئے کہ ہم فخر سے کہ سکتے ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

ان قانونی کنوز و ذخائر کے دامن میں دنیا کا ہر ملک اور ہر قوم اپنی مشکلات اور مسائل کا عمدہ سے عمدہ اور سہل سے سہل علاج پاسکتی ہے ۔ فقہ حنفیہ کو تاریخ کے روشن ادوار میں حکمرانی کا موقع ملا ہے ۔ اور اس نے کسی بھی انسانی ضرورت کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں دکھائی ۔

اس نے کسی بھی مطالبے کو بروئے کار لانے میں اظہار عجز نہیں کیا ۔ اس نے کسی مرحلہ میں اپنے پیروکاروں کو پسماندگی کا شکار نہیں ہونے دیا ۔ اب ہمارے لئے پوری قوم کے لئے ۔ ارباب بست وکشاد اور ارباب سیاست کے لئے یہ بالکل غلط اور معیوب بات ہوگی کہ ہم اس قدر جامع مرتب ، اور مدون اور عظیم قانونی سرمائے سے مالا مال ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کریں ۔ اور خدا تعالیٰ استعماریوں کو اور انگریزی قانون کے وفاداروں کو ، لادین اور اقتدار پرست سیاست دانوں کو ، بلکہ جمہوریت کے پروانوں کو اور خود غرض اور مفاد پرست بیورو کریٹس اور حکمرانوں کو اور ان کی بولیاں بولنے والے ان کے ساختہ پر داختہ عناصر کو غارت کرے کہ یہ طفیلی بننے کی ذہنیت ان کی ہے ۔

فقہ حنفیہ کے بارےمیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ کوئی باعث تعجب بات نہیں ہے ۔ یہ تو عین قرآن وحدیث سے مستنبط مرتب قانونی ضابطے ہیں ۔ یہ آسمانی شریعت ہے جو اس خدا تعالیٰ کی نازل کردہ ہے جو انسانوں کا خالق ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ انسان کے لئے دینی لحاظ سے اور دنیاوی لحاظ سے کونسی چیز مناسب اور موزوں ہے ۔

هو الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی الایعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ۔ (ملک ۔ ۱۴)

ترجمہ : کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا ہے ؟ وہ تو (بڑا ہی) باریک بین اور (پورا) باخبر ہے ۔

اور یہ بات کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات نہیں کہ خالق اور مخلوق کے قانون کے درمیان وہی فرق ہے جو خود خالق اور مخلوق کے درمیان ہے کیونکہ خالق نے جو قانون تجویز فرمایا ہے وہ نہایت کامل ومکمل ہے اور مخلوق جن قوانین کو خود گھڑتی ہے وہ ناقص اور ادھورے ہوتے ہیں ۔

یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللہ علیم حکیم

ترجمہ : اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کر دے اور چلا دے تم کو اگلوں کی راہ ، اور تم پر توجہ فرمائے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے ۔

ہم یقین سے کہتے ہیں کہ جب ارباب بست وکشاد کمیٹیوں ، کونسلوں ، عدالتوں میں دعوؤں ، مقدمہ بازیوں اور تاویلات و تاخیرات کے حربوں سے نکل کر کام لیتے ہوئے بغیر لومتہ لائم کے فقہ حنفیہ کے مجرب ومرتب قانون کو نافذ کر دیں گے اور انسان ، انسان کے قانون سے نجات پاکر اپنے رب اور خالق کے قانون کی طرف لوٹ کر آئیں گے تو موجودہ دنیا کو افکار کی کشمکش نظریات کے تکلیف دہ مظاہروں اور مذاہب کے معاندانہ ستمرانیوں سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔

کیونکہ اس وقت دنیا کو مشکلات زندگی کا نہایت کامیاب علاج میسر آجائے گا اور وہ اسلام کی اس شریعت وقانون سے بہرہ اندوز ہو جائے گی ، جس کے اصول وسیع الظرف جس کے مقاصد انسانیت نواز ، جس کی قوتیں تازہ دم اور جس کے قوانین بلند و بے لوث ہیں ۔ ملک کے عدالتی نظام کو یکجا کرنا ہوگا غیر ملکی اور غیر اسلامی قوانین کو بیک جنبش قلم عدالت سے باہر پھینک دینا ہوگا ۔ عدالتوں میں کسی تاخیر ، تدریج ، عدالتی مراحل ، مقدمہ بازی کے چکروں میں پڑے بغیر شرعی اور ملکی

قانون کی تفریق ختم کر دینی ہوگی ' اور دینی قوتیں متحد ہو جائیں تو کوئی سیاسی پارٹی ان کی مخالفت کی جرأت نہیں کرسکے گی ' کوئی حکمران ان سے چالبازی نہیں کرسکے گا ۔ وہ قوت نافذہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر فوری طور پر عدالت میں قاضی شرع اور عدلیہ کے جج دونوں کو خدا کے نازل کردہ احکام کے تحت فیصلے صادر کرنے پر مجبور کرسکتے ہیں ۔

اب وقت ہے کہ دینی قوتیں بیک آواز متحد ہو کر حکمرانوں کی منافقت اور مفاد پرستی کا بھانڈا چورا ہے پر پھوڑ دیں ۔

اب تو نفاذ شریعت حکمرانوں کی ذاتی ضرورت بن گئی ہے ۔ اب تو دینی قوتوں کو نفاذ شریعت کے پلیٹ فارم پر ایک ہو جانا چاہیئے ۔ اور اپنے اس پختہ عزم اور اٹل فیصلے کا اعلان کر دینا چاہیئے کہ اسلام کو ججوں اور وکیلوں کے مشق ستم بنانے کے مواقع نہیں دیئے جائیں گے ۔ اس ملک کے اندر اسلام کا مرتب اور جامع ومجرب قانونی خاکہ فقہ حنفیہ کا نفاذ ہی انجام پذیر ہو کر رہے گا ۔ اللہ کا کلمہ اور اس کے اوامر سربلند ہوں گے ' غیر اللہ کی آواز پست ہوگی ۔ پھر اس معاملہ میں اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کہ کون خوش ہوتا ہے یا کون ناراض ' یا خود ساختہ قوانین کے بعض علمبردار اور ان کے مستشرقین صرف اللہ کے قائم کردہ حدود کا استہزار کر رہے ہیں ۔

اب تو وقت آگیا ہے کہ ارباب علم وبصیرت ' صاحبان فکر و دانش ' ارباب قضاو قانون علمائے فقہ وشریعت اور اصحاب دین اور عامتہ المسلمین ایک متحدہ اور متفقہ موقف اختیار کرکے نفاذ شریعت کی تکمیل کا فیصلہ کرلیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس روز سے بڑھ کر ملت اسلامیہ کی خوش قسمتی کا شاید کوئی دوسرا دن نہ ہوگا جب دینی قوتیں اور اہل علم حضرات قدیم و جدید کی بحثوں کو چھوڑ کر گروہ بندیوں اور بتقے بازی کی سیاست کو چھوڑ کر عصر حاضر میں اسلامی نظام حیات بصورت فقہ حنفیہ کے نفاذ و قیام پر متفق اور ہم آواز ہو جائیں ۔ فرمان خداوندی ہے :۔

افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوانٍ ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف هار فانهاربہ فی نارجهنم واللہ لا یهدی القوم الظلمین لا یزال بنیانهم الذی بنواریبۃً فی قلوبهم الا ان تقطع قلوبهم واللہ علیم حکیم (توبہ - ۱۰۹)

ترجمہ : سو آیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ' اللہ کے تقویٰ اور رضا مندی پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارہ پر رکھی جو گرنے ہی کو ہے ۔ پھر وہ (عمارت) اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑی اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا ہمیشہ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی سوا اس کے کہ ان کے دل ہی فنا ہو جائیں اور اللہ بڑا حکمت والا ہے اور بڑا علم والا ہے ۔

میری ان گذارشات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ میں کُل کے عدم حصول کی وجہ سے "کچھ" "یا" "بعض" کی افادیت کا بھی انکار کر رہا ہوں یا اس کو قوم وملت کے لئے مضر خیال کرتا ہوں ۔ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں ' ایسا نہیں ' اور نہ ہی میری اس تحریر کا مقصد ان لوگوں کے پلڑے میں وزن ڈالنا ہے جو صدر ضیاء الحق کو تو برداشت کرسکتے ہیں مگر ان کے لئے شریعت بہر صورت ناقابل برداشت ہے ۔ میرا مقصد صرف اور صرف اس قدر ہے کہ اگر دینی قوتیں ' اصلاح احوال کے خواہش مند حضرات اور نفاذ شریعت کا مشن رکھنے والی سیاسی جماعتیں حالات کا تحقیقی مطالعہ کریں حکومت کی ضرورت اور فضا کے رخ کو پرکھیں تو وہ ایک مضبوط سیاسی وحدت بن کر "کچھ" کی بجائے "کل" بھی حاصل کرسکتی ہیں ۔ تدوین جدید ' اور ججوں اور وکلاء کے مشق ستم بننے سے اسلام کو بچا کر فقہ حنفیہ کا مدون دفعہ وار تفصیلی قانون بھی جاری کرواسکتے ہیں ' حکومت اب سمجھ چکی ہے کہ قوم صرف نفاذ شریعت پر مطمئن ہوسکتی ہے وہ اس کے لئے اعلانات کرے گی ' تبدیلیاں کرے گی ۔ آرڈیننس جاری کرے گی ۔ اور اگر اسے دن کے تارے اور موت کے فرشتے نظر آجائیں ' تو پھر جو آپ چاہیں جس طرح چاہیں اسی طرح کر ڈالے گی

۔ ایسے حالات میں حکمت عملی ، دانش مندی اور قومی وملی استحکام اور خدا کی بارگا
میں سرخروئی کے تقاضے یہی ہیں کہ مروجہ لادین سیاست اور ہوا کے رخ بہنے کے
بجائے بڑی گہری فکر اور بصیرت وتدبر کا ثبوت دیں ۔

اگر خدا نخواستہ ناقص وناتمام آرڈیننس اور اس کے بعد بھی کچھ اسلامی
اقدامات اور قوانین کا اعلان کر دیا گیا اور وہ ناکام رہ گئے ۔ جیسے کہ گذشتہ گیارہ
سال میں اس نوع کے تجربات اور اس کے ثمرات اور نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ
صورت میں سامنے آتے رہے ۔ اگر حکومت کو مکمل نفاذ شریعت اور فقہ حنفیہ کے
موثر نفاذ پر مجبور نہ کیا گیا تو سابقہ تجربات نئی نسل کی حوصلہ شکنی اور اسلامی تحریک
کے مشن کے لئے سدباب اور آئندہ حکومتوں کے لئے تجربہ نمونہ عمل بن کر
پاکستان جیسے نظریاتی اور اسلامی ملک کو سیکولرسٹیٹ اور اور لادین ریاست میں
تبدیل کرکے نہ رکھ دیں ۔

ولا فعلها الله تعالیٰ (ماہنامہ الخیر ملتان اگست ۱۹۸۸ء)

مغربی جمہوریت اور اس کی مضرتیں

آج چاروں طرف جمہوریت کا شور ہے حتی کہ بعض مذہبی حلقوں کی طرف سے بھی مغربی جمہوریت کی بحالی کے لئے اسی پیمانے کی کوششیں جاری ہیں جو نظام اسلام کے نفاذ کے لئے مطلوب تھیں۔

فرنگی نے جدید تہذیب اور جدید تعلیم کی آڑ میں مسلمانوں کو جو میٹھا زہر پلا دیا ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان قرآن وسنت پر غور کرنے کے بجائے' فرنگی کے نظام کو بہتر' جامع اور مفید سمجھ کر اسکی ترویج و تشہیر میں اس قدر منہمک ہوگئے کہ صراط مستقیم اور گمراہی کے درمیان بھی فاصلے ملحوظ نہ رہے۔

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

بعض دانا دوستوں کو موجودہ دور میں اسلامی نظام نامکمل اور ناقابل عمل نظر آرہا ہے اس لئے انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ یورپ کی غلامی کا دیا ہوا تحفہ مغربی جمہوریت "کو اسلامی نظام میں ملا کر ایک آمیزہ تیار کرلیا جائے اور آج اسے وقت کی ضرورت اور اسلام کی بہت بڑی خدمت باور کرایا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ " مغربی جمہوریت اور " اسلامی جمہوریت " کے بنیادی فرق کا چند اصولوں کی شکل میں اجمالی خاکہ پیش خدمت کیا جائے تاکہ حق کے متلاشی شیطانی چنگل سے محفوظ رہیں۔

مغربی جمہوری نظام خلاف واقعہ' خلاف عقل' خلاف کاروبار محض دھوکہ اور لوگوں کو بیوقوف بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ مغربی جمہوریت کا پورے عالم میں کہیں بھی وجود نہیں بلکہ چند سیاسی پہلوانوں کا اکھاڑا ہے جو جیت گیا اسی کی تنہا حکومت ہے پارٹی تو بہر حال اس کے ہاں میں ہاں ملاتی ہے۔ اسی ڈکٹیٹرشپ کو پروپیگنڈہ کے زور سے جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے۔

۲ ۔ مغربی جمہوریت عقلاً بھی مردود ہے اس لئے کہ اکثریت جاہلوں ' غنڈوں ' بے وقوفوں اور کم عقلوں کی ہوتی ہے تو گویا اکثریت کی رائے ' جہالت ' غنڈہ گردی ' بے وقوفی اور کم عقلی کی رائے ہوگی ۔ اور جہالت و بے عقلی پر مدار رکھنا حماقت و جہالت کا اظہار ہے ۔

۳ ۔ عرفاً خلاف کاروبار ہے اس لئے کوئی احمق سے احمق بھی اپنے اہم امور میں جاہلوں ' غنڈوں اور بیوقوفوں کی رائے پر عمل نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان سے رائے لینے کو عقلمندی اور دانائی کہا جاسکتا ہے ۔

۴ ۔ احباب ٹھنڈے دل سے سنیں تو عرض کروں کہ ملک میں مغربی جمہوریت " انتہائی خطرناک اور اسلامی دشمنی کی ایک عظیم تحریک ہے اس غنڈہ جمہوریت نے جس بات پر اسلام کے خلاف اکثریت حاصل کرلی تو اس معاملہ میں اسلام کو رخصت کرنا ہوگا ۔

۵ ۔ یورپی نظام جمہوریت چونکہ شرعًا و عقلاً اور عرفًا خلاف عدل اور خلاف فطرت ہے اس لئے شدید خطرہ رہتا ہے کہ اگر اکثریت ایک ایسی بات پر متفق ہوگئی جو اسلام میں قطعًا کفر یا حرام یا شدید جرم ہو تو اس کو لامحالہ رائج کیا جائے گا ۔ آخرت برباد اور جہنم ٹھکانا ۔

۶ ۔ واقعاتی طور پر آپ اپنے ملک کی اسمبلیوں کا جائزہ لیں ۔ مندرجہ بالا امور کا سنگین تجربہ ہوچکا ہے کہ اسمبلی کے غیر مذہبی لوگوں نے اکثریت کے بل بوتے پر خلاف مذہب قانون بنا ڈالے جن کے نفاذ سے ملک و قوم ' بربادی اور آخرت کے عذاب کا لقمہ بن رہے ہیں ۔ مثلاً عائلی قوانین کے دفعات طلاق اور رجوع وغیرہ کے مسائل اسلامی شریعت کے بالکل منافی ہیں تعجب ہے کہ کہ جہاں شرعًا نکاح باقی رہتا ہے جمہوری بل بوتے پر اسے توڑا گیا اور جہاں شرعًا نکاح ٹوٹ جاتا ہے جمہوری قوت سے وہاں باقی رکھا گیا---------گویا جمہوری نظام قانون نے ہمیشہ کے لئے ملک کو حرام میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے ۔

(ب) میراث کا چودہ سو سالہ خدائی قانون جمہوریت کے بل بوتے پر ناقابل عمل قرار دے کر اس کے خلاف ' ایک انسانی قانون پاس کر کے جاری کر دیا گیا جس کی وجہ سے ایک کا حق دوسرا کھائے جارہا ہے ۔ پورے ملک میں اس کے خلاف آواز اٹھی مگر جمہوری بچوں نے اس پر کان بھی نہ دھرا اور برابر حرام کے قوانین جاری رکھے ۔

۷ ۔ موجودہ مروجہ طریق انتخاب (الیکشن) ہی کو اس بات کا مدار سمجھنا کہ اس طریقہ سے ایوان میں عوام لن کو بھیجیں گے جو اسلام ہی کے بہی خواہ ہوں گے ۔ یہ بات بہر حال ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ۔ اسلام زانی کو سنگسار کرتا ' چور کا ہاتھ کاٹتا ' تہمت پر حد جاری کرتا ' اور ظالم کا ہاتھ روکتا ہے ۔ معاشرے کو ہر برائی اور فحاشی سے پاک کرتا ' دین و اخلاق کو فروغ دیتا ' بے دینی اور بداخلاقی کی جڑ کاٹتا ہے ۔ جبکہ معاشرے میں اکثریت ہی ایسے مجرمین کی ہے تو پھر زانی ' چور ' قاذف سے اس لئے ووٹ کی امید رکھنا کہ " ان پر حد جاری کی جائے " نہ صرف عبث ہے بلکہ دانائی سے بعید تر ------- ظالم کو ہاتھ سے پکڑنے کے لئے ظالم ہی سے مدد مانگنا ایسا فلسفہ ہے جسے عقل ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہے ۔

۸ ۔ پھر آج عوامی سطح پر اگر سوچا جائے تو بداخلاقی بے ضمیری ' سیاسی بے شعوری اور دینی بے حمیتی کے سیاہ طوفانی ریلے نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کسی ملک و قوم کو سیاسی شعور تھامتا ہے اور کسی کو اخلاقی حس اور بیدار ضمیر ' مگر جہاں دونوں کا فقدان ہو تو ان کا خدا حافظ ------- ۔ سیاسی بے شعوری کے فقدان کی مثال سابقہ نمائندہ حکومت جسے عوام کی بھاری اکثریت نے منتخب کیا تھا ۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عوام اس کے ساتھ ہیں جس سے ذاتی مفاد وابستہ ہو اور ووٹ اس کا ہے جس سے حصول منفعت یقینی ہو ۔

۹ ۔ مغربی جمہوریت معاشرے کو پارٹی بازی (جماعت بندی) کی بنیاد پر تقسیم کر دیتی ہے ۔ جماعتیں دشنام طرازی ' بیان بازی اور گالی گلوچ میں مصروف رہ کر

نفرت و حقارت کی دیواریں کھڑی کر دیتی ہے (جس کا تجربہ انتخابات کے زمانہ میں آپ کو بھی ہوچکا ہوگا) نتیجۃً قتل وغارت ' لوٹ کھسوٹ ' دنگافساد ' اور افراتفری ملک کا مقدر بن جاتی ہے اور معاشرہ مختلف متحارب گروپوں میں تقسیم ہوکر رہ جاتا ہے ۔

۱۰ ۔ مغربی جمہوری نظام کے پلیٹ فارم سے سرمایہ بولتا ہے سرمایہ دار اور جمہوریت ' ہر دو ایک دوسرے کا تحفظ کرتے ہیں ۔ جمہوریت کے لبادے میں ' امیروں اور سرمایہ داروں کی حکومت قائم ہو جاتی ہے ۔ جو غریب عوام کا مسلسل استحصال کرتے رہتے ہیں ---------

۱۱ ۔ مغربی جمہوریت سیاستدانوں میں قوم و ملک کی خدمت ' حب الوطنی اور ایثار کے بجائے ' خود غرضی اور مفاد پرستی پیدا کرتی ہے ۔ ووٹ حاصل کرنے کی لالچ انسان کو اندھا بنا دیتی ہے اسے یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ وہ رسہ گیر' چور ' ڈاکو اور قاتل کی حمایت کر رہا ہے ۔ دوسرے لفظوں میں جمہوری نظام کے تحت مجرمین کو سیاسی حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے اور جرائم کا روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے گویا مغربی نظام اپنی آغوش میں جرائم کو پالتا ہے ۔

۱۲ ۔ مغربی جمہوریت ایک مہنگا نظام حکومت ہے ملک میں ہر چار پانچ سال کے بعد انتخابات کے پیش نظر بے پناہ اور بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ' ووٹروں کی فہرستیں ' حلقہ بندیاں ' بیلٹ بکس ' ووٹروں کی پرچیاں ' سیاسی امیدواروں کی دن رات کی کنویسنگ اور اس قسم کے دوسرے مختلف چکروں میں ملک ایک بار اقتصادی طور پر ہل جاتا ہے ۔

۱۳ ۔ مغربی جمہوری نظام میں اصولوں کے بجائے شخصیات کو معیار بنایا جاتا ہے جس کی وجہ سے سیاستدان ایک ہیبت ناک شخصیت بن جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی قانون یا اصول نہیں ہوتا ۔ انتظامیہ ان کے کل کو برسراقتدار آجانے کے خوف سے حتی الوسع ان کے جرائم اور بدکاریوں پر پردہ ڈالتی ہے ۔

۱۴ ۔ مغربی جمہوری نظام کے تحت اقتدار کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں ۔ اس نظام میں کسی معین ' برتر ذات اعلیٰ کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ۔ اس لئے عوام کے منتخب نمائندے اگر اسمبلی میں جاکر کثرت رائے سے یہ فیصلہ کر دیں کہ باہم جنسی تعلق جائز ہے تو ایسا فیصلہ معاشرے کا قانون بن جاتا ہے ۔

۱۵ ۔ مغربی جمہوریت کی بنیاد 'کردار ' تقویٰ علم و پختہ کاری کے بجائے " حق بالغ رائے دہی " پر رکھی گئی ہے نیز مغربی جمہوری نظام میں اوصاف ' تقویٰ اہلیت و تجربہ کے بجائے "کثرت کا اعتبار کیا گیا ہے گویا خواندہ و ناخواندہ ' باشعور ' وبے شعور ' عالم و جاہل ' پرہیزگار و بدمعاش ' محب وطن ' اہل و نااہل ' بینا و نابینا ' فرزانہ و ابلہ سب کو ایک رسی میں پرو دیا گیا ہے ۔ ؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دوصد خر ' فکر انسانے نمے آید

۱۶ ۔ مغربی جمہوری نظام میں " حق بالغ رائے دہی کے پر فریب اصطلاح کے تحت معاشرے کے صاحب شعور و صاحب ادراک اور اہل علم کی توہین کی گئی ہے ۔ دنیا میں زندگی کے ہر شعبہ میں ماہرین کو اولیت دی جاتی ہے لیکن مغربی جمہوریت ہی ایک ایسا نظام ہے جس میں ماہرین کی رائے کو ایسے لوگوں کی آراء سے ساقط کر دیا گیا ہے ۔ جنہیں ریاست ' حکومت ' اور سیاست کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں ۔

۱۷ ۔ مغربی جمہوری نظام کے تحت جب مختلف النوع سیاسی جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں تو ان میں بیشتر بڑی طاقتوں کی آلہ کار بن جاتی ہیں بڑی طاقتیں اس ملک کو اپنے حلقہ اثر میں رکھنے کے لئے ان سیاسی جماعتوں کو درپردہ ہر قسم کی امداد اور

شہ دیتی رہتی ہیں اگر کوئی سربراہ حکومت کسی بڑی طاقت کے مفاد کے خلاف اور اپنے قومی مفاد سے ہم آہنگ کوئی پالیسی نافذ کرتا ہے تو وہ بڑی طاقت جس کے مفادات پر زد پڑنے کا احتمال ہوتا ہے فوڑا اپنی آلہ کار جماعتوں کو اس سربراہ کے خلاف تحریک چلانے کی ہدایات جاری کر دیتی ہے ۔ اور اس نظام کے تحت مختلف سیاسی جماعتیں صرف کرسی اقتدار کے حصول کو نظر انداز کرکے کسی بڑی طاقت اور ملکی مفادات کو نظر انداز کرکے کسی بڑی طاقت کے پالتو بننے میں ہی اپنی کامیابی اور عافیت محسوس کرتے ہیں

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ (مغربی جمہوریت کی بحالی کی بجائے) " خالص اسلامی جمہوریت " کو فروغ دیں تاکہ نظام اسلام کا مکمل نفاذ جلد ممکن ہوسکے ۔" اسلامی جمہوریت " کے خدوخال قرآن وسنت نے وضع کر دیے ہیں ۔ صحبت فردا کے منتظر رہئے ۔۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔

(ماہنامہ الخیر ملتان مارچ ۱۹۸۴ء)

اسلامی نظام اور مغربی جمہوری نظام ،

ایک موازنہ ایک تجزیہ

اور ـــــــــــــــــــ ایک چیلنج !

اسلامی نظام حکومت (طرز حکومت) میں پارٹی بازی ، گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں جب پارٹی بازی نہیں ہے تو کسی پارٹی کا دوسری پارٹی کے خلاف دشنام طرازی اور بہتان بازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

اسلامی نظام ایک وحدت ہے ایک دین ہے ایک جماعت ہے اور ایک ہی پارٹی ہے اسلام تحزب اور جتھ بندی سے منع کرتا ہے نیکی ، ہمدردی اخوت ویگانگت اور بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دیتا ہے ۔

اسلام اپنے پیروکاروں میں اتفاق و اتحاد ، فکری ہم آہنگی ، نظریاتی اور ملی وحدت پیدا کرتا ہے ۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔

۲ ۔ اسلامی نظام حکومت میں صرف ایک جماعت ہے جسے قرآن کی اصطلاح میں حزب اللہ کہا جاتا ہے یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابند ہوتی ہے قرآن وحدیث سے سر موانحراف کو اللہ تعالیٰ کی بغاوت سمجھتی ہے ۔ کوئی بھی ایسی جماعت جو خود کو حزب اللہ کہلائے اگر ان کے پروگرام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و فرمودات کی پابندی نہ ہو تو مسلمان اس کو ٹھکرا دیتے ہیں اسلام میں ایسی جماعت کی اطاعت کسی پر واجب نہیں ۔ اس لحاظ سے گویا اسلام یک جماعتی نظام حکومت (one party government) کی تشکیل کرتا ہے جب کہ اشتراکی ممالک میں کیمونسٹ پارٹی کا مزاج اور اس کی

تشکیل وضع قانون اور پھر نظام حکومت میں خود ہی خدا بن جاتی ہے اس کے کسی ادنی سے ادنی حکم کی سرتابی کو بغاوت تصور کیا جاتا ہے ۔ دوسری طرف مغربی جمہوریت کی بنیاد ہی سیاسی پارٹیوں کے وجود پر ہے جبکہ اسلامی نظام حکومت میں صرف ایک جماعت ہے جسے قرآن نے حزب اللہ سے تعبیر کیا ہے اگر اس کے مقابلہ میں تصور اور نظریاتی اعتبار سے دوسری کوئی جماعت بھی بنے گی تو وہ حزب الشیطان ہوگی ۔

۳ ۔ اسلامی نظام میں سرمایہ ' پارٹی فنڈ ' غیر ملکی امداد ' بڑی طاقتوں کی ایجنٹی ' مکرو فریب اور جھوٹے وعدے اور خوش آئند منصوبے پیش کرنے والوں کے بجائے اہل تقویٰ کو آگے لایا جاتا ہے صاحب کردار ' اہل تقویٰ اور نظام حکومت کے چلانے کی اہلیت رکھنے والوں کو مجبور جاتا ہے کہ وہ آگے آئیں اور امور مملکت سر انجام دیں ۔

مغربی جمہوریت کے تحت ' جمہوریت اور غریب عوام کی خدمت کے لبادے میں ہر دولت مند اور سرمایہ دار شخص اقتدار حاصل کرنے کے لیے بے چین نظر آتا ہے اپنی جھوٹی تعریفیں کرتا ' کراتا ہے اور خود ستائی کے پل باندھتا رہتا ہے ۔

جب کہ اسلامی تعلیمات میں جو شخص بھی عہدہ کا طالب ہو اس کو عہدہ دینا ' گویا ایک اہم ذمہ داری ایک ' نااہل کے سپرد کرنا ہے ۔ اسلام کسی منصب یا عہدہ کے لئے کسی مسلمان کو از خود اپنے آپ کو پیش کرنے اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جب کہ جمہوریت کی ساری عمارت " ہم چوما دیگرے نیست " پر کھڑی ہے اسلام میں کسی عہدہ کا استحقاق ایک شخص کی ذاتی اہلیت اور صلاحیت پر ہے اگر اس میں یہ اہلیت نہیں تو عہدے کے قابل نہیں ۔

۴ ۔ اسلامی نظام حکومت میں اقتدار کا منصب ' مطلق العنان حکمرانی اور محض سرداری نہیں بلکہ خدمت خلق کا بہترین موقعہ میسر آتا ہے سید القوم خادمہم اسلامی ریاست میں اقتدار کو ایک مقدس امانت کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے جو

متقی اور پرہیزگار لوگوں کے پاس اللہ کی امانت ہوتا ہے اور وہ قرآن و سنت کے احکامات نافذ کرنے کے پابند ہوتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ایک پیسہ کے حساب اور دریائے دجلہ کے کنارے کتے کے پیاسے رہ جانے کے جواب دہی کے خوف سے کوئی شخص بھی از خود کرسی اقتدار پر براجمان ہونے کی تمنا نہیں کرتا -

جب کہ مغربی نظام حکومت میں سیاست اور اقتدار کو ایک منافع بخش کاروبار سمجھا جاتا ہے جب بھی موقع ملتا ہے ہزار گنا (خواہ وہ سراسر ناجائز طریقوں سے کیوں نہ ہو) کما لیتے ہیں -

۵ - اسلامی نظام حکومت میں ووٹ لینے کی کوئی لالچ نہیں ہوتی کیونکہ اس میں اکثریت حاصل کرنے کی کوئی احتیاج نہیں اس میں صرف اللہ کے احکام کو بلا روک ٹوک نافذ کر دینا ہے جب کہ مغربی جمہوری نظام میں چوروں ' ڈاکوؤں ' قاتلوں اور رسہ گیروں تک سے تعلقات رکھنے اور ان کے معاونت کرنے کے حالات پیدا کئے جاتے ہیں تاکہ انتخابات میں وہ سیاست دانوں کی حمایت کریں ووٹ حاصل کرنے کی لالچ انسان کو اندھا بنا دیتی ہے سیاست دانوں میں حب الوطنی اور ایثار کے بجائے خود غرضی اور مفاد پرستی کے جذبات زیادہ ابھرتے ہیں اسلامی نظام میں چوروں ڈاکوؤں اور لٹیروں کو یا تو ملک چھوڑنا پڑتا ہے یا تائب ہو کر شریف شہریوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے -

مغربی جمہوری نظام میں جرائم منافع بخش ہوتے ہیں اسلامی نظام حکومت میں مجرمین کو بڑی عبرتناک سزا بھگتنی پڑتی ہے -

مغربی جمہوری نظام میں مجرمین کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور جرائم میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے وجہ ظاہر ہے کہ ان کو سیاسی حکمرانوں کی شہ حاصل ہوتی ہے (بھٹو دور حکومت میں پاکستان میں خوب یہ بات رعیت پر واضح ہوچکی ہے) جب کہ اسلامی نظام حکومت میں مجرمین کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور جرائم کی رفتار میں کمی واقع ہوتی ہے اور مجرمین کو بلارو رعایت کوڑے لگائے جاتے ہیں -

مغربی جمہوری نظام کے آغوش میں جرائم پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں جبکہ اسلامی نظام حکومت جرائم کو دفن کرتا ہے۔

۶۔ اسلامی نظام میں لیڈری (عوامی نفسیات معلوم کرکے ان کے دل جیتنے کے لئے ایسا نعرہ بلند کرنا یا ایسی راہ اختیار کرنا جس سے لیڈر کے مستقبل کا سیاسی مفاد وابستہ ہو) وکالت ' اور جرائم پیشہ لوگ جو دوسروں کی کمائی پر پلتے ہیں ہرگز نہیں پنپ سکتے اور نہ ہی اسلام میں کسی مقررہ وقت کے لئے سربراہ مملکت کا کوئی تصور ہے۔ اگر ایک سربراہ میں سربراہی ہی کے تمام شرائط صلاحیت اور اہلیت موجود ہے تو وہ ایک مقررہ وقت پر بلاوجہ معزول نہیں کیا جاسکتا۔ مگر مغربی جمہوریت معیار استحقاق ووٹوں کی اکثریت کو قرار دیتی ہے خواہ وہ اہلیت کے لحاظ سے صفر کیوں نہ ہو اسی طرح وہ ایک خاص میعاد گزرنے پر اسے معزول کر دیتی ہے خواہ وہ عدالت اور صلاحیت کے لحاظ سے ہر طرح پورا کیوں نہ ہو۔ اسلام پوچھتا ہے کہ اگر یہ شخص نااہل ہے تو حاکم کیوں بنایا گیا اگر اہل ہے تو اس کو معزول کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اس صورت میں تو وہ ایک بااختیار حاکم نہیں بلکہ بے دست و پا محکوم بن جاتا ہے۔ اسلام حکومت کو ایسا بے دست وپا نہیں بنانا چاہتا نہ خلافت کی عظیم امانت اتنی ہلکی ہے کہ وہ اسے ملک کے ہر اہل و نااہل میں جس کو چاہے سونپ دے علاوہ ازیں مغربی جمہوری نظام بہت ہی مہنگا نظام حکومت ہے ہر چار پانچ سال کے بعد انتخابات کا ڈھونگ ' بے پناہ روپیہ کا بے دریغ خرچ ووٹروں کی فہرستیں حلقہ بندیاں بیلٹ بکس ' پرچیاں ' نشرواشاعت اور اس تکمیل کے لئے خطیر رقم کا صرفہ ' سیاسی جماعتوں اور امیدواروں کی شبانہ روز کنویسنگ ' حلقہ کے ووٹروں کے لئے خوف لالچ اور ان کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہر حربہ کا استعمال ' اس طویل چکر سے ملک ایک بار اقتصادی طور پر ہل جاتا ہے پھر جو لوگ برسراقتدار آتے ہیں وہ انتخابات کے اخراجات سرکاری خزانے (قومی امانت) سے کسی نہ کسی طریقہ سے پورے کرلیتے ہیں جب کہ اسلامی نظام میں افراتفری ' ووٹروں کی خرید

وفروخت دھونس دھمکی کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اور نہ ہی قومی امانت اور سرکاری خزانے کے لوٹنے کے مواقع مل سکتے ہیں ۔

۷ ۔ اسلامی نظام کے تحت شخصیتیں اصولوں کی تابع ہوتی ہیں ۔ بلکہ اصول پرستی ہی کی نسبت سے شخصیتوں کی تعمیر ہوتی ہے اسلامی نظام میں جو شخص جتنا بااصول ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ متقی اور قابل احترام ہوتا ہے ۔

مغربی جمہوری نظام میں اصول کاغذ کی زینت ہوتے ہیں اور شخصیت کے قد کاٹھ کے سائے میں دب کر رہ جاتے ہیں سیاست دان ایک ہیبت ناک شخصیت کے طور پر ابھرتا ہے انتظامیہ اس کے کل کے برسراقتدار آنے کے خوف سے حتی الوسع اس کی بدکاری اور جرائم پر پردہ ڈالتی ہے ۔ جمہوری نظام کا مزاج ہی ایسا ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ جھوٹا ' وعدے کا کچا ' بے اصول اور قانون شکن ہوتا ہے اتنا ہی اس کا رعب اور دبدبہ زیادہ ہوتا ہے لوگ ڈر کے مارے اس کا احترام اور قدر کرتے ہیں ۔ اسلامی نظام کے تحت تعمیر ہونے والی شخصیت کا احترام اس کی اعلی سیرت ' اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے کیا جاتا ہے ۔

۸ ۔ اسلامی نظام حکومت کے تحت انسان ایک مخصوص دائرے کے اندر رہ کر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے اور اقتدار کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اس لئے پوری قوم اور پارلیمنٹ کے تمام ممبر مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے قانون میں ترمیم ' اضافہ یا تبدیلی نہیں کرسکتے ۔

لیکن مغربی جمہوری نظام حکومت میں اقتدار کا سرچشمہ عوام کو سمجھا جاتا ہے کوئی آمر مطلق یا سیاستدان جب چاہے طاقت کے بل بوتے پر عوام سے اقتدار چھین سکتا ہے جمہوری نظام میں انسان کے وضع کردہ قوانین بدلتے رہتے ہیں اور کسی معین ذات اعلی کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور نہ ہی اخلاقی پابندی کی قدریں متعین ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان اکثر وبیشتر بے لگام ہو جاتا ہے ۔

مغربی جمہوریت کی بحالی اسلامی نظام کا نفاذ نہیں بلکہ اس سے ایک پارلیمنٹ

کی تشکیل ہوتی ہے یہ پارلیمنٹ ایک قانون ساز ادارہ ہوتا ہے گذشتہ دور کے انتخابات سے یہ واضح طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ اس پارلیمنٹ میں علماء اور اسلام کے بہی خواہ اکادکا اور سرمایہ دار جاگیردار وڈیرے ٹوڈی اور اسلام دشمن عناصر زیادہ ہوتے ہیں ۔

مغربی جمہوری سیاسی جماعتوں کی ہیت ترکیبی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ کالے رنگ کی بھیڑیں ہر سیاسی ریوڑ میں عام ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ چرواہے بھی اپنے سیاسی مفادات کی غرض سے کالے رنگ کی بھیڑوں کو بخوشی ریوڑوں میں داخل کر رہے ہیں ۔

ہمیں تو بہر حال پوچھنا ہے کہ مغربی جمہوریت کی بحالی سے اسلام کے مکمل نظام کے مکمل نفاذ کا تمہارے پاس پروگرام کیا ہے ۔ جمہوریت کے نام سے دین و شریعت میں عوام کو قانون سازی کا حق دینا ۔ (جیسا کہ گذشتہ پارلیمنٹوں کی کاروائیوں سے یہی ثابت ہے) بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ملک کی تعمیری اور ترقیاتی منصوبوں میں کسی انجینئر کی رائے اور قابلیت سے استفادہ کئے بغیر عام لوگوں کو سارا کام سپرد کر دیا جائے کسی صلاحیت اور قابلیت کے بغیر عوام کو منگلا اور تربیلہ ڈیموں جیسے بھاری بھرکم منصوبوں کی تعمیر و تشکیل کا کام سپرد کر دینا جمہوریت پروری نہیں بلکہ جمہور اور جمہوری اقدار سے دشمنی ہے ۔

گذشتہ ادوار کی ملکی تاریخ سے ایک واضح تجربہ کے طور پر یہ بات سب پر واضح ہوچکی ہے کہ جمہوری طرز حکومت سے کتاب وسنت کی صحیح ترجمانی کے اہل دو چار افراد اسمبلی میں پہنچ جاتے ہیں جو موجودہ مغربی جمہوریت کے دائرے میں یہ تو کرسکتے ہیں کہ پیش آمدہ مسائل کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر سے ایوان کو آگاہ کردیں مگر مغرب کے ملعون جمہوری نظام نے یہ راستہ مسدود کر دیا ہے کہ کسی معاملہ میں فیصلہ اکثریت کی رائے اور ووٹ پر نہیں بلکہ خیر وبھلائی اور حق پر کیا جاسکے ۔ پچھلے دوروں میں ایسے بے شمار مواقع آئے ہیں کہ ایوان کی اکثریت کسی

مخالف موقف اور استدلال کو حق اور قرین صواب سمجھتے ہوئے بھی اپنے غلط اور غیر اسلامی موقف پر ڈٹی رہی۔

مولانا سمیع الحق مدیر "الحق" رقمطراز ہیں کہ:

"آج مغربی جمہوریت جس شکل میں ہمارے اوپر مسلط ہے اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہمیں صحیح اسلامی نظام حکومت بھی دے سکتی ہے اس بات سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ ہم کمیونزم اور سوشلزم یا مغرب کے کسی لادینی نظام سے یہ امید وابستہ کر دیں کہ وہ ہمیں اسلامی دستور العمل مہیا کر دے گا۔"

(اسلام اور عصر حاضر)

مغربی جمہوریت عملاً اور نتیجۃً نفاذ اسلام کی راہ میں سدراہ بننے والی چیز ہے حیرت ہے تو اس پر کہ بعض ثقہ متدین، فہیم و سنجیدہ اہل علم اور اصحاب فہم بھی جمہوریت کے بارے میں مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جمہوریت تو محض ایک طرز حکومت ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ طرز حکومت اسلامی ہے یا کافرانہ؟ مان لیا کہ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے مگر کیا مسلمانوں کی زندگی کے متعلق تمام مسائل از قسم معاملات، معاشرت، معاش اور تمدن اس طرز حکومت کی گرفت میں نہیں آئیں گے؟ اور کیا اس طرز حکومت میں یورپ کی طرح صرف ملک اور زمین خدا کی اور حکم بجائے خدا کے عوام کا ہوگا؟

۹۔ اسلامی نظام حکومت میں حق رائے دہی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی نسبت سے رکھی گئی ہے۔ کسی رائے یا مشورہ کا حق محض جسمانی طور پر بالغ ہونے سے نہیں ملتا بلکہ علمی و عملی بلوغ اور کردار و تقویٰ کی بنیاد پر ملتا ہے۔

لیکن مغربی جمہوری نظام میں حق رائے دہی کی بنیاد جسمانی بلوغت پر رکھی گئی ہے خواہ رائے دینے والے علم و عمل اور عقل و دانائی سے کورے کیوں نہ ہوں۔

۱۰ ۔ اسلامی نظام حکومت کے تحت رائے یا مشورہ دینے والے کے سامنے صرف ایک ہی معیار ہوتا ہے کہ آیا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق ہے اگر معاملہ قرآن وسنت کے موافق ہوتا ہے تو ہر قسم کی مصلحت اور ڈپلومیسی کو بالائے طاق رکھ کر اس معاملہ کی بیانگ دہل حمایت کرتا ہے اگر معاملہ قرآن وسنت کے خلاف ہو تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی پارٹی اسے سمجھوتے یا مصلحت پر آمادہ نہیں کرسکتی اس کے سامنے اپنے معبود حقیقی اللہ رب العزت کا یہ ارشاد موجود رہتا ہے ۔

اتبعو اما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء (الاعراف)

اسلامی نظام میں رائے یا مشورہ دینے والے کی جانبداری صرف ایک ذات اور ایک قانون اور ایک نظام حکومت سے رہتی ہے اور وہ اسی ایک پیمانے سے تمام پیش آمدہ معاملات کو ناپتا اور پرکھتا ہے لیکن جمہوری نظام حکومت میں ازھان جانبدار ہوتے ہیں اور ان کی وابستگی قانون الٰہی کے بجائے پارٹی کی پالیسی سے ہوتی ہے پارٹی غلط کرے یا درست ' انہیں بہر حال پارٹی لائنوں پر چلنا ہوتا ہے وہ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف بھی کام کر گزرتے ہیں اسلام نے بھی جمہور امت اور مسلمانوں کی عمومی پسند اور انتخاب کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی لازم کیا ہے کہ جمہور کا کوئی فیصلہ نہ تو کتاب و سنت اور خدا و رسولؐ کی مرضی اور دین کے عمومی مزاج سے متصادم ہو اور نہ کسی چیز کو اپنانے میں خواہش پرستی ' نفس پروری اور دین سے گریز کا داعیہ شامل ہو ۔

۱۱ ۔ اسلامی نظام میں چونکہ ایک جماعت ہوتی ہے جماعت سے وابستگی کا لائحہ عمل اور طریق کار واضح ہوتا ہے جماعت کا منشور قرآن وحدیث اور پروگرام اسلامی نظام کا نفاذ اور مقصد خدا کی رضا ' اور خدمت خلق ہوتی ہے اس لئے طلب عہدہ یا ذاتی مفاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اس جماعت سے وابستہ سیاست دان ہمیشہ

ایک ہی پلیٹ فارم سے بولتا ہے اس کا معیار صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے ۔ ذاتی مفاد ' جاہ مرتبہ اور حرص دنیا معیار نہیں ہوتا ۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام میں اقتدار ذاتی اغراض اور مفادات کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی غایت خدا تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے ۔ ذاتی اغراض اور مفادات کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ اسکی غایت خدا تعالیٰ کی حاکمیت ' دین کا قیام ' استحصال وجبر کا خاتمہ ' عدل وانصاف اور امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہے ۔

مغربی جمہوری نظام میں سیاست سے وابستگی کسی اعلیٰ مقصد یا عظیم نصب العین کے تابع نہیں ہوتی بلکہ سیاست ذاتی اغراض اور مفادات کے تابع ہوتی ہے اس لئے سیاسی جماعتوں سے وابستگیاں اور وفاداریاں بھی بدلتی رہتی ہیں جب ایک سیاست دان کے کسی جماعت سے مفادات پورے نہیں ہوتے تو وہ اسے خیر باد کہہ دیتا ہے ۔ چاہے اصولی طور پر وہ جماعت راستی کی داعی کیوں نہ ہو ۔ لاہوری قلندر نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا تھا ۔ ؎

دل کی آزادی شہنشاہی ' شکم سامان موت
فیصلہ تیرا ' تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

۱۲ ۔ اسلامی ریاست کا مزاج اسلامی اور اسلامی نظریہ جمہوریت کے عین مطابق ہے لیکن جس طرح وہ قائم ہوتی یا تشکیل پاتی ہے تو وہ جمہوریت اور بادشاہت کے درمیان ایک طرز حکومت ہے جس میں جمہوریت ' آمریت اور سوشلزم کی تمام خوبیاں تو موجود ہوتی ہیں لیکن ان کی برائیوں سے پاک ہوتی ہے یہ ایک مثالی طرز و نظام حکومت ہے تو اسلامی ریاست اپنی روح کے لحاظ سے یقیناً جمہوری (اسلام کا نظریہ جمہوریت) ہے لیکن اس میں مروجہ جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔

۱۳ ۔ اسلام کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے معاملات پر اثر انداز ہونے والی کسی بھی مجلس میں نمائندگی کا حق نہیں دیتا اور نہ ہی عورتوں کے نازک کاندھوں پر یہ عظیم کام ڈالنا چاہتا ہے جبکہ مغربی جمہوریت کسی عیسائی ' ہندو اور قادیانی تک کو ملک

کے اہم ترین منصب وزارت ' صدارت اور عدالت عالیہ کے سب سے بڑے عہدے چیف جسٹس پر فائز کرانے میں نہیں جھجکتی وہ عورتوں تک کو ایوان کا ایک اہم حصہ قرار دیتی ہے۔

جس جمہوریت نے ووٹوں کی بنیاد پر برطانیہ میں لواطت اور پاکستان میں زنا بالرضا کو سند جواز فراہم کی تعدد ازدواج پر پابندی لگائی خاندانی منصوبہ بندی کی اجازت دی شراب کی پرمٹوں کا کوٹہ مقرر کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے اٹل قانون میراث میں غیر حقدار کو حقدار بنایا ہر شہری کو جو مذہب چاہے اختیار کرنے کی اجازت دی ایسی جمہوریت پر اس کے " اسلامی ہونے کا فتویٰ " لگانے والے سیاست دان اس بارے میں کیا ضمانت دے سکتے ہیں کہ کل کو پھر یہی جمہوریت اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والی پارلیمنٹ ' شراب ' جوا ' اور سود جیسے قطعی محرمات کے علاوہ ملک کا پورا معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ کسی غیر اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کی جرأت نہ کرسکے گی۔ اگر سوشلزم ایک کافرانہ نظام ہے تو مغربی جمہوریت کیوں اسلامی طرز حکومت ہے اگر وہ لات ہے تو یہ منات کیوں نہیں ؟

۱۴۔ ہمارے ملک پاکستان میں کسی بھی سیاسی پارٹی کا کاروبار " اسلامی نظام کے نعرے " کے بغیر نہیں چل سکتا۔ بھٹو نے بھی سیاسی کاروبار کو چمکانے کے لئے سوشلزم کے ساتھ " اسلامی " کا پیوند لگا دیا تھا مسلم لیگ نے بھی ملک میں نفاذ اسلام کا نعرہ لگایا تھا۔ سابقہ حکومتیں بھی اسی نام سے زندہ رہیں موجودہ حکومت بھی اسلامی نظام کا نعرہ لگا رہی ہے،

بلکہ ملک میں کوئی بھی ایسی جماعت نہیں جسے بظاہر اسلام سے ہمدردی نہ ہو لیکن ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ اگر کوئی حکومت یا سیاسی پارٹیاں اسلامی نظام کو قرآن و سنت کی روشنی میں من وعن نافذ کر دیتی ہیں تو پھر ان کے مخصوص مفادات اور ذاتی نوعیت کی دلچسپیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر سیاسی پارٹیاں ہمیشہ سے اسلامی نظام کے نفاذ کو ٹالنے میں

کوشاں رہی ہیں ۔ اور حال ہی میں مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں بڑے بڑے سیاسی گھاگھوں نے بھی تحفظ ختم نبوت کے صدارتی آرڈیننس کی شدت سے مخالفت کی ہے کیونکہ اسلام کو اور اس کے ہر حکم کو غیر موثر اور نامکمل صورت میں پیش کرنے سے ان کا وقار ' دولت ' اقتدار اور جاگیریں محفوظ رہ جاتی ہیں ۔ یا پھر مستقبل کی سیاسی کثرت کی انہیں لالچ رہتی ہے ۔

قومی اتحاد کے نظام مصطفےٰ کی تحریک میں عوام کو خوش کرنے اور ایک بڑے سیاسی حریف کو شکست دینے کے لئے تمام سیاسی پارٹیاں یک زبان ہو کر اسلامی نظام کے نفاذ کا نعرہ لگاتی رہیں ۔ لیکن جب منزل قریب آئی تو پارٹیوں کے رویہ اور کردار نے یہ ثابت کر دیا کہ سوائے ایک دو کے باقی تمام پارٹیاں درپردہ مغربی جمہوریت کی بحالی کی آڑ میں اپنی کرسی اقتدار کو بحال کرنے کی کوشش کرتی رہیں ۔

پاکستان اور دنیا بھر کے اسلامی ممالک کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے کہ مغربی جمہوریت کی شاہراہ سے اسلامی انقلاب برپا ہوا ہو۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مغربی جمہوریت ہمارا نصب العین نہیں بلکہ یہ ایک نصب العین کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ۔

ہم ان کی خدمت میں علی وجہ البصیرت یہ گزارش کریں گے کہ اس ذریعہ سے تاقیام قیامت اسلامی نظام نافذ نہیں ہوگا کیونکہ مغربی جمہوریت کی شاہراہ مدینہ نہیں ' لندن پہنچاتی ہے ۔۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اسلامی ممالک ترکی ہو یا پاکستان یا کوئی اور ملک ' جہاں بھی مغربی جمہویت نافذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں یہ کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت کے ذہنوں میں یہ بات جاگزیں ہوچکی ہے کہ یہ نظام قرآن و سنت کے منافی ہے خود جو لوگ پارلیمانی جمہوریت کے مداح اور ملک میں اس کے نفاذ کے خواہاں ہیں

انہیں بھی یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ برطانوی پالیمانی طرز حکومت کی تاریخ پونے آٹھ سو سال پرانی ہے پھر خود یورپ میں مختلف النوع نظام حکومت ہیں کہیں پارلیمانی جمہوریت ہے اور کہیں صدارتی کہیں بادشاہت ہے تو کہیں آمریت ۔

آج بھی جو لوگ اسلام میں مغربی جمہوریت کے دعویدار ہیں وہ درحقیقت اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہیں اسلامی ذہن و فکر سے عاری اور الرجک ہیں ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کے زیر اثر پارلیمنٹ اور جمہوری نظام کا تصور انہوں نے برطانیہ سے ورثہ میں پایا اور اب اس ورثہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے ۔ اسلامی نظام کے نفاذ قیام ' استحکام اور اس کی بحالی کی جدوجہد کے بجائے خالص مغربی جمہوریت کی بحالی پر بعض دوستوں کا تکرار اور اسی کی بحالی کو عین جہاد اور خدمت اسلام قرار دینا ' ان کے ذاتی مفادات اور ہوس اقتدار کا آئینہ دار ہے ۔

لاہوری قلندر کی روح پکار اٹھی ---------

ترا نادان امید غم گساری ہا زافرنگ است '
دل شاہین نہ سوز دبہرے آں مرغے کہ درچنگ است

(ماہنامہ الخیر جولائی ۱۹۸۴ء)

نفاد اسلام میں تاخیر کیوں؟

جناب مدیر " الخیر " کے حکم پر " صحبت فردا " کا وعدہ نبھانا چاہا تو موعودہ مضمون کی تمہید ایک مستقل مقالہ بن گئی ---------- وہی پیش خدمت ہے ۔
قارئین الخیر سے صحبت فردا کی یہ پہلی نشست ہے ---------- (ع ق)

موجودہ حالات میں ہمارے ملک میں مجموعی طور پر ' اسلامی جماعتیں ' تنظیمیں ' تحریکیں ' تبلیغی اور تعلیمی ادارے ' اسلامی مدارس ' اشاعتی اکیڈمیاں غرض انفرادی اور جماعتی سطح پر ' ہر طبقہ اور ہر جماعت اپنے اپنے دائرہ کار میں خدمت دین ' اشاعت اسلام اور اعلائے کلمتہ اللہ اور اسلامی انقلاب برپا کرنے کے عظیم مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں مصروف کار ہیں دوسری طرف حکومت بھی اسلام کا نام لیتی اور کسی حد تک اس کے نفاذ کی کوشش بھی کر رہی ہے ' خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو ۔ مگر اس کے باوجود کوئی خاطر خواہ نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے ۔

جب مملکت کا ہر مسلمان فرد اور ہر جماعت (خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتی ہو ' سیاسی ہو یا مذہبی یہ چاہتی ہے کہ ملک میں افراد سے لے کر جماعت بھی یہی چاہتی ہے (خدا کرے کہ اپنی اس چاہت میں وہ مخلص بھی ہو) ملک کے عام افراد اور سادہ لوح شہریوں سے بھی اگر دریافت کیا جائے تو وہ بھی جلد ازجلد اسلامی قانون کے نفاذ کے خواہشمند نظر آتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ جب سے ملک بنا ہے اور خالص نظریاتی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے کہ یہاں اسلامی نظام کی بالادستی ہوگی اور لا الہ الا اللہ کی عظمتیں اجاگر ہوں گی ۔ مگر حیرت واستعجاب ہے تو اس امر پر کہ یہاں اسلام کے سوا سب کچھ ہوتا رہا اور اب تک صحیح اسلامی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکا ۔ اسلام جو سب کا دین اور سب کا محبوب ہے سب کے چاہنے کے باوجود بھی نہ لایا جاسکا ۔

میرے خیال میں صحیح اسلامی نظام کے نفاذ اور اسلامی انقلاب کے برپا کرنے

کے ناکامی کے اسباب میں بنیادی وجہ یہ ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر ہم سب (خواہ جماعتیں ہوں یا ادارے ' حکومت ہو یا رعایا فرد ہو یا جماعت) نے اعلائے کلمتہ اللہ کے اس کام کی عظمت کا پوری طرح احساس نہیں کیا۔

چاہت کی حد تک ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو اور اسلامی قانون کا نفاذ ہو۔ لیکن ہم اسے زندگی کے کاموں میں ایک اچھا کام اور متعدد اچھے مقاصد میں سے محض ایک اچھا مقصد خیال کرتے ہیں مگر ابھی تک اس کی حقیقت کو دل و دماغ کی گہرائیوں میں پوری طرح راسخ نہیں کرسکے۔ کہ یہ متعدد اچھے کاموں میں سے محض ایک کام ' یا ایک اچھا مقصد اور نیک چاہت نہیں بلکہ ہماری تخلیق کا مقصد اور غایت الغایات ہے۔ باقی جملہ امور اور سارے کام اسی ایک کام کے تابع ہیں۔

قل ان کان اباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقتر فتموها و تجارۃ تخشون کسادها ومسکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسولہ وجهاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یهدی القوم الفسقین۔

اے رسول کہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے وہ کاروبار جن کے ٹھپ ہو جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہارے وہ مکانات جو تم کوپسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا قرآن مجید کی اس آیت سے واضح طور پر بات یہ معلوم ہو جاتی ہے کہ مسلمان کی زندگی کا اولین اور بنیادی مقصد ' خدا کی عبادت ' رسولؐ کی اطاعت دین کی اشاعت اور غلبہ دین کے کام کو سرانجام دینا ہے باقی سب دلچسپیاں ' تعلقات اور ذمہ داریاں اسی کے تحت ہیں اور اس کام کی تکمیل کے لئے ہیں۔ ایک مسلمان جب تک اس فرض کو زندگی کا اہم ترین فریضہ سمجھ کر انجام نہیں

دیتا اور اس کے لئے تن من دھن اور قیمتی سے قیمتی متاع حتی کہ اپنی جان تک کو قربان کر دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا اس وقت تک وہ اس مقدس فرض سے کما حقہ عہدہ برآنہیں ہوسکتا آج اگر ہماری اسلامی جماعتیں ' تبلیغی ادارے ' مسلم سوسائٹی اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے علیٰ وجہ البصیرت یہ صحیح سمجھتے ہیں کہ ہمارا نصب العین وہی ہے جو اسلام کا ہے اور ہمارا طریق کار وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت نے اس دعوت کو پھیلانے کے لئے اختیار کیا ہے اور ہم محض اس مقدس فرض کی بجا آوری کے لئے وقت ' مال ' اور اپنی جسمانی اور دماغی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں تو اسے خدا کا بہت بڑا احسان سمجھنا چاہئے کہ جس نے مادہ پرستی ' حرص و ہوس ' علاقائی اور نسلی ولسانی تعصبات اور اغراض ومفادات پرستی کے اس دور میں اپنے دین کو سربلند کرنے کے لئے میدان میں نکال لے آنے کا انتخاب فرمایا۔۔

منت منہ کے خدمت سلطاں ہمی کنی ۔:۔ منت شناس ازوکہ بہ خدمت گذاشتت

اس ایک حقیقت کے احساس ہی سے بارگاہ الٰہی میں ہماری گردنیں جس تشکر سے جھک جانی چاہئیں کہ کہاں ہم جیسے عاصی اور گنہ گار بندے اور کہاں یہ عظیم اور مقدس کام جو لوگ نفاذ اسلام اور اشاعت دین کے عمل سے کسی بھی حیثیت سے وابستہ ہیں انہیں بلاشبہ دین سے محبت تو ہے مگر اس محبت اور آرزو نے ابھی تک بہت سے دلوں میں جنون کی سی کیفیت اختیار نہیں کی اور یہ کام جس جوش ' اور ولوے ' جس یکسوئی اور انہماک جس ایثار اور دلسوزی کا متقاضی ہے وہ ابھی تک ان میں پیدا نہیں ہوسکی ۔ مشرکین مکہ تو اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون کا طعنہ دیا کرتے تھے ویقولون انہ لمجنون کہ ایک شخص دنیا کی ساری دلچسپیوں ' مفادات مخالفتوں اور مخاصمتوں سے بے نیاز ہو کر ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہے کہ ان الحکم الا للہ ۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم و جان

کی ساری قوتیں اور ساری توانائیاں اسی ایک مقصد میں صرف کر ڈالیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حالت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے

فلعلک باخع نفسک علی اثار هم ان لم یومنوا بهذ الحدیث اسفاء

تو اے رسول شاید آپ انکے پیچھے غم کے مارے اپنی جانکو نقصان دیں گے اگر یہ لوگ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔

اور پھر صحابہ کرام نے اس مقصد کی تکمیل میں جان سپاری کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

آج بھی جب تک دیوانگی کی وہ کیفیت ہمارے اندر پیدا نہیں ہوتی جس کے نمونے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں موجود ہیں اس وقت تک ہم اپنی کاوشوں اور ہر نوع وسعی کو کبھی بھی بار آور نہیں پاسکتے۔

ایک انسان کو اپنے اس مقدس نصب العین کے ساتھ کس قدر والہانہ وابستگی اور مستانہ وار دیوانگی ہونا چاہیۓ اس کے لئے کوئی لگا بندھا پیمانہ نہیں البتہ انسان کا اس سے جس قدر گہرا تعلق ہوتا ہے اسی نسبت سے اسکی جدوجہد اور تگ وتاز میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور امکان وبساط کے دائرہ میں بھی وسعت آتی جاتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے آج ہم اس دین کے سرگرم داعی اور مخلص کارکن بننے کے بجائے محض چاہنے اور پسند کرنے والے بن کے رہ گئے ہیں دین اللہ کا ہے وہی اس کا محافظ اور ناصر ہے ہماری پسند یا ناپسند سے اس کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوتا البتہ اگر ہم اس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوتاہیاں کرتے ہیں تو یہ دنیا و آخرت میں ہماری نامرادی و رسوائی ہے۔

قرآن حکیم نے کار رسالت کے لئے امت کا انتخاب کرتے ہوئے اجتباء (چن لینے سے منتخب کرلینے) کا لفظ استعمال کیا ہے جو عام طور قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے غالباً اس جانب اشارہ مقصود ہے

کہ اس امت کو بھی انبیاء کی طرح اپنی عملی زندگی میں دعوت کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے اور اپنے قول و فعل اور اخلاق و کردار سے یہ شہادت فراہم کرنا چاہیئے کہ اس میں دین کی سربلندی ہی اس کی زندگی کا واحد نصب العین اور مطلوب و مقصود ہے ۔

مگر ہمارے معاشرے میں ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہےجوحق کو محض پسند کرنے والے ہیں ۔ کفر ہر طرف سے لیس ہو کر اسلام پر یلغار کر رہا ہے مگر اسلام کے مورچے خالی ہیں اگر کسی مورچہ میں غیر مسلح افراد موجود بھی ہیں تو وہ بھی باہمی رنجشوں اور عداوتوں کی بناء پر غیر منظم بلکہ ایک دوسرے کے دشمن نظر آتے ہیں ۔ اسلام کے ساتھ یہ نیم دلانہ وابستگی آخر کس طرح وہ انقلابی نتائج پیدا کرسکتی ہے جس کی توقع کی جاتی ہے ، کوئی تحریک کوئی جماعت ، کوئی ادارہ اور کوئی مشن محض نیک تمناؤں اور مقدس آرزوؤں سے تو آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ اس کے لئے صبر وثبات کے ساتھ محنت ، خلوص کے ساتھ مالی ایثار اور عزم و ہمت و حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ بھرپور جدوجہد کی بھی ضرورت ہے اس وقت اسلام کے ہی خوا ہوں بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دین کے ساتھ اپنے تعلق خاطر کو زیادہ بڑھائیں اور اسے محض پسند کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اسے زندگی کا واحد مقصود ٹھہرا کر اپنی عملی زندگی میں اپنانے کی بھرپور جدوجہد کریں یہ کسی کی پسند کا معاملہ نہیں بلکہ ایک بنیادی فرض ہے جو مسلمان کی حیثیت سے ہم سب پر عائد ہوتا ہے اور ہر مسلمان سے یہ مطالبہ کرتا ہے ۔

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین ۔

کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت ، میرا جینا اور مرنا ، سب کچھ اللہ کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کے فرمانبرداروں میں سے پہلا فرمانبردار ہوں ۔

مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کی حیات مستعار کے جتنے لمحات بھی بسر ہوں وہ سارے غلبہ دین ' نفاذ اسلام اور اسلامی انقلاب برپا کرنے اور اسلام کی ہر ممکن خدمت و چاکری کے لئے وقف ہوں اور موت بھی اسی مقدس فرض کی ادائیگی میں آئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ غلبہ اسلام اور نفاذ دین کے مخلص مردان کار مادی وسائل ' تکمیل مشن کر لئے تقویت کا باعث بن سکتے ہیں مگر ان کے مادی اسباب کی حیثیت بالکل ثانوی ہے قوت کا اصل سرچشمہ اپنے رب سے تعلق خاطر ہے جو فتح مندی اور کامرانی کا حقیقی سرمایہ ہے یہی وہ سپرٹ ہے جو اسلامی انقلاب کا اصل الاصول ہے جس نے ہمایوں کو کثرت افواج کے باوجود ' رانا سانگھا سے مسلسل شکست و ہزیمت کھانے کے بعد جب کسی اللہ والے کی تبلیغ نے خدا کے حضور توبہ و بندگی اور سر افگندگی پر آمادہ کر دیا تو آلات لہو ولعب اور شراب کی بوتلیں یکلخت توڑ دیں اور اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے جہاد کا اعلان کر دیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ جو تنخواہ کے لئے لڑ رہے ہیں ان کو بخوشی واپس جانے کی اجازت ہے اور جو اعلائے کلمتہ اللہ کی غرض سے جہاد کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

اب صرف ان کو جنگ کرنی ہوگی تنخواہ دار سپاہیوں کی کثیر تعداد نے ساتھ چھوڑ دیا۔ چند مٹھی بھر رہ جانے بلکہ انگلیوں پر گنے جانے والے جوانوں نے جب خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ رانا سانگھا کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو چند لمحے بعد میدان کا پانسا بدل گیا رانا سانگھا کو شکست فاش ہوئی اور ہمایوں فتح یاب ہوا۔ یہ کوئی امر بعید نہیں ' آج بھی وہی خدا ہے جو کل تھا ' بس! محض اسی ذات کے توکل پر کسی لومت کی پراوہ کئے بغیر میدان میں کود آنے کی دیر ہے ——————

گوئے توفیق سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

(ماہنامہ الخیر مئی ۱۹۸۴ء)

فرد واحد سے انتقام یا مکمل تبدیلی نظام

برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد ازہر صاحب! آپ کی ادارتی تحریر " تقریب بہر نصف ملاقات " کا ذریعہ بنی ' قلم اٹھایا کہ درد دل چھلک پڑا اور میں سمجھتا ہوں کہ آج تمام افراد امت یہی رونا رو رہے ہیں ۔ ہے کوئی رجل رشید ؟ جو وحدت امت اور اتحاد امت کا جھنڈا لے کر اٹھے اور ملت کی ہچکولے کھاتی ہوئی نیا کو ساحل مراد سے لگا دے ۔ چراغ لے کر مرد باہمت کے تجسس اور تلاش کی ضرورت ہے : '

آپ کی گراں قدر ادارتی تحریر پڑھی ۔ حمیت اسلامی مبارک ہو ' ایک عاصمہ جہانگیر صاحبہ کیا ؟ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے -----

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

پچھلی دفعہ جب انہی محترمہ نے نفاذ شریعت تحریک شریعت بل اور پھر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو ہمارے دوستوں ' لکھنے والوں ' خطیبوں ' واعظوں نے خوب خوب اس کا نوٹس لیا اور اب اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس محترمہ نے شریعت کے قطعی احکام اور ناقابل انکار نصوص کو بھی چیلنج کر دیا -----

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

عاصمہ جہانگیر کے گزشتہ بیانات ' اب کی بکواس ' اور پھر آپ کی حمیت بھری فکر انگیز تحریر ' اہل اسلام کے فکری انقلاب اور عملی اسلامی انقلاب کا ذریعہ بن سکے گی ؟ اگر ہمارے ہاں علمی و دینی ' مذہبی اور اسلامی جماعتوں میں یہی سر پھٹول رہی ۔ باہمی افتراق و انتشار اور انانیت و خودرائی کی اسی طرح مزید پرورش کی جاتی رہی تو دسیوں عاصمہ جہانگیر کا مزید انتظار کیجئے ۔

یہ ساری تباہی اور اسلامی اقدار کے خلاف کھلے بندوں باغیانہ بیانات اغنا اور

شائع کرنا موجودہ نظام حکومت ' لادین جمہوریت اور مغربی کار سیاست کے کرشمے ہیں ۔ کارسیاست سب سے بڑا اور وسیع دائرہ ہے جس میں چھوٹے بڑے سارے دئرائے آجاتے ہیں ۔ یار لوگوں نے عامتہ الناس اور بے دین نہیں بڑے بڑے دیندار لوگوں نے بھی اب کے نظام سیاست کو اپنے لئے کھیل تفریح کا معاملہ بنالیا ہے کوئی بھی من چلا اٹھے یا من چلی اٹھے ہزاروں لاکھوں اور جمہور مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور افکار و اخلاق سے کھیلنے لگے ' تمسخر کرنے لگے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فکر و رائے کی آزادی ہے ' اخبارات کی آزادی ہے ۔ صلاح و فلاح معاشرہ کے لئے اس اقدام کی ضرورت ہے ۔ انا للہ

نظام حکومت ہو یا نظام سیاست ' حکمران ہوں یا سیاست دان ' سب قوم اور ملک کے خلاصہ اور دماغ ہیں ۔ نظام حکومت و سیاست کا صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ عامتہ الناس کو بہترین عقیدوں ' روشن خیالات، ' بہترین اصول حیات ' باہمی تعلقات کی پاکیزگی اور اجتماعی روابط ' صبر و وقار نظم و نسق اور سمع و طاعت کی مسلسل مشق کرائی جائے کہ ان کی زبانوں ' تقریروں اور حرکات و سکنات اور حکومتی و سیاسی سرگرمیوں سے کسی کو اذیت نہ پہنچے ۔ رعایا اور عوام میں نصب العین کی بلندی ' ٹھوس اور تعمیری کام کی ترغیب ' ایک پاکیزہ نظام اجتماعیت کی تشکیل کی تشویق اور فضا قائم کی جائے ۔

جناب ازہر صاحب ! آپ کو عاصمہ جہانگیر کے خلاف ادار یہ لکھنا پڑا ' مگر سنایا کن کو ' کوئی کان بھی ہے ؟ ـــــ

داستان درد کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

بدقسمتی سے ہمارے ہاں جو اجتماعی نظام رائج ہے اس کو مادہ پرست اور مادر پدر آزاد مغرب کے غلط طرز سیاست نے مغلوب کیا ہے ۔ گذشتہ سال عاصمہ صاحبہ کی گستاخیٔ رسولؐ کے خلاف علماء نے ' دینی حلقوں نے ' " آندھی بگولا سیاست " چلائی

۔ پورے ملک میں اس کے خلاف غم و غصہ اور غیظ و غضب کی لہر اٹھی ' بلا کسی پیش منظر کے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور اب بھی دینی حلقے احتجاج کر رہے ہیں ۔ اور شاید یہ طوفان بن جاتے کہ -----

ٹمٹماتے ہوئے مٹی کے دیئے پر نہ ہنسو
یہ بھڑک کر نہ کہیں آتش کاشانہ بنے

مگر یاد رہے جب تک مستقبل کا ٹھوس لائحہ عمل نہ ہوگا ۔ جب صرف چور کو نہیں بلکہ چور کی ماں کو نہ پکڑا جائے گا ۔ جب ڈور کو نہیں ' ڈور ہلانے والے ہاتھ کو نہ کاٹا جائے گا جب واضح نظریہ عقیدہ ' لٹریچر ٹھوس لائحہ عمل کے ساتھ موجود مسلط اور حاوی نظام کو بیخ و بن سے نہیں اکھاڑ دیا جائے گا جب تک عوام میں اشاعتی اداروں میں اخلاق اور وقار کے ساتھ منظم زندگی اور اصلاح انقلاب امت کے لئے تلقین اور تربیت اور خصوصی اہتمام نہیں کیا جائے گا اور ایک نصب العین متعین کرکے اتحاد کی قدر مشترک (جو نفاذ اسلام کے بغیر دوسری کوئی بنیاد ہو ہی نہیں سکتی) پر بنیان مرصوص اور جسد واحد ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا جائے گا اس وقت تک کسی بندہ گستاخ کا منہ بند نہیں کیا جاسکتا ۔

اصل میں بنیادیں ٹیڑھی اور جڑیں خراب ہیں ' اسلامی نظام اور اسلامی سیاست کے علمبردار بھی اپنی چال بھول بیٹھے ہیں ۔ تعمیری اور اسلامی سیاست کا کام کرنے والے ناپید ہوتے جارہے ہیں ۔ جمہوریت ایک فیشن بن گیا ہے ۔ شریعت کو بھی جو جمہوریت کے پلڑوں میں تولا جانے لگا ہے ۔ اخباری بیان دے دیا ' تصویریں لگوادیں ایک انبوہ جمع کر دیا ' ہجوم سے نعرے لگوالئے گروہی بالادستی کے لئے فریب دہی کو مقدس فرض سمجھ لیا جائے اور میں سمجھتا ہوں جب اجتماعیت اور نظام حکومت و سیاست میں یہ خرافات در آئیں تو پھر سیاست قومی فلاح نہیں سراسر تخریب کاری بن جاتی ہے ۔

بدقسمتی سے ہمارے دینی حلقوں پر بھی آندھی بگولا سیاست کا غلبہ ہوتا جا رہا

ہے جس کی وجہ سے سوچنے سمجھنے باہمی افہام ، تفہیم ' ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنے اور پورے فاسد نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے اور اس سلسلہ میں حکمت عملی اپنانے کی صلاحیتیں اور قوتیں سلب ہوتی جارہی ہیں ۔ اس سیاسی ریلے نے ہماری زبانوں کو زہر آلود ' قلم کو مہلک اور تابکاری کی حد تک متعدی اور موذی بنا دیا ہے ۔ جو جدھر جدھر پھیلتی ہیں دماغ کو ماؤف اور ضمیروں کو مفلوج کرتی جاتی ہیں ۔

چونکہ نظام فاسد ہے سیاسی قوت اسلام پسندوں کے پاس نہیں ہے اس لئے روزانہ عامہ قسم کے لوگ خرافات بکتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ۔ جناب ! آپ کے ملک میں نازیہ حسن اور زہیب حسن ' بہن بھائی کے رسوائے زمانہ کردار پر دولاکھ روپے کا ایوارڈ دیا گیا ۔ ابراہیم ٹرسٹ والوں نے محرف اور غلط مترجم قرآن شائع کیا ۔ اسلام آباد سے تاریخ نواصب شائع ہوئی ۔ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کو (نعوذ باللہ) کتا اور خنزیر تک کہا گیا ۔ اس طوفانی اور مادرپدر آزاد سیاسی ریلے نے ملک کی سب سے بڑی اسلامی وحدت اور انقلابی قوت کو " ھباءً منثورًا " کر دیا ۔ لوگوں کی نگاہیں شرافت ' راستی اور انصاف سے ہٹا دی گئی ہیں ۔ پورے ملک میں ایک نظام ظلم و جبر مسلط کر دیا گیا ہے ' صحابہؓ کے خلاف ' محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور قطعی قرآنی اور اسلامی نصوص اور احکام کے خلاف قلم چلنے لگے ' زبانیں بکنے لگیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں ' مگر محمد علی جناح کی توہین ہو تو جیل کی کال کوٹھڑی میں بھیج دیا جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ساری ہیبت ناک صورت حال کے ذمہ دار حکمرانوں اور سیاست دانوں سمیت وہ مذہبی رہنما بھی ہیں جنہوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر علیحدہ علیحدہ تنظیمیں قائم کرکے شب و روز ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی کرکے آگ بگولہ سیاست کو اپنی گودوں میں پالا ' جو آج ایک طوفانی صورت حال کے طور پر پورے ملک بالخصوص مذہبی اور دینی حلقوں پر تسلط کئے ہوئے ہیں ----

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم
حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکان امت
ترابا شوخی رندا نہ گفتم

دراصل لکھنے یہ بیٹھا تھا کہ آپ کی تحریر اپنی جگہ مسلم اور واقعی ضرورت اور اہمیت کی حامل ہے مگر صرف اس تحریر سے عاصمہ جہانگیر قسم کے لوگوں کی گستاخ زبانوں کو لگام نہیں دی جاسکتی ' جب تک تمام دینی و مذہبی اور اسلام پسند حلقے نفاذ شریعت کے واضح پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اس سوراخ کو بند نہ کر دیں جس سے ایسے سانپ نکلتے رہتے ہیں۔

برادرم! مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ ہم دینی حلقوں سے وابستہ لوگ اپنی قوم میں تعمیری سیاست اور اسلامی سیاست کا جو کام معلمانہ طریقہ سے کرسکتے تھے۔ موجودہ آگ بگولہ اور طوفانی سیاست نے اس کی بھی رہی سہی امیدیں توڑ دی ہیں ۔ دین کی بات کرو " نفاذ شریعت کی بات کرو ' تحفظ ناموس صحابہؓ کی بات کرو ' مساجد کے تقدس کی بات کرو ' دینی مدارس کے تحفظ کی بات کرو ' یار لوگ سن تو لیتے ہیں ' لیکن سیاست کی عینک سے گھورتے اور جماعتی تعصب کے ترازو سے تولتے ہیں ۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

این چہ شوریست کہ در دور قمرے بینم
ہمہ آفاق پر ازفتنہ و شرے بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالاں
طوق زریں ہمہ درگردن خرے بینم

اور اب کے نئے حالات نے اور واقعتا ہماری اپنی کسل مندیوں نے ہمیں بہت پیچھے دھکیل دیا ہے خدارا ذمہ داران قوم ' سربراہان جماعت کی خدمت میں یہ بات گوش گذار کر دیجئے کہ جناب اب تو تمہیں پھر از سر نو کام کرنا ہوگا۔ مغرب

کی لادین سیاست کے طوفان اور باہمی سر پھٹول اور منافرت کے طوفان نے تمہیں سخت نقصان پہنچایا ہے۔

تمہیں اپنی کیاریوں کو پھر سے درست کرنا ہوگا۔ مینڈیں درست کرنی ہوں گی۔ گری ہوئی ٹہنیوں اور ٹوٹے ہوئے پودوں کو اٹھا کر باہر پھینکنا ہوگا اور پھر کافی عرصہ اپنی کھیتی کو شاداب بنانے کے لئے لمبی اور صبر آزما محنت کرنی ہوگی۔

تخریبی سیاست، جماعتی اور علاقائی اور گروہی متعصبانہ سیاست سے بے پرواہ ہو کر تعمیری اور خالص اسلامی سیاست کی بات کرنی ہوگی، بنیان مرصوص بننا۔ ایک قوت بن کر جب نظام کے بدلنے میں یلغار کر دیں گے تو ساری مخالفتوں اور مزاحمتوں اور سازشوں اور فتنوں کا زور ٹوٹ جائے گا۔ اور نظام اسلام کا سکہ رواں ہوگا، چور کی ماں مار دی جائے گی۔ پھر نہ تو کوئی نبی کی شان میں گستاخی کرسکے گا نہ کوئی عورتوں سے تحریک نفاذ شریعت کے خلاف مظاہرے کرا سکے گا اور نہ کسی عورت کو اسلام کے قطعی احکام کے خلاف کھلے بندوں تضحیک اور استہزاء کے بیانات دینے کی جرأت ہوسکے گی ـــــــ۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین،

(ماہنامہ الخیر ملتان فروری ۱۹۸۸ء)

یہ خوف و ہراس کا تسلط کیوں ؟

پسِ منظر اسباب اور طریقہ ء انسداد

مملکت عزیز پاکستان جس بے یقینی ' بدامنی ' فساد ' ڈاکہ زنی ' اغوا ' خونریزی ' حادثات ' قدرتی آفات ' سیلابوں اور ہلاکت خیز طوفانوں کے جن حالات سے دوچار ہے ' ان پر قرآن کریم کی بیان کردہ اس کیفیت کا پورا پورا اطلاق ہوتا ہے ۔

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (سورہ الروم ۔ ۴۱)

فساد پھیل رہا ہے خشکی میں اور تری میں لوگوں کے اپنی کرتوتوں سے اس غرض سے کہ اللہ پاک انہیں اپنے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے تاکہ وہ لوگ باز آجائیں ۔

جن بداعمالیوں کو قرآن کریم نے وجہ فساد بتایا ہے خود ان کا سبب کیا ہے ؟ سورہ بقرہ کی آیات ۸ تا ۲۱ میں اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے ۔ یعنی قرآن حکیم نے فی قلوبھم مرض سے نفاق اور منافقت کو ان کی دلوں کا روگ قرار دیا ہے ---- سورہ بقرہ کی ۸ تا ۲۱ آیات کے بغور مطالعہ کے بعد کسی بھی صاحب عقل و شعور کے لئے پاکستانی معاشرہ کی اصل صورتحال اور حقیقی تصویر کے سمجھنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہتی ---- جب اپنے ماحول و محلّہ ' قوم و وطن اور حکومت و رعایا کی اکثریت کا جائزہ لیا جائے تو یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایمان و یقین کے بڑے بڑے دعویدار اپنے روز و شب کی عملی زندگی میں اپنے ہی دعوؤں کی نفی کر رہے ہیں ۔ آج بھی الحاد کے داعیوں ' عصبیت کا پرچم بلند کرنے والوں ' قوم و زبان ' رنگ و نسل ' قبیلے ' علاقے ' شہر و دیہات اور برادریوں میں تقسیم کرنے والوں ' یہود و ہنود کی سازشوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والوں کی طرف

سے ان کو اپنی تخریبی سرگرمیوں پر ٹوکنے والوں کو یہی جواب ملتا ہے کہ انما نحن
مصلحون کہ " ہم ہی اصلاح کرنے والے ہیں ۔" تم کون ہوتے ہو ہمیں پوچھنے
والے یا ہماری صلاح و فلاح کی فکر کرنے والے " اور جب انہیں سچے اسلام
کھری مسلمانی ' قول و عمل میں مطابقت اور ترک منافقت کی دعوت دی جاتی ہے
تو آج بھی وہ پلٹ کر اپنے زعم دانشوری میں یہی کہتے ہیں کہ انومن کما امن السفہاء
کیا ہم بھی (دور اول کے) بیوقوف مسلمانوں کی طرح ایمان لے آئیں ۔"

آج بھی ہماری نگاہیں دن رات یہ منظر دیکھ رہی ہیں کہ جب بھی الیکشن ہوتا
ہے ' اپنے سے کسی بڑی طاقت سے مقابلہ ہوتا ہے ' دینی قوتوں سے اتحاد کا معاملہ
آتا ہے ' اہل اسلام سے ووٹ لی ضرورت ہوتی ہے یا استحکام اقتدار کی بات ہوتی
ہے یا کسی تحریک اور حصول اقتدار کا ایجی ٹیشن منظور ہوتا ہے تو یہ بھی اہل ایمان
کے درمیان آجاتے ہیں اور زبان سے اللہ و رسولؐ کا نام لے کر ' مساجد میں
مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھ کر ' اسلامی منشور کا اعلان کرکے ' نفاذ شریعت کے
وعدے کرکے 'ہاتھوں میں تسبیح تھام کر ' سروں پر ٹوپیاں یا دوپٹے اوڑھ کر اور بعض
اوقات زیارتوں اور مزاروں پر چادر پوشی اور عمرہ و حج کا اہتمام کرکے ' سادہ لوح
مسلمانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم پکے مسلمان ہیں ۔ و اذا لقوا الذین امنو قالو امنا
------------ اور جب علیحدگی میں اپنے سرپرست شیطانوں (بش 'گورباچوف '
اڈ کلے ' رفسنجانی ' نجیب ' سوالارز اور رشدی وغیرہ) سے ملتے ہیں تو انہیں اطمینان
دلاتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں (سادہ لوح اہل
ایمان) سے محض مذاق کرتے ہیں ۔ واذا خلو الی شیطینہم قالوا انا معکم انما نحن
مستھزئون تم ہماری " مذہب پرستی " کے مظاہرے سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ
ہونا ' یہ تو ہماری مقامی " سیاسی " ضرورت ہے ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ان لوگوں کو کتاب و سنت کی صورت میں ہدایت کی
نعمت عطا کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اس کے عوض اپنی خواہشات نفس سے مغلوب

دکر گمراہی خرید رہے ہیں ۔ ان کے مثال واقعی ایسی ہے کہ ان کے درمیان ایک
شخص نے کتاب ہدایت کا نور پھیلا کر پورے ماحول کو منور کر دیا مگر ان کی سرکشی
ور سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کا نور بصیرت سلب کر لیا ---------- مثلهم
لمثل الذی استو قد نارا فلما اضائت ماحوله ذهب الله بنور هم و ترکهم فی ظلمات
یبصرون ان کے اردگرد قرآن حکیم کا نور پھیلا ہوا ہے ' رسول اکرم صلی اللہ
لیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا سراج منیر (چراغ) روشن ہے مگر آنکھیں اندھی ہیں
ور وہ کفر و الحاد ' مادیت پرستی ' ہوس اقتدار ' لادین سیاست ' شہرت اور جاہ و
نصب ' سیکولرازم ' مغربی تہذیب کی اباحیت پسندی اور ہواوہوس کی تاریکیوں میں
ٹک رہے ہیں ۔ یہ بہرے ہیں کہ حق کی آواز ان کے کانوں میں داخل ہی نہیں
و پاتی ' یہ گونگے ہیں کہ کلمہ حق ان کی زبان سے ادا نہیں ہوتا ' یہ اندھے ہیں
کہ انہیں صراط مستقیم اور سواء السبیل سجھائی نہیں دیتی ۔ صم بکم عمی فھم
لایرجعون

آج ہمارے ملکی حالات ' قومی سیاست ' معاشی اہداف ' معاشرتی اور پوری اجتماعی زندگی میں فتنہ و فساد ' بدامنی و انتشار اور بگاڑ صرف ایک لفظ " منافقت " سے پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے ۔ نفاق ' قول و عمل کے تضاد اور سیاسی و عملی منافقت کا انجام قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت ظهر الفساد --------- الخ میں بحر و بر کا فساد ' اور آخری نتیجہ " خوف کی زندگی " بتایا گیا ہے ۔ موجودہ حالات تو بد سے بد تر ہوتے چلے جارہے ہیں ۔ یہاں روز اول سے بس یہی کیفیت رہی ہے ۔ آج ملک کے چاروں صوبوں کے حالات پر نظر دوڑائیں ' سندھ میں ڈاکوؤں کا راج ' قتل و غارت گری کا عروج پوری قوم کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا کہ اب پنجاب اور سرحد میں بھی یہ سلسلہ چل نکلا ہے ' شاید ہی کوئی ضلع اور گاؤں ایسا ہو جہاں خوف و ہراس کا تسلط نہ ہو ۔

آج آپ چاروں صوبوں اور صوبوں کے تمام اضلاع و اطراف اور دور دراز

دیہاتوں میں رہنے والے باشندوں کے دل ٹٹول کر دیکھیں ' ان کے شب و رو
مطالعہ کریں ' ان کی قلبی کیفیات سے آگاہ ہوں تو خود اندازہ لگ سکے گا کہ یہ
دہشت گردی ' بدامنی اور خوف و ہراس کا کیسا شدید تسلط ہے ۔

سندھ کے حوالے سے قومی پریس میں حکمرانوں ' ڈاکوؤں اور پولیس افسر
کے انٹرویوز اور بیانات سامنے آگئے ہیں جس سے یہ حقیقت ایک بار پھر اجاگر
کہ اب پولیس ہمارے ہاں قیام امن کا ادارہ نہیں رہا ہے بلکہ اسے فساد انگ
ادارے کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے ۔ حکومت کے ذمہ دار افراد کے علاوہ قو
سیاست کے ہیروؤں کا بھی اس میں بنیادی اور کلیدی کردار ہے ۔ جو رہبر محافظ ا
نگران ہے وہی ڈاکو ' قاتل اور رہزن بھی ہے ' جب پولیس ظالم ' راشی او
بدعنوان بھی ہو تو وہ قیام امن کا ادارہ نہیں رہتی بلکہ ظلم کی چکی کا کردار اختیار
لیتی ہے ۔

سندھ کے حوالے سے ملک میں تاریخ کی بد ترین خونریزی اور غارت گری
بازار گرم ہے اور جس کا سلسلہ پوری شدت سے آگے بڑھ رہا ہے ۔ حکومت
صورتحال سے لاتعلقی اور سنگدلانہ بے نیازی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ تاہنو
مناسب تحقیقات کا کوئی اہتمام نہیں ہوا ہے ۔ اگر کچھ اقدام ہوئے ہیں تو بڑا چو
نہیں پکڑا گیا تمام بڑی مچھلیوں کو بھاگ نکلنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے ' بعض
اوقات مجرم آزاد اور بے گناہ پکڑے جاتے ہیں ۔ قیام امن کی ہر کوشش ناکام او
ہر اقدام مزید بدامنی کا سبب بن رہا ہے ۔

گلی کوچوں کا عام آدمی ہو یا کوئی بڑا تاجر اور صنعتکار ' خود پولیس کے اعلیٰ
حکام ہوں یا عدالتوں میں بیٹھے ہوئے جج ' سیاستدان ہوں یا قانون دان ' علماء او
راہنمایانِ قوم ہوں یا صحافی اور رپورٹرز ' چیف آف آرمی سٹاف کی وردی میں
ملبوس سپہ سالار ہو یا ایوان صدر میں تشریف فرما صدر مملکت ' صوبائی وزرائے
اعلیٰ ہوں یا ملک کا وزیراعظم ' سب خوف کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ اور پھر

خوف بھی ایسا کہ " باہر والوں سے کم اور اندر والوں سے زیادہ ! آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ حقیقی سبب کی تلاش کیجئے تو بالآخر قرآن کریم کی بتائی ہوئی وہی تشخیص اور دلوں کا روگ کہ جسے اللہ پاک نے " فی قلوبھم مرض " سے تعبیر کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوغلی پالیسی ' دو رخاسلوک اور عملی رویہ اور نفاق و منافقت قرار دیا ہے -

آخر پورے ملک میں جب چھوٹے بڑے تمام قومی راہنماء ' سیاسی زعماء اور حکمرانوں کے طرز عمل سے قومی حالات اور سیاسی معاملات میں اخلاقی اقدار پامال کیے جارہے ہوں ' ملک دشمنی کے رجحانات پر مجرمانہ چشم پوشی پر خود اپنے ضمیر کی ملامت بھی ختم ہوچکی ہو ' کٹراصول پسندی کی جگہ مصلحت کوشی ور مداہنت اور مصالحت کی روش کو ترجیح حاصل ہو قطعی نصوص اور واضح اسلامی ہدایات کے باوصف مغرب کی سیکولر سیاست پر دین کا لیبل چڑھایا جارہا ہو ' قومی اتحاد اور یکجہتی پر اصرار کے باوجود افتراق و انتشار کی قوتوں کو فروغ اور تحفظ دیا جا رہا ہو ' اسلام اور نظریۂ پاکستان پر خوبصورت اور مقفیٰ و مسجع تقاریر کے باوجود ان سب کی دھجیاں بکھیرنے والے افراد قومی ہیرو باور کرائے جاتے ہوں ' تخریب کاری کی مسلسل اطلاعات ' تخریب کاروں کے داخلے اور ڈاکوؤں کی منظم لوٹ مار سے گہری واقفیت کے باوصف وہ مقامی ہیروباور کرائے جاتے ہوں ' تخریب کاری کی مسلسل اطلاعات ' تخریب کاروں کے داخلے اور ڈاکوؤں کی منظم لوٹ مار سے گہری واقفیت کے باوصف ان کے مقامی سرپرستوں اور محافظوں کے ناموں کا اخفاء ار رہبروں کی شکل میں رہزنی کرنے والوں کی مزید تقویت کی جاتی ہو ---------- بھارت ' روس ' افغانستان ' ایران ' اسرائیل اور امریکہ سے بعض سیاسی " راہنمائی " اور جماعتوں کے رابطوں کی تحقیق اور دستاویزی شہادتوں کے انبار ' مگر ان سب پر کاروائی کا فقدان اور سرد خانہ میں ان کی تدفین ہی کو اصل فریضۂ منصبی سمجھا جاتا ہو ---------- ملک دشمنی کے واضح اور قطعی ثبوت مہیا ہونے لے باوجود ملک

دشمن شخصیتوں اور ملکی سالمیت و نظریاتی اساس سے باغی جماعتوں کا حق سیاست اور حق حاکمیت محفوظ بنایا جاتا ہو ' سیاسی زعماء کا ہر تقریر اور ہر بیان میں یہ اصرار کہ فوج کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے کیونکہ وہ ہمارا مسلح بازو ہے ' اسلحہ کا سیاست میں کیا کام ؟ مگر عملاً ہر سیاسی جماعت کی اپنی پرائیوٹ آرمی ہے ' کلاشنکوف سے لے کر راکٹ لانچر اور میزائل تک سب ہتھیار موجود ہیں ' بیرونی تربیت یافتہ تخریب کاروں کی فوج ظفر موج اس پر مستزاد ہے ۔

اور اب تو پورے ملک میں یہ نقشہ بن چکا ہے کہ دل و دماغ کو مسخر کرنے والے استدلال ' حقانیت اور صداقت پر مبنی اصولوں ' ٹھوس واضح خدمت کے بے غبار لائحہ عمل کے بجائے جسم کو یک لمحہ چھلنی کرنے والے اسلحہ سے کام لے کر اپنے کام کو مختصر کر دیا گیا ہے ۔

یہی حال سرکاری محکموں ' مختلف نجی شعبوں اور قومی اداروں کا ہے ۔ ہر ایک پر خوف کا تسلط اور خود نظم مملکت و سیاست اور محافظین امن سے تحفظ کی توقع رکھنے والے عوام پر عالم بیچارگی و کسمپرسی طاری ہے اور مستقبل کے بارے میں خوف نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے ۔

جب ریاست کی وہ مشینری جس کی ہیبت سے مجرموں کا پتہ پانی ہوا کرتا تھا خود مجرموں کے سامنے لرزہ براندام نظر آنے لگے ' مجرموں کا لوٹا ہوا مال ریاست کے وسائل کو شکست دینے ' ان کا جدید ترین اسلحہ اور ان کے تخریب کار گروہ کی تربیت و تنظیم محافظان عوام کی تربیت و تنظیم پر غالب آجانے کی صورت اختیار کرے تو معاشرہ میں کیا اعلیٰ کیا ادنیٰ ' سب کی میراث خوف و ہراس کے سوا اور کیا ہوگی ؟ ———— اس کا علاج ' اس کا ازالہ اور اس قدر پیچیدہ اور بظاہر گنجلک مسئلے کا حل صرف ایک ہی ہے کہ اپنے رب سے رجوع کیا جائے جس نے کامیابی کی ایک شرط رکھی ہے اور اس شرط کی تکمیل پر ہی پروردگار عالم نے فوز و فلاح اور قطعی کامیابی کی ضمانت اور بشارت دی ہے ۔

ولنبلونكم بشئى من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالو انا الله وانا اليه راجعون اولئک عليهم صلوت من ربهم و رحمه و اولئک هم المهتدون (البقرہ ـ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

اور ہم تمہاری آزمائش کرکے رہیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور مال اور جان اور پھلوں کے کچھ نقصان سے ' اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (وہ لوگ) کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں یہ لوگ وہ ہیں کہ ان پر نوازشیں ہوں گی ان کے پروردگار کی طرف سے اور رحمت بھی اور یہی لوگ راہ یاب ہیں ۔

اس وقت اپنی انفرادی اور اجتماعی بداعمالیوں ' قومی خیانتوں ' دین اسلام سے بغاوتوں ' قرآن و سنت کے قطعی احکام سے استہزاء اور اس پر مجرمانہ سکوت کی غفلتوں ' حکمرانوں کی منافقت اور قومی راہنماؤں کی لا دین سیاست کے سیاہ کرتوتوں اور عام افراد کی غفلت کیشیوں اور اپنے ہاتھوں کی عاصیانہ کمائیوں سے پوری قوم خوف و خطر ' فسادات و بدامنی ' قتل و خونریزی ' ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ' قدرتی آفات ' پے بہ پے سیلابوں ' ناگہانی حادثوں ' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے کے اندیشوں میں مبتلا ہے اور بیرونی آقایان ولی نعمت اوراستعماری سرپرستوں کی بھرپور مدد و حمایت سے داخلی تخریبی قوتوں نے بدامنی ' دہشت و بربریت اور خوف و ہراس کے تسلط کو کئی گنا بڑھا دیا ہے اور عوام و خواص سب کو اسی میں جکڑ لیا ہے ---------- قوم کے زیرک افراد ' ارباب علم و بصیرت خوف کی فضاء طاری کرنے ' ڈاکوؤں ' لٹیروں ' قاتلوں ' اور رہزنوں کی سرپرستی کرکے ہر ہر لحہ ڈرانے دھمکانے اور خطرناک انقلاب کے ناپاک عزائم رکھنے والی قوتوں سے ناواقف نہیں ہیں جنہوں نے سیاست ' اجتماعیت اور قوم و ملت کی پرسکون زندگی میں خوف و ہراس کی نفسیات کو بڑی چابکدستی سے استعمال کیا ہے

اور کر رہے ہیں ——— قوم کا ' قومی راہنماؤں کا ' ارباب حکومت سمیت اہل سیاست کا اور دینی و مذہبی قیادات کا اصل امتحان یہی ہے کہ وہ اس خوف و ہراس ' دہشت و بربریت ' فتنہ و فساد اور بدامنی و الحاد کی دیوار کو گرانے کیلئے ٹھوس اقدام بالخصوص منافقت ترک کرکے قول و عمل کی یکسانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں یا پھر اس سے سہم سہم کر خود بھی دم توڑ بیٹھتے ہیں اور پوری قوم کو بھی لے ڈوبتے ہیں ——— فی الحال پوری ملکی قیادت اس خوف و ہراس کی شدید گرفت میں ہے ۔ ہماری دعا ہے اور عملی معاونت کے لیے ہر ممکنہ اقدام میں بھرپور تعاون کی پیشکش بھی ! خدا تعالیٰ ہمت دے کہ وہ پوری قوم کو اس اذیت سے نجات دلاسکیں ۔ (آمین) (ماہنامہ الحق جون ۱۹۹۱ء)

اسلام پاکیزہ نظریہ حیات
اور انقلابی ضابطہ اخلاق

نئی حکومت قائم ہوئی ' اسلامی جمہوری اتحاد کا راج نافذ ہونے لگا ' ملک کے اقتصادی نظام کے ارتقاء اور صنعتوں کے قیام اور ملکی معیشت کے استحکام کا مژدہ سنایا جانے لگا درجنوں کمیٹیاں بنیں ' اور قومی ترقی کی رفتار مزید تیز کر دی گئی ضمن ضمن میں اسلامی نظام کے نفاذ شریعت کے احکام کی ترویج اور اسمبلی سے شریعت کی بات بھی منہ سے نکل جاتی ہے ملکی بحران ' سیاسی ابتری ' قومی انتشار ' ادبار و تنزل اور مریض کے جاں بلب ہونے کے اعتراف سے مرض کا ازالہ نہیں ہوتا۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک کوئی طبیب مرض کی صحیح طور پر تشخیص نہ کرے اس وقت تک وہ صحیح علاج نہیں کر سکتا۔

جو لوگ امت مسلمہ کے مزاج ' ملک کی نظریاتی اساس اور جمہور کے بنیادی اور دیرینہ مطالبہ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے قومی قیادت کی ذمہ داری سے اچھی طرح آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ مملکت عزیز پاکستان کے نظریاتی اساس کے تحفظ اور نظام شریعت کے نفاذ کے بارے میں ہماری منافقانہ روش نے ہمیں تباہی سے دوچار کیا ہے۔ نظام اسلام سے بے تعلقی بلکہ بعض حالات میں بغاوت کی وجہ سے ہم باری تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے محروم ہوئے ہیں۔ ہمارا اخلاق تباہ ہوا ہے ہمارے اندر فسق و فجور نے زور پکڑا ہے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان منکرات کو راہ پانے کا موقع ملا ہے جن میں اسلام دنیا سے مٹانے کیلئے آیا ہے ہم نے نظام شریعت کی ترویج اور اسلام کے نظام عدل کے قیام کے بجائے سرکشی کی راہ اختیار کی ہے ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اپنا سرمایہ حیات بنانے کے بجائے مغربی افکار و نظریات پر فریفتہ ہونا سیکھا ہے ہم نے

اسلامی حدود کو بڑی بے دردی سے پامال کیا ہے اور اس کو روشن خیالی اور ترقی پسندی سمجھا ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ منکرات اور معصیات کا زہر ہماری زندگی کے سارے گوشوں میں سرایت کر رہا ہے آرٹ اور کلچر کے نام پر ہمیں بے حیائی اور عریانی کو فروغ دینے کے مواقع فراہم کیئے گئے تفریح کی آڑ میں ہماری قوم کے ایک اچھے خاصے طبقے کو شاہد و شراب کا لذت آشنا بنایا گیا اور ہماری زندگی سے وہ تمام اسلامی امتیازات اور قومی روایات اور جن کی وجہ سے ہم دنیا میں سربلند تھے اور ان کی جگہ وہ سارے منکرات ' اور برائیاں ہمارے ہاں رواج پانے لگیں جن کے استیصال کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے امتِ وسط کے بلند منصب سے سرفراز فرمایا ہے

۔

تاریخ کے اوراق اور قانون فطرت اس حقیقت کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ کسی قوم کی ترقی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ' اپنے نصب العین سے گہری محبت اور اس کے تقاضوں کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی ڈھالنے سے ہی وابستہ ہے کسی قوم کا جس نسبت سے اپنے نصب العین سے عشق ہوگا اسی تناسب سے اس کے اندر زندگی کی حرارت اور ولولہ پیدا ہوگا ہمارے ہاں بدقسمتی سے اپنے نصب العین سے بس اتنا ہی تعلق رکھا گیا ہے کہ ہم کبھی کبھار زبان سے اس کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔ مگر ہماری قیادت ' ہماری سیاست ہماری عدالت اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے نصب العین کی کوئی جھلک موجود نہیں بلکہ ہماری زندگی کے سارے گوشوں میں اس نصب العین سے برعکس دوسرے نظریات کے رنگ نمایاں ہیں تو اس بارے میں سوچنا ' کہ ایسے حالات میں بھی ہم دنیا کی کوئی عظیم قوم بن سکتے ہیں بہت بڑی حماقت ہے دورنگی اور منافقت کی اس روش نے ہمارے نہ صرف اساسی تصورات میں انتشار اور عمل میں اضمحلال پیدا کر دیا ہے بلکہ ہمارے اندر دوسری اقوام کی برائیوں کو قبول کرنے کی راہیں ہموار کر دی ہیں

۔ نصب العین سے ہماری اس منافقانہ روش نے ہمیں بلندی کی طرف نہیں ' بلکہ پستی کی طرف دھکیلا ہے ۔

یہ ہے سیدھا تجزیہ ہماری موجود حالت انحطاط کا ' قومی انتشار ' علاقائی تعصب اور ملکی بحران کا پس منظر بھی یہی ہے ———— مگر دشمنوں کے نفسیاتی ہتھکنڈوں اور پروپیگنڈوں نے ہمارے ذہنوں کو اسی صحیح تجزیہ کی طرف منتقل ہی نہیں ہونے دیا تاکہ کہیں ہم مرض کا صحیح طور پر مداوانہ کرسکیں ۔

دشمن کی چالاکیوں اور عیاریوں کی یوں تو متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر ہم یہاں صرف ایک مثال درج کرتے ہیں ۔ پاکستان کا ایک بازو کٹ گیا ' افواج پاکستان کو ہندو کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں ' مختلف ادوار میں مختلف عنوانات سے تحریکیں چلیں ' قومی املاک تباہ کردی گئیں ' بے گناہ شہریوں کے سینے چھلنی کر دیے گئے ' سندھ کو بیروت بنا دینے کی ہر ممکن کوششیں کی گئیں غرض اب تک ذلت و ادبار کا جو مرحلہ بھی پیش آیا ' بدکردار اور عیاش اعمالیوں کی وجہ سے پیش آیا ہے اس سے عوام کے اندر شراب و شاہد سے بیزاری اور عیاشی سے نفرت پیدا ہوئی ہے اور لوگوں پر یہ تلخ حقیقت آشکارا ہوئی ہے کہ غیر اسلامی طرز زندگی نے ہمارے اخلاق تباہ کر دیے ہیں اور اخلاق کی تباہی ملکی تباہی پر منتج ہوئی ہے ۔

غور و فکر کے اس انداز سے دشمنوں کو اس بات کا شدید خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں فسق و فجور سے عوام کی یہ بیزاری ان کے اندر اسلامی نظام حیات کے حق میں کوئی تعمیری جذبہ نہ پیدا کردے اور وہ اسلام سے انحراف کی راہ چھوڑ کر کہیں عزم کے ساتھ اسلام اور عملاً نفاذ شریعت کی راہ پر نہ چل نکلیں ' لہذا اس خطرے کی پیش بندی کیلئے پروپیگنڈے کے عجیب عجیب حربے استعمال کیئے جارہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آخر مغربی قومیں بھی تو شراب و شاہد کی رسیا ہیں ان کے حصے میں یہ ذلت و خواری کیوں نہیں آئی ' بھارت بھی تو اس برای سے یکسرپاک نہیں پھر

اسے کیوں استحکام حاصل رہا کبھی یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ شراب انسان کے قویٰ کو مضمحل نہیں کرتی بلکہ اس کے اندر توانائی پیدا کرتی ہے ۔ کبھی دنیا کے معروف شخصیتوں اور نامور سپہ سالاروں کی نشاندہی کرکے ان کے بارے میں یہ انکشاف کیا جاتا ہے کہ ان کا دامن بھی ان برائیوں سے داغدار تھا ان سارے نفسیاتی حربوں کے استعمال کا مقصد بجزاس کے اور کیا ہے کہ قوم کے اندر ذلت و ادبار اور مسلسل انتشار کے بعد اپنے اخلاقی انحطاط کا جو احساس بیدار ہوا ہے اور ایک خوشگوار ردعمل کے امکانات روشن ہوئے ہیں انہیں ختم کر دیا جائے ۔

مگر درحقیقت یہ استدلال کہ مغربی اقوام ان برائیوں کے ہوتے ہوئے بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں تو ہم ایسا کیوں نہیں کرسکتے ؟ یہ خود اپنے پیش کرنے والوں کی فکری بے مائیگی کی شہادت فراہم کرتا ہے یہ استدلال اس غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ کسی قوم کے نصب العین اور اس کے ضابطہ اخلاق کے مابین کوئی گہرا تعلق نہیں ہوتا ۔ قوم کسی نصب العین کے ساتھ جو ضابطہ اخلاق بھی چاہے اپنا سکتی ہے اور اس پیوند کاری سے اسے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا ' یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس میں بعض لوگ اپنی سادگی سے ' اور بعض لوگ عیاری سے دوسروں کو گرفتار کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی انقلاب آفرین نظریہ حیات دنیائے عمل میں سب سے پہلے ضابطہ اخلاق ہی میں جلوہ گر ہوتا ہے اس نقطہ نظر سے جب ہم اسلامی نظریہ حیات اور اس کے ضابطہ اخلاق کے بارے میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ نظریہ مقدس ہے اسی طرح اس کا ضابطہ اخلاق بھی یکسر پاکیزہ ہے لہٰذا اسلام کے بارے میں یہ سوچنا کہ اس میں فسق و فجور کی کوئی گنجائش نکالی جاسکتی ہے منافقت اور مداہنت کی راہ پر چلا جاسکتا ہے تو یہ خدا اور اس کے رسولؐ سے صریح بغاوت ہے ۔ اب اگر ملک کے بعض خیرخواہ ' اہل وطن کی دل جوئی کیلئے یہ کہتے ہیں کہ فسق و فجور کی زندگی سے ملت کو کوئی زیادہ نقصان

نہیں پہنچ سکتا پرلے درجے کے احمق ہیں کیونکہ کسی مسلم معاشرے میں منکرات کے فروغ پانے سے نہ صرف اس معاشرے کی اخلاقی صحت برباد ہوتی ہے بلکہ اس سے اسلامی نظریہ حیات جو مسلم قوم کی طاقت کا واحد سرچشمہ ہے اس سے بھی تعلق منقطع ہوتا ہے ۔ اس لئے مسلم قوم جب فسق و فجور کی زندگی اختیار کرتی ہے تو وہ خود اپنی بربادی کو دعوت دیتی ہے ۔

مغربی اقوام کا حال ہم سے مختلف ہے ان کے ہاں بھی فحاشی ' عریانی اور شراب و شاہد کا رسیا ہونا کوئی پسندیدہ کام نہیں سمجھا جاتا بلکہ برائی ہی تصور کیا جاتا ہے مگر ان کی آئیڈیالوجی کے ساتھ انہیں جو ضابطہ حیات دیا گیا ہے وہ اس فسق و فجور سے تہس نہس نہیں ہوتا ۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ان برائیوں کے وجود سے ان کی اخلاقی حالت کافی بگڑتی تو ہے مگر ان کی اجتماعی زندگی یکسرتہ و بالا نہیں ہوجاتی ۔ لیکن ہماری اخلاقی بے راہ روی سے وہ ساری اقدار تباہ ہو جاتی ہیں جن کی علمبردار ہونے کے ہم دعویدار ہیں اور جن کی وجہ سے ہم دنیا میں ایک الگ ملت شمار کئے جاتے ہیں ۔ (ماہنامہ الحق یکم دسمبر ۱۹۹۰ء)

باب۳

امت مسلمہ کا المیہ، سیاسی عدم استحکام کا حل،
اسلامی نظامِ تعلیم، سودی نظام کے خاتمہ کی ضرورت،
وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ، شریعت بل کا مسئلہ
بداخلاقی کے طوفانِ بلاخیز کا انسداد ——

اگر اہل اسلام یہ چاہتے ہیں کہ نئے سرے سے وہ اپنی زندگی شروع کریں جو غیروں کے افکار و نظریات علمی اور فکری اور سیاسی غلامی سے آزاد ہوں اگر وہ پھر سے عالمگیر علمی اور سیاسی قیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں تعلیمی خود مختاری، نصابی آزادی، فکری اور سیاسی آزادی اور تحقیق و تصنیف ہی نہیں علمی لیڈرشپ بھی بہت ضروری ہے یہ کوئی آسان کام نہیں یہ مسئلہ بہت گہرے غور و فکر کا محتاج ہے اس کیلئے ضرورت ہے کہ وسیع پیمانے پر تصنیف و تالیف اور علوم کی تدوین جدید کا کام شروع کیا جائے اس عظیم کام کے سربراہ کار عصری علوم سے بھی اتنی واقفیت اور گہری بصیرت رکھتے ہوں جو تحقیق و تنقید کے درجہ تک پہنچتی ہو اور اس کے ساتھ اسلام کے اصل سرچشموں سے پورے طور پر سیراب اور اسلامی روح سے انکے قلب و نظر معمور ہوں۔

امت مسلمہ کا المیہ

ملی وحدت ، قومی تشخص اور اتحاد امت کی راہ سے فرار کیوں؟

گذشتہ سال " فلسطینی خواتین نے لبنان کی ایک خبر رساں ایجنسی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے شتیلا کیمپ میں فلسطینیوں کی آپس کی لڑائی پر گہرے افسوس اور اضطراب کا اظہار کیا تھا ، انہوں نے کہا مسمانوں کے ہاتھوں مسلمان بھائیوں کا قتل دیکھ کر ہماری گردنیں شرم سے جھک گئی ہیں اور ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم خودکشی کرلیں ۔ "

اس نوعیت کی بیسیوں خبریں گذشتہ کئی ماہ سے اخبارات میں چھپ رہی ہیں جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ برادر کشی بھی مسلمان کا شعار بن چکا ہے ۔ صابرا اور شتیلا کیمپ میں مسلمانوں کی باہمی ناچاقی اور آئے دن کی لڑائیوں نے دنیا کے سامنے جو مناظر پیش کیئے ہیں ان کے سامنے یہودی فوج کے مظالم کی سنگینی ماند پڑگئی ہے ۔ امل ملیشیا اور حزب اللہ نے فلسطینی مسلمانوں کو جس بے رحمی اور شقاوت سے گولیوں کا نشانہ بنایا اور ان کا قتل عام کیا وہ یہودی فوج کی ہلاکت خیزی پر بازی لے گیا ۔ اور اس میں انتہائی شرمناک پہلو یہ ہے کہ مرنے اور مارنے والے سب " مسلمان " اور اپنی اپنی جگہ اسرائیل کے حریف اور اس کے خلاف " جہاد " کے علمبردار تھے ۔

لبنان کی یہ المناک صورتحال لبنان تک محدود نہیں ہے یہ پوری ملت اسلامیہ کا المیہ بن چکی ہے اور خودکشی کر لینے کی جس نیت کا اظہار ہماری فلسطینی بہنوں نے کیا ہے وہ افریقہ و ایشیا کے بیشتر ممالک کی مظلوم بیواؤں ، غمزدہ ماؤں ، ستم رسیدہ بہنوں اور سر چھپانے کے سایہ سے لے کر شفقت و کفالت سے محروم

لاکھوں حرماں نصیب بیٹیوں اور سوگوار بچوں کی آرزو بن چکی ہے ــــــ
کوئی غزہ اور مقبوضہ بیت المقدس میں تباہ شدہ اور اجڑے ہوئے خاندانوں کی خواتین کا حالِ دل جاننے کی کوشش کرے ' کوئی افغانستان میں یا ایران اور پاکستان کے افغان مہاجرین کے کیمپوں میں افغان خواتین کے جذبات و احساسات سے آگہی کی زحمت فرمائے ' کوئی ایران و عراق کی لاکھوں خواتین کی کیفیت قلبی کو اپنے شعور و ادراک کی سطح پر منتقل کرنے کی سبیل پیدا کرے ' کوئی بھارت کے فساد زدہ علاقوں میں جاکر ان خواتین کی بپتا سنے جن کے شوہر' باپ ' بھائی اور بیٹے ان کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیئے گئے ' جن کی جوان بچیاں بے آبرو ہوئیں یا اغوا کرلی گئیں کوئی کراچی ' حیدر آباد اور سرحد و پنجاب میں ہونے والے فسادات ' تخریب کاری اور بمباری کا نشانہ بننے والے علاقوں میں زندہ درگور خواتین سے جاکر پوچھے کہ بی بی ! اب جینے کی تمنا کتنی باقی ہے ؟ تو سب کا رد عمل وہی ملے گا جس کا اظہار شتیلا کیمپ کی خواتین نے کیا ہے ۔

بھارت اور مقبوضہ فلسطین کی خواتین کا دکھ تو غیر مسلموں کا دیا ہوا ہے ' وہ شاید صبر و شکر کے معاملہ میں دوسروں سے مختلف نظر آئیں لیکن لبنان ' افغانستان ' پاکستان ' عراق ' ایران اور شام وغیرہ کی مظلوم خواتین اپنی بربادی کا ذمہ دار کسے قرار دیں ؟ افغانستان میں بلاشبہ روس کی مسلح افواج نے مظالم کے پہاڑ توڑے مگر ان کی آمد کا راستہ کس نے ہموار کیا ؟ ان کی پذیرائی اور معاونت کس نے کی ؟ اور اب جبکہ فتح اور غلبہ کا نازک ترین مرحلہ قریب آن پہنچا ہے ' ببرک کارمل اور نجیب کا کردار کون ادا کر رہا ہے ؟ یہ بھی تو سب اپنے ہی ہم وطن اور اپنے ہی اہل خاندان و ہم قبیلہ لوگوں کا کیا دھرا ہے ۔ مسلم خواتین یا عام لوگ ابوموسیٰ اور یاسر عرفات کے نظریات اور اختلافات سے بے خبر ہیں ' وہ نجیب اللہ اور مجاہدین کے اہداف اور سیاسی وابستگیوں کو نہیں جانتے وہ تو اتنا جانتے ہیں کہ بظاہر دونوں مسلمان ہیں پھر برسرپیکار کیوں ہیں ؟

☆ بہر حال مسلم دنیا کی یہ مجموعی صورتحال خاصی تشویشناک ہے ۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ دیبل کے ساحل پر ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹنے والی ایک عورت حجاج بن یوسف کو مدد کے لئے پکارتی ہے ۔ اور تاریخ میں انتہائی ظالم اور سفاک حکمران کی شہرت رکھنے والا یہ مسلمان بھائی اپنی مسلمان بہن کی پکار کا جواب عرب سے محمد بن قاسم کی بحری لشکرکشی کی روانگی کی صورت میں دیتا ہے ------- لیکن آج غزہ میں ' بیت المقدس میں ' بھارت میں ' افغانستان میں ' پاکستان میں ' بنگلہ دیش میں ' افریقہ کے قحط زدہ علاقوں میں ' جنوبی افریقہ اور حبشہ اور آزاد ہونے والی روسی مسلم ریاستوں میں لاکھوں مظلوم مسلم خواتین کی پکار اور چیخیں فضا میں گونج رہی ہیں -------- مگر اپنے ملک کے حکمران ہوں یا مسلم دنیا کے حاکمان وقت سب پر سکوت مرگ طاری ہے ۔ ان میں جن کے ضمیر میں زندگی کی کوئی رمق یا ایمان کی کچھ حرارت باقی ہے ان کے عملی اقدامات کی حدود بھی اظہار تعزیت و ندامت یا زیادہ سے زیادہ کسی قرار داد کی منظوری اور اس کی سالانہ مشق سے آگے نہیں بڑھتیں ------ اگر ایسا نہ ہوتا تو پانچ کروڑ عربوں میں گھرا ہوا تیس لاکھ یہودیوں کا اسرائیل یوں مہینوں غزہ اور مقبوضہ بیت المقدس میں مسلمان مردوں ' عورتوں اور بچوں کو ذبح نہ کر پاتا ' لبنان مقتل میں تبدیل نہ ہوتا ' افغانستان قتل گاہ نہ بنتا ' شیلا کیمپ کی مظلوم خواتین کو زندہ رہنے پر خودکشی کرلینے کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش نہ آتی ' جہاد افغانستان اب کے نازک ترین اور حساس مرحلے مین باہمی آویزشوں ' ناچاکیوں اور کشت و خون کی ہولناکیوں میں تبدیل نہ ہوتا ۔

مسلم دنیا کی اس المناک صورتحال کے پیش نظر ذیل میں اجمالاً ایک تجزیہ اور اس کے پس منظر اور اسباب پر محض ایک سرسری گفتگو پیش خدمت ہے اور اگر آپ بھی قدرے تامل سے غور فرمائیں تو حسب ذیل عوامل ابھر کر سامنے آتے ہیں

قرآن حکیم نے سورہ بقرہ کی ابتدائی دس آیات میں پوری انسانیت کو صرف تین گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے ۔ ایک خدا کو ماننے والے مومنین ' دوسرے نہ ماننے والے کافرین اور تیسرے منافقین ۔ پہلے کو فلاح کی نوید سنائی ہے دوسرے کو عذاب عظیم کی خبر دی ہے اور تیسرے کو درد ناک سزا کی وعید سنائی ہے ــــــــ انسانیت کی یہ تقسیم خالص عقائد اور اعمال کی بنیاد پر ہے ۔ جہاں تک نسلی بنیاد پر اس کی تقسیم کا تعلق ہے قرآن اسے حضرت آدم کی اولاد قرار دیتا ہے جس کا جوڑا حضرت حوا بھی اسی سے پیدا کی گئی ہے وہ شعوب و قبائل میں انسان کی تقسیم کا ذکر محض ان کی شناخت کی خاطر کرتا ہے ــــــــ لفظ " قوم " قرآن مجید میں صرف فکر و عقیدہ کے اشتراک سے بننے والے گروہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔ ایک ہی علاقے ' نسل ' زبان اور تہذیبی اکائی سے تعلق رکھنے والے مصری ' قوم فرعون اور قوم موسیٰ میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں ۔ اور مکہ و مدینہ کے خونی رشتوں میں جڑے ہوئے ایک ہی علاقے اور زبان و نسل کے لوگ " قوم الکافرین ' قوم المنافقین اور قوم المومنین " میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں ۔ قرآن حکیم اعمال ہی کی بنیاد پر " قوم الظالمین ' قوم الفاسقین اور قوم المجرمین " کی اصطلاحات استعمال کرتا ہے ــــــــ قرآن حکیم کا پورا خطاب ان ہی حوالوں سے ہے ۔ وہ انسان کو کالا گورا ' عربی عجمی ' مشرقی مغربی یا کسی اور جغرافیائی اور نسلی امتیاز کی بنیاد پر مخاطب نہیں کرتا ۔ مگر آج کے تصور قومیت نے ہمارے ملی وجود کو بکھیر دیا ہے ۔ ریاستوں کی تقسیم سے ملت تقسیم ہوگئی اور خود ریاستوں کے اندر نسلی ' لسانی اور علاقائی قومیتوں کے تصورات اس سیاسی وحدت کو بھی پارہ پارہ کر رہے ہیں ۔ ہم پاکستانی اس گمراہ کن تصور کے ہاتھوں اپنے وطن عزیز کو دولخت ہوتے دیکھ چکے ہیں ' اور اب کچھ غیر ملکی گماشتے اور تنگ نظر لوگ ہمیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے درپے ہیں ۔ یہ محدود اور تنگ نظر قومیت مسلمانوں کو کبھی اوپر نہیں اٹھنے دیتی بلکہ انہیں پستی کی طرف دھکیلتی اور اسفل السافلین کی

پست ترین سطح پر پہنچا کر دم لیتی ہے۔

☆ مراکش سے انڈونیشیا تک بسنے والی ایک ارب سے زائد مسلمانوں پر مشتمل امت مسلمہ اپنی وحدت و اجتماعیت کا وہ شعور کھو بیٹھی ہے جو اس نے نو آبادیاتی دور میں بھی زندہ و توانا رکھا تھا۔ اس کا امت واحدہ کا تصور نسلی علاقائی اور لسانی بنیادوں پر تصور قومیت سے مغلوب ہوگیا ہے اور اس کے اندر ایک جسم کے مربوط ' متحرک ' اور معاون اعضا والی کیفیت بتدریج ختم ہوتی جارہی ہے۔ اس مرض نے ایک دوسرے سے ذہنی اور قلبی وابستگی کے رشتوں کو کمزور ' دکھ درد میں شرکت کے احساس کو مردہ اور ایک دوسرے کی مدد کے لئے اضطراب و بے چینی اور عملی اقدامات کی جستجو و پیش رفت کو مفلوج بنا کر رکھ دیا ہے۔ اپنائیت کی جگہ بے اعتنائی نے اور مدد و تعاون کی جگہ گریز پائی نے لے لی ہے ' حالانکہ اسلام تنگی سے وسعت کی طرف بڑھنے اور آفاقی نقطہ نظر اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے

-

وہ قوم جس کے راہنما ہمیشہ سے اسلام کی آفاقیت کی دعوت دے رہے تھے ' تحریک خلافت کے ذریعہ سلطنت عثمانیہ کے تحفظ کی جنگ برصغیر میں لڑ رہے تھے ' فلسطین کے مسلمانوں کی مدد کے لئے وفود بنا کر بھیج رہے تھے ' جس کے علماء ریشمی رومال کی تحریک کے دوران ترک وطن کرکے افغانستان میں پناہ لے رہے تھے ' بریلی اور دہلی سے چل کر بالاکوٹ میں جانیں دے رہے تھے ' وہ قوم آج کس مقام پر آکھڑی ہے ؟ --------

آج اپنے پڑوس میں افغانستان اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لئے کوئی اضطراب کی لہر بھی ہمارے سینوں میں نہیں اٹھتی -------- یہ ہماری دیکھتی آنکھوں کا منظر کیوں بدلا جارہا ہے ؟ نگہ کی بلندی سخن کی جان نوازی اور جان کی پرسوزی کہاں رخصت ہوگئی ؟ عشق کی آگ کیوں بجھ گئی ؟ مسلمان راکھ کا ڈھیر کیوں بن گیا ؟ یہ سب فکری زوال و انحطاط کا نتیجہ اور تنگ نظری کا خمیازہ ہے۔

جو مذہب رنگ و نسل ' علاقوں اور زبانوں کے بتوں کو پاش پاش کرنے اور محض عقیدے کی بنیاد پر ملت واحدہ کی تشکیل دینے کے لئے نازل ہوا تھا ' اس کے پیروکار اگر انہی بتوں کے محافظ اور پجاری بن جائیں تو انہیں عہد جاہلیت کی قبائلی خونریزی اور برادر کشی کے جہنم میں گرنے سے کون بچا سکے گا ؟ جن کے اسلاف نے بدر و حنین میں ایمان کے رشتوں کی خاطر باپ بیٹے ' بھائی ' چچا اور ماموں کے سر قلم کر دیئے تھے وہ ان رشتوں پر اپنے دینی بھائیوں کا قتل عام کرنے پر تل جائیں تو ان پر نزول رحمت ہوگا یا عذاب کا کوڑا برسے گا ؟ اس کا اندازہ ہر صاحب ایمان آسانی سے کرسکتا ہے ۔

☆ اس صورتحال کا دوسرا بڑا سبب یہ ہے کہ سیاسی سطح ہی پر نہیں دینی سطح پر بھی مسلمان وسیع النظر قیادت سے محروم ہوتا چلا جارہا ہے ۔ اب سے نصف صدی قبل تک مسلمانوں کے تمام روایتی مسالک اسی طرح موجود تھے جس طرح آج ہیں لیکن ان کے اختلافات مدارس کی چاردیواری تھے ۔ سیاسی میدان میں دینی شناخت رکھنے والی شخصیات پوری امت سے مخاطب ہوتی تھیں ' ان کی توجہ اور فکرمندی کا دائرہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود اور آزادی و ترقی پر محیط تھا ۔ وہ اپنے مخصوص علاقے ' خاص نسل ' زبان اور مذہبی مسلک سے مربوط ہونے کے باوجود مسلم قوم کے راہنما اور ان کے ترجمان کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے ۔ مگر آج مسلمانوں کی اجتماعی قیادت کرنے والی شخصیات کا فقدان ہے ۔ کوئی پختون راہنما ہے تو کوئی بلوچ راہنما ' کوئی سندھی راہنما ہے تو کوئی مہاجر راہنما ' کوئی پنجابی راہنما ہے تو کوئی بنگالی راہنما ----- دینی قیادت بھی نظریاتی حد تک امت واحدہ کے تصور کی علمبردار ہے لیکن عملاً مسلکوں کے دائرہ بندی میں محصور ہے ------- بظاہر ان کی فکر آفاقی اور تصور قومیت اسلامی ہے مگر ان کا رابطہ اجتماعی نہیں انتخابی ہے ۔ اگر ایسا کہنا سوءِ ادب نہ ہو تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم قیادت کے لحاظ سے بونوں اور چھچھورے لوگوں کے عہد میں جی رہے ہیں ۔ وسیع

النظر قیادت قوم کو پستی سے اٹھا کر ہمیشہ وسعت و رفعت کی طرف لے جاتی ہے اور کم ظرف و تنگ نظر قیادت اس کے اعضاء و اجزاء کو توڑتی ' بکھیرتی اور موت کے گھاٹ اتارتی ہے۔

کسی قوم کی بد نصیبی اور تباہی کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی قیادت کم ظرف لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے اور افراد قوم اپنے گرد مختلف تعصبات کے دائرے کھینچ کر اس میں محصور رہنے پر رضا مند ہو جائیں۔ ہم نے تحریک پاکستان اور تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران مختلف مسالک اور نظریات رکھنے والے راہنماؤں علماء کرام اور دینی قوتوں کے اتحاد کی طاقت اور پھر منبرو محراب سے لے کر گلی کوچوں تک ان کے باہمی سرپھٹول کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ مسلمانوں کی قوت و شوکت اور ان کی حفاظت و سلامتی علماء اور محب اسلام و وطن سیاسی راہنماؤں کے اتحاد میں مضمر ہے۔ یہ اتحاد چونکہ آج کل پارہ پارہ ہے اس لئے قوم کا دامن بھی تار تار ہے۔

☆ مسلم دنیا کی المناک صورتحال کا ایک اور بڑا سبب اس بدیہی حقیقت کے ادراک سے محرومی ہے کہ اشتراکیت ' عیسائیت ' صیہونیت اور ہندومت سب نے اسلام کے خلاف اپنے مشترکہ جذبہ عناد کی خاطر عالم اسلام کو جارحیت ' داخلی تخریب کاری ' معاشی استحصال اور سیاسی سازشوں کا مرکز بنالیا ہے۔ خلیج کی جنگ ' امریکہ کا نیا عالمی نظام ' مسئلہ کشمیر میں یہودی حکومتوں کا مؤقف ' افغانستان کے مسئلہ پر روسی امریکی اتحاد اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ آج دنیا بھر سے جنگوں کی بساط لپیٹ کر مسلم دنیا کو میدان جنگ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ عالم اسلام اس وقت الحاد ' کفر اور شرک کی جملہ قوتوں کی مشترکہ یلغار کی زد میں ہے مگر مسلمانوں کو اس کا شعور اور احساس نہیں ہے۔

آج تمام بیرونی طاقتیں مسلمانوں کو توسیکولر سیاست کی پٹی پڑھاتی ہیں تاکہ انہیں اسلام کے سرچشمۂ قوت سے کاٹ دیا جائے۔ وہ اسرائیل کے یہودی ہوں یا

امریکہ اور برطانیہ کے عیسائی ' روس کے ملحد ہوں یا بھارت کے ہندو ' سب اپنے اپنے مذہب اور عقیدے پر منظم اور تعصبات میں انتہائی کٹر ہیں ۔ ان کی بین الاقوامی سطح پر شیرازہ بندی عقائد و نظریات ہی کی بنیاد پر ہے ۔ وہ خود تو اس سے قوت و غلبہ حاصل کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے پاس سے وہ یہ سرمایہ چھین لینا چاہتے ہیں تاکہ وہ کوئی اجتماعی قوت نہ بن سکیں اور ٹکڑیوں میں بٹ کر ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار سکیں ۔

نعرہ تکبیر ' اسلام زندہ باد اور مسلمان کا باہمی اعتماد و اتحاد ان کے لئے موت کا پروانہ ہے ۔ لہذا تمام دشمنان اسلام مسلمانوں کے اندر نقب زن قوتوں کو پروان چڑھا کر ان سے اپنا کام لے رہے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک خود کو خادم اسلام سمجھے بیٹھا ہے ۔

ہماری بربادی کے اسباب اور بھی ہیں ۔ مثلاً طبقاتی نظام تعلیم ' صنعت و حرفت میں پسماندگی ' دفاع میں بیرونی انحصار اور مغربی نظام سیاست وغیرہ ۔ اگر ہم مندرجہ بالا مذکورہ اسباب پر ہی سنجیدگی سے کچھ توجہ دے سکیں تو ہماری ماؤں ' بہنوں اور بچیوں کو خودکشی کا ارادہ ظاہر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی ۔

(ماہنامہ الحق ستمبر ۱۹۹۲ء)

سیاسی عدم استحکام کا بحران اور اس کا واحد حل

اسلامی نظام تعلیم کی ترویج

آج ملک کی سیاسی ' انتظامی ' اقتصادی ' تعلیمی اور دفاعی صورتحال پر سب کو تشویش ہے ۔ انہیں بھی جو اقتدار میں ہیں اور انہیں بھی جو حزب اختلاف میں ہیں ' انہیں بھی جنہیں ملکی سالمیت کی حفاظت سونپی گئی ہے اور انہیں بھی جنہیں ملکی مفاد اور قومی استحکام کے کسی بھی اقدام کے ابجد سے واقفیت نہیں ۔

اس کے حل میں پیش رفت اور مقصد کا حصول کبھی ۵۶ء کا دستور قرار دیا گیا ، کبھی قرار داد مقاصد کو دستور کا حصہ بنا دیا گیا ' کبھی ۷۳ء کا دستور بتایا گیا ' کبھی وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا ' کبھی آٹھویں اور نویں ترمیم سے جی بہلایا گیا اور کبھی بارہویں ترمیم سے ورغلایا گیا ۔

مگر کیا اس سے حقیقت کا سراغ مل گیا ؟ معاشرہ میں امن و امان اور عدل و انصاف کو راہ مل سکی ؟ لوگوں کو سکھ کا سانس لینے کے مواقع مل گئے ؟ نئی نسل کا مستقبل محفوظ ہوگیا ؟ ڈاکوؤں ' لٹیروں ' قاتلوں ' راہزنوں اور قومی سلامتی کے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جاسکا ؟ نظام شریعت ' قرآنی احکام ' حدود و قصاص کے خلاف غلیظ اور بازاری زبان استعمال کرنے والوں اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو " ریگستانی اور جاہلی معاشرہ کا نبی " قرار دینے والے گستاخان رسول منہ پھٹ سیاستدانوں کو قرار واقعی سزا دینے کے بارے میں کوئی مناسب منصوبہ بندی کی جاسکی ؟ ________ ظلمت چھاتی گئی اور الحاد و بے دینی کے لئے راستہ بنتا گیا مگر اخلاقی اقدار ' شرافت ' انقلابی فکر ' آفاقی نظریہ ' امن عالم کی ضمانت پر مبنی نظام کی ترویج اور اشاعت کا درد مفقود اور عنقاء ہوتا چلا گیا ۔۔

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دراصل بات یہ ہے کہ دنیا میں اور دنیا کے کسی بھی معاشرے میں بڑے بڑے بحران اس وقت آتے ہیں جب خود علم تاریکیوں میں گھر جاتا ہے ' جب تعلیم بھٹک جاتی ہے ' جب مکتب اپنے مقصود کو گم کر دیتا ہے ' اور جب معلّم اپنا فریضہ اور پارٹ صحیح طور بر ادا نہیں کرتا ' علم اور تعلیم کے بھٹکے ہوئے خورشیدومہ کے پرتو میں نہ سیاست صحتمند رہ سکتی ہے نہ جمہوریت نشوونما پاسکتی ہے نہ اقتصادی عدل قائم ہوسکتا ہے ۔ نہ بارہویں ترمیم کارگر ہوسکتی ہے اور نہ اخلاقی شعور اتنا زور دار ہوتا ہے کہ جرائم کا راستہ روک سکے نہ قومی خودی اس حد تک توانا ہوسکتی ہے کہ بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے کے لئے دفاعی ' سفارتی اور نشری

قوتوں کو صحیح طور سے بروئے عمل لاسکے۔

دور غلامی تو الگ رہا آزادی پانے کے بعد بھی ہم لوگ تعلیم کے بھٹکے ہوئے خورشیدؔسر کے پرتو میں ۴۳ سال سے جادہ پیائی کر رہے ہیں۔ اسی کا نتیجہ وہ بحران ہے جو بالکل ابتداء سے آہستہ آہستہ پرورش پاکر اب پوری طرح جوان ہوگیا ہے جو ایک زہریلے اور خطرناک اژدھے کی طرح پوری ملکی سالمیت کو ہڑپ کر لینا چاہتا ہے۔

اگر ہم نگاہ کو ذرا سا وسیع کرکے پورے عالمی ماحول کو دیکھیں تو اس حقیقت سے انکار کرنا ممکن نہیں کہ علوم و فنون، تنظیمات وادارات، ذرائع و وسائل اور تفریحات و تعیشات کی تیز رفتار افزائش کے باوجود انسان تہذیبی بحران سے دو چار ہے۔ جنگوں، انقلابات، قومی و طبقاتی تعصبات، طرح طرح کے منافرت انگیز متصادم نظریات اور منحوس قسم کے خونخوار جرائم کے ہجوم میں گھرا ہوا بے بس انسان دل و دماغ کا سارا سکون گنوا کر ہمدردی کے ایک مخلصانہ بول کے لئے ترس رہا ہے۔

پس آج ملکی اور قومی لحاظ سے بھی اور عالمی لحاظ سے بھی زندگی کو سنوارنے کے لئے سب سے زیادہ توجہ طلب شعبہ تعلیم کا شعبہ ہے، اس کی درستی پر ہماری اپنی سلامتی کا بھی انحصار ہے اور اسی کو صحیح اصول و مقاصد کے سانچے میں ڈھال کر ہم نئی نسلوں کو اس قابل بناسکتے ہیں کہ فساد بحروبر میں مبتلا دنیا کو امن و انصاف اور سلامتی و تحفظ کا راستہ دکھاسکیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید سائنسی اور فنی تعلیم معلم انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نظام تعلیم کی روشنی میں پڑھی، سیکھی اور پڑھائی جائے۔

جس نبیؐ کے معلمانہ کردار کی اعجاز آفرینی پر تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ گواہ ہے کہ سرزمین حجاز کے صحرائی کلاس روم میں معلّم صدق و صفا سے درس لینے

والی تہذیب نا آشنا قوم دیکھتے ہی دیکھتے اقوام عالم کیلئے نہ صرف راستی ' مساوات ' عدل ' اخوت ' احسان اور امن کی راہنما بن گئی بلکہ اس نے تدبر و تفکر کی کنجیوں سے علوم و فنون کے بند خزانوں کے دروازے ساری نوع انسانی کے لئے کھول دیئے ۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تیار کردہ جماعت نے بین الاقوامی دور تہذیب کا افتتاح کیا اور آج کے فاسد علوم اور بے توازن تحریکوں میں جہاں کہیں کسی قابل قدر جوہر کا کوئی ذرہ چمکتا دکھائی دیتا ہے یہ اسی قوم محمدؐ کے فیضان کی یادگار ہے جو دوسروں کو منزل کا سراغ بتانے کے بعد خود اپنا سراغ گم کر بیٹھی ۔

مجھے کسی بھی طویل بحث یا اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ احساس ندامت دامنگیر ہو جاتا ہے کہ ملت اسلامیہ ہونے کی حیثیت میں ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم ترین معلّم ایمان و عمل اور معلّم انقلاب کی پیروی کا حق ادا نہیں کیا ۔ ہمارا مقام یہ تھا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنی تمام فکری و عملی سرگرمیوں میں سرچشمہ ہدایت تسلیم کرتے ' اپنے کاروان حیات کو ہر پیچ و خم تاریخ سے گذارتے ہوئے حضورؐ ہی کے دامن قیادت سے روشنی حاصل کرتے ـــــــ مگر ہماری افسوسناک حرکت یہ ہے کہ ہم اس ہستی کو جو قائد تہذیب انسانی تھی ایک آراستہ و پیراستہ عجائب خانہ عقیدت میں مسند آراء کرکے اپنے قافلہ ہائے فکر و عمل کو وادی وادی میں گھماتے پھرتے ہیں ۔ موجودہ بحران زدہ تہذیب کے بدراہ اور پراگندہ فکر اکابر کے دروازوں پر ہدایت کی بھیک مانگنے کے لئے مرعوبیت کا کشکول اٹھائے صدا لگاتے ہیں ۔

باقی رہی یہ بات کہ علم کیا ہے ؟ اس کا مقصد اور اس کے حصول کے ذرائع اور خود اسلام کا نظام تعلیم کیا ہے ؟ ان سوالات کو چھیڑتے ہوئے جب ہم مغرب کے نظریہ علم کو دیکھتے ہیں تو پھر ہم غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حاملین قرآن کی حیثیت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس رائج شدہ باطل نظریہ علم

کی وجہ سے تمام علوم بگڑ کر رہ گئے ہیں ۔ ان میں سے تھوڑے بہت سچائی کے اجزاء ہیں وہ غلط افکار و تاثرات کے ساتھ اس بری طرح خلط ملط ہوگئے ہیں کہ ان کے ذریعہ زندگی کو پوری طرح خیروخوبی سے آراستہ کرنا ناممکن ہے اور جو نظام تعلیم محض ان علوم و افکار کو منتقل کرنے کا وسیلہ بن کے رہ گیا ہو وہ ہمیں نہ تو مسلمان کے سے ایمان و کردار سے آراستہ کرسکتا ہے اور نہ انسان کو موجودہ بحرانی دور سے نجات دلاسکتا ہے ۔

اسلام کے سوا تمام نظریہ ہائے تعلیم ' نظریہ ہائے حیات اور نظریہ ہائے نظام حکومت ' آج کی تمام تحریکیں ' آج کے تمام سماجی نظام اور آج کے تمام معاشرے اس طرح کے ریت کے گھروندے ہیں جنہیں بچے ساحل سمندر کی ریت سے بناتے ہیں پھر اپنے حاصل محنت کو توڑتے ہیں اور بار بار اسی کھیل کو دہراتے ہیں ' غضب یہ کہ وہ اس کھیل کھیل میں اپنے اپنے گھروندوں کو صحیح اور بہتر اور دوسروں کے ریت کے قلعوں کو غلط اور گھٹیا قرار دے کر آپس میں لڑتے ہیں ۔

آج کی نشست میں انتہائی دلسوزی کے ساتھ قوم اور اس کے کار فرما حضرات کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ ہمارے سامنے ہمیشہ کی طرح فلاح و سعادت کا اب بھی ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم سچے مسلمانوں کی طرح خلوص کیساتھ اسلام پر علم پیراہوں ' اسلام کے نظام تعلیم کا اجراء کریں ' قوم و عمل کا تضاد ترک کردیں ' نظام تعلیم کو بنیاد ہی سے مکمل اسلامی سانچے میں ڈھال کر اپنی پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی تصور حیات پر استوار کریں ۔ اپنے تعلیمی ' معاشی ' تمدنی ' قانونی اور سیاسی نظام کو قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالیں اور دنیا کے سامنے اس مثالی نظام زندگی اور عدل و انصاف کا عملی نمونہ پیش کریں جس کے لئے پاکستان کا قیام عمل لایا گیا تھا ۔

(ماہنامہ الحق جولائی ۱۹۹۱ء)

تحریک اشاعتِ علم و ذوقِ مطالعہ

بدقسمتی سے یورپ کی طرح ہمارے ہاں بھی قوت و اخلاق ' تخلیق و ایجاد ' ذوقِ مطالعہ ذوقِ علم اور تحصیل علم و دین کا توازن بگڑتا جا رہا ہے - جدید سائنسی اکتشافات اور مغربی افکار کی یلغار کے بعد سے مادی قوت، اور ظاہری علم بڑی سرعت سے ترقی کر رہے ہیں جبکہ دین واخلاق اور علم و مطالعہ میں تنزل و انحطاط واقع ہوتا چلا جا رہا ہے جب عام معاشرتی سطح اور غالب اکثریت پر نظر ڈالی جائے تو بغیر کسی تردد اور شک کے یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ مسلم سوسائٹی میں بھی اب ان دونوں میں کوئی تناسب باقی نہیں رہا اور ایک ایسی نسل پیدا ہوچکی ہے جس کے ترازو کا ایک پلڑا آسمان سے باتیں کرتا ہے اور دوسرا تحت الثریٰ میں ہے جو مادی اعتبار سے عروج و کمال کی جتنی بھی بلندیوں پر فائز ہو مگر اخلاق و اعمال ' فکر و ذہنی ساخت ' حرص و طمع ' سنگ دلی و بے دردی ' جہالت و حماقت اور بے دینی و بے عملی میں اس کی سطح چوپایوں اور درندوں کی سطح سے بلند نہیں اس کی جدید فنی علوم اور صنعتی بلند پروازیوں اور مادی ترقیوں اور اخلاقی پستیوں میں کوئی تناسب نہیں ہے -

آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے کے اپنے ملک پر نظر ڈالیۓ یا معمر بزرگوں سے حالات سنئے تو ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ' علمی و دینی مراکز ' مدارس خانقاہوں کے اثرات ' ذوقِ تلاوت ' ذوق علم و تحقیق ذوقِ مطالعہ اور علماء سے استفادہ کرنے والے اور علم کی روشنی پھیلانے والے چراغوں کی ایک قطار نظر آئے گی -

مگر اسبابِ عیش کی فراوانی اور تہذیبِ مغرب و آزادی از دین کی طغیانی سے رفتہ رفتہ یہ چراغ سحر بجھتے چلے گئے قلوب سے وہ طلب اور شوق ہی نکل گیا جو سمرقند و بخارا سے طالبین کو پیادہ پا دلّی لایا کرتا تھا - اور بدقسمتی سے زندگیوں میں

ذوق علم و مطالعہ اور ذوق خدا طلبی کا کوئی خانہ اور چھوٹے سے چھوٹا گوشہ بھی باقی نہیں رہا تو قلب و روح کی جگہ بھی معدہ اور شکم نے پر کر دی زندگی کی تمام بلند اور لطیف حقیقتیں ' علم کی لذتیں اور مطالعہ کی فرحتیں او جھل ہوگئیں زمانہ کے ذوق اور رحجان کا حقیقی اندازہ روزہ مرہ کی زندگی ' بے تکلف گفتگو مجالس کے موضوع سخن اور لوگوں سے ملنے کے بعد ہوتا ہے بقول اکبر مرحوم ----

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

داعی اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے کیا خوب تجزیہ کیا ہے کہ

" مغربی تہذیب واقتدار کے اس دور میں درحقیقت نہ علم کا حقیقی ذوق ہے نہ دین کا ' نہ کوئی اور ذوق لطیف کام کر رہا ہے ' بالشت بھر پیٹ نے زندگی کی ساری وسعت گھیرلی ہے عالم خیال میں کتابیں تصنیف کرنے والے خوش فکر مصنفین جو چاہیں لکھیں عملی زندگی میں اس وقت صرف ایک قوت محرکہ اور ایک زندہ حقیقت پائی جاتی ہے اور وہ پیٹ ہے یا جیب "

حالانکہ ہمارے اسلاف اور عالم اسلام کے علماء اور دانشوروں نے قدیم دنیا پر علمی سیادت کا سکہ جما دیا تھا جو دنیا کی عقلیت ' طرز فکر ' طرز تحریر ' طریق استنباط واخذ نتائج اور ثقافت (کلچر) کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا صدیوں متمدن دنیا علماء اسلام کی عقل سے سوچتی رہی اور ان کے قلم سے لکھتی رہی اور ان کی زبان میں تالیف و تصنیف کرتی رہی

چنانچہ ایران ' ترکستان ' افغانستان اور ہندوستان کے مصنفین اور اہل علم اگر کوئی کتاب لکھنا چاہتے تھے تو عربی ہی میں لکھتے تھے یہ علمی تحریک جو عہد عباسی کے آغاز میں شروع ہوئی تھی اپنی قوت اور تازگی کی وجہ سے پوری دنیا پر شمسِ نہار کی روشنی کی طرح چھا گئی اور تمام قدیم علمی نظام اس کے سامنے ٹمٹما کر رہ گئے۔

مگر دور جدید کے مسلمانوں نے اپنے علمی و دینی اور روشن ماضی سے رشتہ کاٹ کر مغربی تعلیمی نظام کو اس کی ہزار خامیوں ' واضح کمزوریوں اور نمایاں فرسودگی کے باوجود قبول کر لیا اور وہی نظام آج عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں رائج اور حادی ہے جس کا طریقہ تصنیف اور طرز فکر ہی ناقص اور پراز اغلاط ہے کیونکہ انہوں نے انسانی زندگی کو ایک محدود زاویہ سے دیکھا ہے اور اس غلط اور محدود زاویہ نگاہ سے وہ غلط نتائج کے شکار ہوئے ہیں اور یہ ظاہر ہے جب مقدمات ہی درست نہ ہوں گے تو نتیجہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے اس نظام کا ایک ثمرہ یہ نکلا کہ تعلیم یافتہ اور مہذب طبقہ میں شک اور نفاق بے صبریٔ زندگی سے عشق ' بو الہوسی ' علمی بد ذوقی ' جہالت اور نقد کی ادہار پر ترجیح کی ذہنیت پیدا ہوگئی اور اس طرح کے دوسرے عیوب پیدا ہوگئے جو مروج مغربی نظام اور مغربی تہذیب کا لازمہ ہیں -

اگر اہل اسلام یہ چاہتے ہیں کہ نئے سرے سے وہ اپنی زندگی شروع کریں جو غیروں کے افکار و نظریات ' علمی اور فکری اور سیاسی غلامی سے آزاد ہوں اگر وہ پھر سے عالم گیر علمی اور سیاسی قیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں تعلیمی خود مختاری ' نصابی آزادی ' فکری اور سیاسی آزادی اور تحقیق و تصنیف ہی نہیں علمی لیڈرشپ بھی بہت ضروری ہے - یہ کوئی آسان کام نہیں - یہ مسئلہ بہت گہرے غور و فکر کا محتاج ہے اس کے لیئے ضرورت ہے کہ وسیع پیمانے پر تصنیف و تالیف اور علوم کی تدوین جدید کا کام شروع کیا جائے اس عظیم کام کے سربراہ کار عصری علوم سے بھی اتنی واقفیت اور گہری بصیرت رکھتے ہوں جو تحقیق و تنقید کے درجہ تک پہنچتی ہو اور اس کے ساتھ اسلام کے اصلی سرچشموں سے پورے طور پر سیراب اور اسلامی روح سے ان کے قلب و نظر معمور ہوں

اس اہم اور عظیم مشن کی تکمیل کسی جماعت یا انجمن کے بس کا کام نہیں یہ اسلامی حکومتوں کا کام ہے اس مقصد کے لیئے اس کو منظم جماعتیں اور مکمل

ادارے قائم کرنے ہوں گے اور ایک ایسا نصاب تعلیم تیار کرنا ہوگا جو ایک طرف کتاب وسنت کے محکمات اور دین کے ناقابل تبدیل حقائق پر مشتمل ہو اور دوسری طرف مفید عصری علوم اور تجزیہ و تحلیل پر حاوی ہو وہ مسلمان نوجوانوں کے لیے علوم عصریہ کی ازسر نوتدوین کریں جو اسلام کے اصولوں اور اسلام کی روح کی بنیاد پر ہو اس میں ایسی چیز ہو جو نوخیز طبقہ کے لیئے ضروری ہو جس سے وہ اپنی زندگی کی تنظیم اور اپنی سالمیت کا تحفظ کر سکے وہ مغرب سے مستغنی ہو اور مادی و دماغی جنگ میں اس کے مقابلہ میں آسکے۔

اس علمی و دینی ' اخلاقی و روحانی ' تہذیبی و صنعتی 'سیاسی اور فوجی اور تعلیمی آزادی کے ساتھ عالم اسلامی عروج حاصل کرسکتا ہے پوری دنیا کی علمی اور سیاسی قیادت کرکے دنیا کو اس تباہی اور ہلاکت سے نجات دلاسکتا ہے جو اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔

یہ معاملہ اور اتنا عظیم مشن اور پوری دنیا کی علمی فکری اور سیاسی قیادت ہنسی کھیل نہیں نہایت سنجیدہ معاملہ ہے جو منظم جدوجہد ' زبردست فکری تبدیلی ' مکمل ذہنی تربیت ' عظیم الشان قربانی اور سخت جانفشانی کی محتاج ہے

اس عظیم سعادت اور کامرانی کی منزل تک پہنچنے کے لیئے پہلے زینہ کے طور پر یہ ضروری ہے کہ مسلمان نوجوان ' علماء سیاسی ' زعماء ' جدید تعلیم یافتہ سکالر دانشور ' کالجز اور دینی مدارس کے طلبہ کو ' اکابر علماء 'محدثین ' علمی و دینی زعماء ' تجربہ کار عمر رسیدہ مدرسین اور اساتذہ علم سے بھرپور استفادہ کے مواقع فراہم کر دیئے جائیں وہ ان کے عمر بھر کے تجربات ' ان کی علمی و مطالعاتی زندگی کا نچوڑ ' بدلتے ہوئے حالات میں ان کے مشاہدات۔

مختلف موضوعات پر مفید کتابوں کی نشاندہی ' استفادہ اور ذوق مطالعہ کی ترغیب اور عمل کی زندگی میں بہتر سے بہتر اور مفید کتابوں کے انتخاب نصاب تعلیم ' طریق تدریس ' جدید وقدیم علوم کے باہمی امتزاج اور اس نوع کے ہمہ پہلوؤں

سے اپنی اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق مفید ہوں
چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر آج سے کوئی سال قبل ماہنامہ الحق کے مدیر شہیر دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے " میری علمی اور مطالعاتی زندگی " کے عنوان سے ایک سوالنامہ مرتب کیا جس میں
ملک و بیرون ملک کے اکابر علماء مشائخ قومی و ملی علماء دانشوروں اور اکابر اساتذہ علم کی خدمت میں بھیجا گیا جنہوں نے اپنی بھرپور علمی اور مطالعاتی زندگی کے تجربات مشاہدات اور اس سلسلہ کی مفید آراء پر مشتمل مختصر اور مفصل جوابات کی صورت میں وقیع مضامین تحریر فرمائے جو ماہنامہ الحق میں شائع ہوتے رہے جسے علمی و دینی اور مطالعاتی حلقوں میں بے حد پسند کیا گیا دو سال قبل وہی سوالنامہ احقر نے بعض دیگر حضرات کی خدمت میں بھیجا تو اس سلسلہ زرین کے کچھ مزید مضامین بھی موصول ہوگئے ۔

علم و مطالعہ بحث و تحقیق ، تصنیف و تالیف اور عملی زندگی میں علمی و دینی انقلاب کی انگیخت اور موجودہ حالات میں اس کی شدید ضرورت کے پیش نظر ان تمام مضامین کو " میری علمی اور مطالعاتی زندگی " کے عنوان سے مستقل کتابی صورت میں ترتیب دیکر اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے جو اپنے زمانے کے اہم علمی اور دینی شخصیتوں کی عظیم کاوشوں کا ایک جامع مرقع ہے جو ایک ذمہ دار مسلمان کی علمی اور مطالعاتی زندگی کے صحیح خدوخال نمایاں کرتا ہے اور انسان کو پھر اسی سرچشمہ ہدایت پر لا کھڑا کرتا ہے جس ہدایت کا مدعا ہی یہ تھا کہ انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف اور جاہلیت سے نجات دلاکر علم و معرفت کی طرف لایا جائے ۔ کتاب کے تمام مضامین میں ایسے تمام محرکات اور مختلف قدروں کا لحاظ رکھا گیا ہے جس سے علم و مطالعہ کے صحیح ماخذ اور ذوق علم کی انگیخت ہوتی ہے ۔

اور یہی عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے ان میں ماضی پر اعتماد سلف صالحین سے ارتباط کتاب و سنت سے تعلق خاطر اساتذہ علم سے اخذ و استفادہ صحیح اور مفید کتابوں کا مطالعہ و انتخاب اور مستقبل کے بارہ میں امید اور حوصلہ پیدا ہو ۔ اس دین پر اور دین کے پیغام و تعلیمات پر ان کا ایمان و یقین تازہ اور زندہ ہو جائے جس کا نام تو وہ لیتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں ۔

یہ ایک حقیر سی کوشش ہے جو خالص فیاض ازل ہی کی توفیق ارزانی سے منصۂ شہود پر آرہی ہے تاہم یقین ہے کہ کتاب و سنت ، علم و مطالعہ ، دین اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اکابر علماء امت سے نسبت کے پیش نظر قارئین اس کے مطالعہ سے اپنے ضمیر میں نئے شعور اور دلوں میں ذوق علم کی خلش محسوس کریں گے جبکہ آنے والے کسی بھی صالح انقلاب ، منظم علمی تحریک عظیم تعلیمی انقلاب اور نئی علمی تعمیر کیلئے ضمیر کی بیداری شعور کی پختگی ذہنی ساخت کی تشکیل اور فکری تیاری کی ضرورت ہے ۔

اس کیلئے مطالعہ و استفادہ کتب کی با مقصد ترتیب اور ایسی کتابوں کے انتخاب اور مباحث کی ضرورت ہے جو ایک طرف علمی اطمینان اور قلبی انشراح پیدا کریں دوسری طرف پڑھنے والوں میں وحی اور منصب نبوت پر اعتماد قرآن و سنت سے مضبوط اور مستحکم رشتہ ارتباط حوصلہ و یقین اور خود اعتمادی کے ساتھ جوش عمل پیدا کردیں ۔

میری علمی اور مطالعاتی زندگی[1] " اس سلسلہ میں اولین زینہ اور بنیادی مہمیز کا کام دے گی انشاء اللہ

(۲ ,نومبر ۱۹۹۰ء الحق)

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله وصحبه اجمعین

---

[1] یہ کتاب ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد سے براہ راست بھی طلب کر سکتے ہیں۔

نئی تعلیمی پالیسی ،ملکی سالمیت کے خلاف سازش

نظام تعلیم کی زبوں حالی

دور حاضر میں ہمارا نظام تعلیم جس ابتری اور زبوں حالی کا شکار ہے وہ اظہر من الشمس ہے ۔ کسی بھی نظام تعلیم میں ابتدائی تعلیم کو خشتِ اول کی حیثیت حاصل ہوتی ہے ۔ مگر بدقسمتی سے پاکستان ہی ایسا بدنصیب ملک ہے جس کو یوم اول سے تاہنوز مستحکم اور کامیاب نہ سہی اپنے اساسی نظریات سے ہم آہنگ نظام تعلیم کی صحیح بنیاد بھی فراہم نہ کی جا سکی ---

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام درہم برہم ہوچکا ہے ۔ ملت اسلامیہ پر طاری عمومی زوال اور تہذیبی ابتلاء نے ہماری تعلیمی زندگی کو مفلوج کرکے رکھ دیا ہے اور جب گردو پیش کے موجودہ سرکاری تعلیمی اداروں کا جائزہ لیا جائے تو بدیہی طور پر یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں تدریسی عمل محض ایک رسمی سی کاروائی بن کر رہ گیا ہے اور اس سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے تاوقتیکہ بچوں کے والدین خود اپنا قیمتی وقت اور ہزاروں روپے ٹیوشنز پر صرف نہ کریں ۔

نئی تعلیمی پالیسی اور وزارت تعلیم کی تازہ ہدایات

تعلیمی زندگی کے ارباب بست و کشاد اپنی غفلت و سہل انگیزی اور فکری مرعوبیت کا شکار ہو کر اغیار کی بے جا تقلید میں محو ہیں جس کی تازہ ترین مثال وفاقی وزارت تعلیم کی جانب سے تازہ ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی کی تشکیل ہے اور وہ یہ ہے کہ :-

(۱) ابتدائی تعلیم میں ذریعہ تعلیم ماری زبان قرار دی جائے ' سندھ میں سندھی اور اردو ' بلوچستان میں علاقائی مناسبت سے تین زبانوں بلوچی ' پشتو ' بروہی ' سرحد میں پشتو اور پنجاب میں پنجابی اور سرائیکی ذریعہ تعلیم ہوگی ۔

(۲) انگریزی کو پہلی جماعت سے لازمی کر دیا گیا ہے تاکہ یہ مشترکہ ذریعہ تعلیم بنے اور سرکاری دفاتر میں اس کی موجودہ حاکیت اور تسلط کو برقرار رکھا جاسکے ۔

نصاب تعلیم کا ایک جائزہ

یہاں تو پہلے سے حالت یہ ہے کہ ارباب حکومت اور ذمہ داران تعلیم نے نصاب تعلیم کی تشکیل اور مضامین کے انتخاب جیسے اہم امور پر کبھی بھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا ۔ بچوں کی فکری نشوونما ابتدائی سطح ہی سے نصاب کی بھرمار اور لاتعداد کتب کے ناروابوجھ تلے دب کر رہ جاتی ہے جس کے نتیجے میں بچے نہ صرف پریشان رہتے ہیں بلکہ تعلیمی سرگرمیوں سے اکتاہٹ کا بھی شکار ہو جاتے ہیں ۔

نصاب تعلیم کا جائزہ لیں تو تعلیمی زندگی سے دین فہمی کی روح کو نکال دیا گیا ہے اور موجودہ نظام میں سیرت و کردار کی تشکیل کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے

روش روش پہ چمن کی کچھ ایسا عالم ہے
کہ امتیاز بہار و خزاں نہیں ہوتا

ملک کی نظریاتی اساس اور ایک مسلمان قوم ہونے کے پیشِ نظر ذمہ داران

قوم کا یہ فرض تھا کہ وہ نظام تعلیم کی ترویج و استحکام اور اس کے مؤثر اور انقلابی بنانے کے لئے ایسے قواعد متعین کر دیتے جس سے بچوں کی روحانی ' عقلی اور جسمانی تربیت کی جاسکتی اور ان کی شخصیتوں کو اخلاقی ' نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے اسلامی تعلیمات اور انسانی اقدار کے سانچوں میں ڈھالا جاسکتا جو سلف صالحین کے طریقہ کے موافق اور شریعت اسلامیہ کے منہاجِ ہدایت کے مطابق ہوتا۔

تیری ہی زلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم

مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ بچے اپنے گھر اور مسجد کے ماحول میں جو کچھ دینی فکر و شعور حاصل کر لیتے ہیں سکول اور کالج کے ماحول میں اسے گنوا بیٹھتے ہیں ۔ تازہ ترین تعلیمی سکیم سے رہی سہی کسر بھی پوری کردی گئی ہے ----

لے گئی وہ بھی اڑا کر باد صرصر دیکھئے !
زندگی کی کچھ رمق باقی جو انسانوں میں تھی

اور وجہ ظاہر ہے کہ ملکی یکجہتی و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی دیرینہ خواہش رکھنے والے گروہ اندر ہی اندر بڑی خاموشی (اور خوبصورتی) سے اپنی خطرناک سازشوں کا جال پھیلا رہے ہیں ۔ اسلامی اقدار ' شرافت و حیا ' قومی و ملی شعور اور نظام تعلیم میں برائے نام اسلام کے تذکرے کو بھی بلکہ قومی نظریۂ وحدت کی بنیادوں کو بارودی سرنگیں لگا کر اڑا دینے اور اس کی جگہ ایسا نظامِ تعلیم مسلّط کر دینے کی راہ پر گامزن ہیں جو پوری قوم کے ٹکڑے کر دے اور وہ منزل سر کرلی جائے جو علیحدگی پسند سیاسی تنظیمیں اپنی برسوں کی جدوجہد سے بھی حاصل نہ کرسکیں ۔ یہ قوم کے اتحاد و یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والا روس کا آزمودہ نسخہ ہے جسے اب اس کی معنوی ذریت پاکستان میں آزمانا چاہتی ہے ۔

اب کی تازہ تعلیمی پالیسی اس بات کا واضح اور قطعی ثبوت ہے کہ پورے

ملک میں قومی زبان اور قومی انداز فکر کے خلاف خفیہ اور شرانگیز تخریبی ریشہ دوانیاں منظم طریقے پر بالائے بام آگئی ہیں ۔۔۔

الجھ کے پیچ و خم روزگار میں . دیکھا
تیری ہی زلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم
ہے اور کون جو پھولوں کو روندتا گزرے
مجھے تو ہوتا ہے ان کا ہی نقش پا معلوم

ملکی سالمیت کو تاراج کرنے کیلئے روسی نسخہ کا استعمال

قوموں کی ترقی اور تنزلی میں زبان کو بہت بڑا دخل ہے ۔ روسی ترکستان کی ریاست کرغیز **تاجکستان** ' ازبکستان ' قازقستان ' ترکمانستان کا تمام علاقہ مسلمانوں سے آباد تھا ' وہ ترکی زبان بولتے تھے اور عربی رسم الخط میں لکھتے تھے ۔ اس لسانی رشتہ نے ان ریاستوں کو ایک دوسرے سے منسلک اور متحد کر رکھا تھا ۔ خدا دشمن لینن کے زمانہ میں ماسکو کے زیر کنٹرول ان اسلامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن قائم کی گئی مگر داخلی طور پر یہ ریاستیں اپنی زبان ' اپنی ثقافت ' ادب اور رسم الخط میں ہر طرح آزاد اور باہم مربوط تھیں ۔ اس متحدہ وحدت کو اسلام دشمن سٹالن نے توڑ کر علیحدہ علیحدہ قومیں بنادیں اور وہاں کے مسلمانوں کی لسانی وحدت کو ختم کرنے اور ان کو اپنے آبائی ' ملی ' علمی اور مذہبی ورثہ سے محروم کرنے کے لئے وہاں کی ہرری پبلک میں ان کی مقامی اور علاقائی زبان رائج کرکے عالم اسلام سے ان کا رشتہ کاٹ کر لادینیت کا شکار بنالیا اور اسلامی وحدت کا شیرازہ منتشر کر دیا ۔

یہی نسخہ اتاترک نے ترکی میں ' نہرو نے آزادی کے فوراً بعد ہندوستان میں استعمال کیا ۔ ترکی میں لاطینی رسم الخط اور ہندوستان میں سنسکرتی ہندی رائج کرکے مسلمانوں کو لادین بنانے کی مہم نہایت کامیابی سے چلائی گئی ۔

آزاد پاکستان کی سالمیت کو تاراج کرنے کے لیے روسی منصوبے کے تحت مسلمانوں کو قومی سرمایہ سے محروم کرنے کے لئے علاقائی زبانوں کی ترویج و ترقی اور اردو کشی کی مہم چلائی گئی ۔ اسی مقصد اور مہم کی تکمیل کے پیش نظر روسی اور بھارتی ایجنٹوں نے سندھی ' بلوچی ' پشتو ' بروہی ' پنجابی اور سرائیکی وغیرہ کے علم بلند کر رکھے ہیں ۔ گذشتہ ادوار میں سرکاری سطح پر ان کی بھرپور پشت پناہی کی جاتی رہی ۔ اردو کے خلاف صدر ایوب خان کے دور میں اس مہم کا آغاز ہوا ' بھٹو کے دور میں یہ اردو کش منصوبہ پروان چڑھا اور اب کے ارباب حکومت نے اسے باقاعدہ طور پر تعلیمی پالیسی میں اپنا خطرناک روسی منصوبہ کی ترقی و ترویج کی خشت اول رکھ دی مگر رد عمل کے طور پر قوم ٹس سے مس تک نہ ہوئی ۔۔۔۔

ہنس کے بولے اب تجھے زنجیر کی حاجت نہیں
ان کو میری بے بسی کا اعتبار آہی گیا

نسل نو کے مستقبل کا تحفظ اور والدین کی ذمہ داریاں

ایسے حالات میں والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سکولوں میں جانے والے بچوں کو اول روز سے یہ ذہن نشین کرادیں کہ معاشرتی فساد ' اخلاقی آزادی و کمزوری اور بے حیائی و اباحیت جو اسلامی ماحول میں پھیلتی جارہی ہے یہ یہودی ' صیہونی ' شیوعی ، صلیبی اور استعماری سازشوں کا نتیجہ ہے ۔ تو اس سے عقل و شعور کی پختگی کے زمانے میں نسل نو کے ایک بڑے حصہ کو فتنہ و فساد ' جنسی آوارگی ' بے راہروی اور شہوات و لذات کی رو میں بہنے سے بچایا جاسکتا ہے ۔ مکمل نظام تعلیم کی تبدیلی ' اسلامی انقلاب اور دینی قیادت کے ہاتھ میں زمام کار تھما دینے کے بغیر ناممکن ہے ۔ تاہم نسل نو کے مستقبل کے تحفظ کے سلسلہ میں قومی اور سیاسی راہنماؤں کی طرح والدین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں ۔

بچوں کو ایمان اور عقیدہ صحیحہ کی تعلیم ' اعلی اخلاق اور بہترین ادب کی تربیت ' عقل سلیم ' تندرست جسم ' طاقت اور صحت کی درستگی کی ذمہ داری و اہتمام ' نفسیاتی سوجھ بوجھ کے بنیادی قواعد اور اصول و ضوابط کا لحاظ ' دوسروں کے حقوق ' معاشرے کے آداب اور بچوں میں فضائل و مناقب پیدا کرنے کا کردار آخر والدین سے بڑھ کر کون ادا کرسکتا ہے ایسے والدین کس قدر ظلم کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق کو برباد کرتے ہیں ' انسانیت کے قاتل بنتے ہیں جو اپنے فارغ اوقات کو اپنے دوستوں کے ساتھ لایعنی باتوں یا ہوٹلوں اور کلبوں میں اپنے پڑوسیوں یا دوستوں کے ساتھ بیٹھنے یا بے ہودہ قسم کے ڈراموں کے دیکھنے یا اپنے آزاد و بے راہ رو اور بداخلاق دوستوں کے ہمراہ عیاشی میں برباد کرتے ہیں مگر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقت نکالنے کا اہتمام نہیں کرپاتے ۔ شوقی مرحوم نے ایسے بچوں کے لیے کہا تھا ۔۔۔۔۔

لیس الیتیم من انتھی ابواہ
من الحیاۃ و خلفاہ ذلیلا
ان الیتیم ھو الذی تلقی لہ
اُمّاً تخلفت اواباً مشغولا

(ترجمہ) " وہ بچہ درحقیقت یتیم نہیں ہے جس کے والدین دنیا کے غم سے آزاد ہو کر اسے بے یارو مددگار چھوڑ گئے ہوں ۔ یتیم درحقیقت وہ بچہ ہے جس کو ایسی ماں ملے جو اس سے بے توجہ ہو اور اس کا باپ مشغول ہو (اس کی طرف توجہ نہ کرسکے)۔"

مستقبل کا گریجویٹ قومی وحدت اور تعمیر یا انتشار و تخریب کا علمبردار ؟

اگر تازہ ترین تعلیمی پالیسی کے خلاف مؤثر آواز نہ اٹھائی گئی تو سکول اور کالج کی تعلیم کو موجودہ برائے نام دینی علوم سے بھی الگ تھلگ کر دیا جائے گا ۔ موجودہ نظام تعلیم بھی اتنا کمزور ہے کہ جس کے سبب طلباء تعلیم کی اعلیٰ سطح تک پہنچنے کے باوجود دین سے نا آشنا اور بے بہرہ رہتے ہیں ' ان کے فکر و عمل میں مادیت غالب رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک ڈاکٹر یا انجنیئر اور گریجویٹ ہونے کے ساتھ قومی وحدت اور اتحاد امت سے باغی ' قومی اور لسانی تعصبات اور مزید تخریب و انتشار کا علمبردار ہونے کا کردار بھی ادا کرے گا ۔ موجودہ حکومت کے دیگر کار ہائے نمایاں کی طرح اس کا سہرا اور کریڈٹ بھی اسی کے سر ہوگا ----

لالہ و گل پر جو گذری ہے گذرنے دیجئے
آپ کو تو مہرباں لطف بہار آہی گیا

عالمی سطح پر پسماندگی کی وجہ نظام تعلیم کی کمزوری ہے

اس روحانی اور فکری محرومی سے قطع نظر خالص علمی اور تکنیکی اعتبار سے بھی ہماری تعلیمی حالت دگرگوں کر دی گئی ہے ۔ تعلیمی لحاظ سے ہم دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں ' کیونکہ موجودہ دور میں بھی ہمارے ملک میں وہ سائنسی نصاب رائج کر دیا گیا ہے جس میں کئی نظریات یورپ اور امریکہ کی جدید سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر مسترد ہوچکے ہوئے ہیں ' یہی سبب ہے کہ ہماری بعض ڈگریوں کو دوسرے ممالک میں تسلیم نہیں کیا جاتا ' گویا ہماری تعلیمی رفتار ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں بہت کم اور بعض شعبوں میں تو بالکل کالعدم ہے جبکہ ہماری پسماندگی کی بڑی وجہ بھی یہی ہے ۔

علاوہ ازیں بدقسمتی سے ہمارے ملک میں روز اول سے اعلیٰ سطح تک صرف نظری تعلیم (Theoretical Education) کا تصور ہی غالب ہے اور عملی

تعلیم (Practical Education) پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے ۔ اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں زیادہ تر توجہ عملی تعلیم پر دی جاتی ہے ۔

اس کے علاوہ ہمارے نظام تعلیم کی بنیادی کمزوری یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ طلباء میں حقیقی اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے جذبے کو فروغ نہیں دیا جاتا ' طلباء کے اندر ایسا محرک پیدا نہیں ہوتا جو اعلیٰ منازل کے حصول میں انہیں بھرپور جدوجہد پر آمادہ کرے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تمنا کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کی پیروی کا آرزو مند رہے ۔

متحدہ قومیت کا تصور اور اردو زبان کی اہمیت

نظام تعلیم کی زبوں حالی کی پہلے حالت ابتری کی ہے اور اس وقت جبکہ پورا ملک علاقائی تعصب اور لسانی تنظیموں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں ہے قوم کی تقسیم بذریعہ تعلیم جلتی پر تیل کا کام کر جائے گی اور اس حقیقت سے بھی انکار ناممکن ہے کہ پاکستان میں ایک متحدہ قوم کا تصور سردست ایک مشترکہ زبان اردو کے بغیر محال ہے اور عملاً بھی اردو کو پورے ملک میں اتحاد کے ایک مضبوط ذریعہ سے مروجہ برتری حاصل ہے ۔ اردو انگریزی اور چینی کے بعد دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اور جو پانچوں براعظموں میں رابطہ کی زبان بن چکی ہے جسے پورے ملک میں قومی وحدت کا شعار مل چکا ہے ' جو پاکستانی ثقافت کی ایک علامت ہے ' ہر علاقہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ۔ اہل پاکستان کے اتحاد و اتفاق کی مظہر ہے ' یہ کسی خاص نسل یا گروہ کی زبان نہیں ہے بلکہ پوری پاکستانی قوم کی مشترکہ میراث ہے ' عالمی سطح پر بہت بڑا مقام حاصل کرچکی ہے ' ہمارے دینی سرمایہ کی محافظ ہے ----- اس کی جگہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت سات سمندر پار کی انگریزی زبان لانا او. درجہ اول سے اسے لازمی قرار دینا ملی وحدت اور قومی اقدار کے

ساتھ استہزاء ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وزارت تعلیم کی تازہ ترین ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی سوچی سمجھی سکیم اور ایک گہری اور خطرناک سازش کا نتیجہ جس کا مقصد دولتمندوں اور سرمایہ داروں کے ایک محدود طبقہ کی موجودہ بالادستی کو استحکام دینا ہے۔ پاکستان کی ۴۲ سالہ تاریخ گواہ ہے اور ہم بدیہی دلائل کی روشنی میں علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ انگریزی زبان کے مفادات ایک محدود مراعات یافتہ طبقہ کے دائرے سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔

اردو ذریعہ تعلیم صوبائی عصبیت کے خاتمہ کی ضمانت ہے

قومی وحدت اور ترقی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کہ قومی زبان کو فروغ اور استحکام حاصل ہو۔ روس کے علاقہ میں سینکڑوں علاقائی زبانیں موجود ہیں مگر انہوں نے ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان روسی زبان کو قرار دیا اور اسی راستے سے وہ ایک سپرپاور کے مقام کو پہنچا۔

بھارت میں بھی عملاً ایک زبان کی حکمرانی ہے۔ امریکہ میں فرانسیسی' جرمنی' ہسپانوی اور اطالوی زبانیں موجود ہیں لیکن انگریزی کو سرکاری اور پوری قوم کی مشترکہ زبان بنایا گیا۔

اور یہ تاثر بھی بے بنیاد' من گھڑت اور سراسر غلط ہے کہ انگریزی سیکھے بغیر قومی ترقی کا حصول ممکن نہیں۔ جاپان' جرمنی' ہالینڈ' فرانس' روس' چین کے ممالک میں پوری کی پوری قومیں انگریزی سیکھے اور پڑھائے بغیر ترقی کی اعلیٰ سطحوں کو چھوسکتی ہیں تو پاکستان میں اس شرط کے لگانے کی کون سی ضرورت آپڑی ہے کہ یہاں ایک ایک بچے کو ابتدائی روز سے انگریزی پڑھانا قومی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔

ہمارے نزدیک پاکستان میں طبقاتی نظام تعلیم ، لسانی عصبیتیں ، علیحدگی پسند تنظیمیں اور طبقاتی مفادات کا جال توڑنے کے لئے اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے بغیر چارہ نہیں ۔

ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اسلامی نظام تعلیم ناگزیر ہے

ایسے حالات میں وہ لوگ جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملت اسلامیہ کی حیات نو کا عزم کیے ہوئے ہیں ' ان کے قومی پروگراموں اور عملی ترجیحات میں ملت اسلامیہ کے اس حقیقی نظام تعلیم و تربیت کی بحالی بھی سر فہرست شامل ہونی چاہئے جس کی بنیاد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی اور بعد میں اسے خلفاء راشدین اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے پوری آب و تاب کے ساتھ قائم رکھا ۔ ایسا نظام تعلیم و تربیت بیک وقت بصیرت و کردار کی تشکیل کا ایک موثر ذریعہ بھی تھا اور علوم و فنون میں کمال مہارت کی بنیاد بھی ' ایسا نظام تعلیم جس نے غزالی ' رازی ابن خلدون ' ابن رشد ' ابن الہیثم اور فارابی جیسی نابغہ روزگار ہستیاں پیدا کیں ۔

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ سمیت ملک بھر کے دینی مدارس کا قیام دراصل اسی نظام تعلیم کی بحالی اور اس کے احیاء کے سلسلہ میں مساعی کا تسلسل اور خشت اول ہے ۔ تاہم ملک بھر کی دینی و سیاسی قیادت کو اب بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی ۔ جوسکول اور کالجز کے نظام تعلیم کو یکجا کردے ' جو طلباء کو حقیقی معنوں میں مقصد حیات کا شعور عطا کرے ' جو طلباء کے دلوں میں اعلیٰ مقاصد کے حصول اور ارفع منازل کے طے کرنے کا عزم پیدا کرے اور جو جدید سائنسی اور تکنیکی علوم میں بھی ملت اسلامیہ کو دیگر اقوام کی قیادت وسیادت کا اہل بنا دے ۔

اس انقلاب آفرین تصور تعلیم کے ثمرات سے نونہالان امت کو کماحقہ بہرہ ور کرنے کے لئے جادہ پیمائی کا آغاز اوائل عمر سے کیا جانا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ عمر ہے جب دل و دماغ آئینے کی مانند شفاف ہوتے ہیں اور جذب و قبول کی استعداد پورے عروج پر ہوتی ہے ۔ یہی وہ مناسب دور ہے جب تہذیب و تربیت ' عمدہ خصائل ' پاکیزہ معمولات ' احساس طہارت ' شوق مطالعہ ' ذوق تجسس اور رغبت عبادت جیسے اوصاف کو بچے کے قلب و ذہن اور عمل و کردار میں پورے طور پر سمویا جاسکتا ہے ۔۔۔ ع

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

عمر کے اس حصے میں بچے کی تعلیم و تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ ماحول ہے وہ اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتا ہے اپنے کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ لہذا ذمہ داران تعلیم اور حکومت پاکستان سے ہماری یہی گذارش ہے کہ وہ ابتدائی درجات کے طلبہ کے لئے تعلیمی پالیسی میں انتشار و تفریق ' لسانی تعصّبات اور سات سمندر پار کی زبان و تہذیب کو فروغ دینے کے بجائے طلباء کی جسمانی اور روحانی پرورش ' اخلاقی تربیت اور تعلیمی صلاحیت و استعداد کو اجاگر کرنے کے لئے ایک خاص پاکیزہ ماحول اور صحتمند فضا مہیا کرنے کی پالیسی بنائے تاکہ حددرجہ اثر پذیری کی اس عمر میں بچوں کا قیمتی وقت بے مقصدی میں ضائع ہونے کے بجائے عمدہ خصائل ' اعلی مقاصد اور پاکیزہ معمولات کو راسخ کرنے میں صرف ہو جس سے تعمیر شخصیت اور مستقبل کی مؤثر قومی قیادت کے لے ایک ٹھوس بنیاد فراہم ہوسکے ۔

(ماہنامہ الحق نمبر ۱۹۸۹ء)

شریعت بل!

استردادی نہیں ' اصلاحی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے!

شریعت بل کے قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد سینٹ میں پھر سے زیر بحث آنے سے وہ پورے ملک میں بحث و فکر کا موضوع بن گیا ہے۔ کچھ عناصر تو صرف مخالفت برائے مخالفت کا شوق پورا کر رہے ہیں اور واہی تباہی بک رہے ہیں ' کچھ عناصر سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے کر مفید اور متفقہ نکات کی حمایت و تحسین کرکے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کررہے ہیں۔ اقتدار پرست طبقہ (جن میں سے اکثریت کو فی الحقیقت نفاذ شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں) محض وزیراعظم کی "گڈبک" میں اپنا نام درج کرانے کے لیے اس کی تعریف میں بے سروپا قلابے ملا رہا ہے۔

مجموعی طور پر شریعت بل کی منظوری کی ویسی پذیرائی نہیں ہوئی ' جیسا کہ واقعیّت اس کی متقاضی تھی یا خود وزیراعظم اس کی توقع کرتے ہوں گے ------گرمجوشی کے بجائے سردمہری نمایاں ہونے کے متعدد اسباب ہیں۔

اول تو یہ کہ خود حکومت نے سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل کا حلیہ بگاڑ کر ابتداء میں جو " شریعت بل " پیش کیا تھا اس سے تمام امیدوں اورتوقعات پر پانی پھرگیا۔

دوم یہ کہ شریعت بل ' شریعت آرڈیننس ' نواں ترمیمی بل اورسینٹ کے منظور کردہ متفقہ شریعت بل کے ساتھ ماضی میں حکمرانوں کا جو رویہ رہا وہ قطعاً مخالفانہ اور بعض حالات میں معاندانہ تھا۔

سوم یہ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوم ورک اور معاشرتی سطح پر اہم انقلابی اقدامات کے بغیر نفاذ اسلام کے جو تجربات ہوتے رہے ان کے ثمرات

سماجی سطح پر حاصل نہیں ہوئے بلکہ بعض صورتوں میں ان تجربات کے نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ صورت میں سامنے آئے جس سے عمومی مایوسی پھیلی۔

اس عمومی مایوسی اور پھر اوائل میں حکومت کے متفقہ شریعت بل سے انحراف اور دینی قوتوں کی بے اعتمادی و اختلاف کے پس منظر میں موجودہ شریعت بل کے ضمن میں گرمجوشی کا فقدان بالکل فطری بات ہے۔

وزیراعظم سمیت ارباب حکومت اور اہل سیاست کا امتحان قانون سازی کا نہیں قانون کے مؤثر نفاذ کا ہے۔ قانون انسدادی اور امتناعی ہو یا حقوق کے تحفظ و تعین سے متعلق 'نظام شریعت کے تمامتر اصول و فروع کی آئینی منظوری کیوں نہ ہو' جب تک اس کے محسوس نتائج معاشرے میں نگاہوں کے سامنے نہ آئیں تو قانون کی حیثیت ردی کے پرزے سے زیادہ نہیں رہتی۔

پھر منافقانہ تضادات ' دینی قوتوں کے زبردست دباؤ سے قبل متفقہ شریعت بل میں فحش تحریفات اور عملی اقدامات کے بارے میں شک و شبہ کی فضا میں نفاذ اسلام کے دعووں سے مایوسی کے سوا کسی دوسری کیفیت کا اظہار ممکن بھی نہیں ------ مثلاً شریعت بل کی منظوری اور قال اللہ و قال الرسول کے ساتھ ساتھ پی ٹی وی اور ریڈیو پر فواحش و منکرات کا کھلا ابلاغ ' وہ تضادات ہیں جس سے بننے والی فضا میں نفاذ اسلام کا دعویٰ منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگ یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے باوصف وزیراعظم ٹی وی کی مختصر سی سکرین پر اسلام نافذ نہیں کرسکتے تو پورے ملک میں کیسے نافذ کریں گے ؟

دوسری طرف لادین سیاستدان اور الحادزدہ قوتیں وزیراعظم صاحب کے سیاسی عزائم پر تنقید کی آڑ میں بڑی پرکاری سے اسلامی نظام کے نفاذ کے داعیے ' خواہش اور تمنا کو لوگوں کے دلوں سے کھرچ رہے ہیں جبکہ فکر مند عناصر بھی اپنی جماعتی اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر کچھ کرنے اور کہنے سے قاصر ہیں ' جب تک ان

کے سیاسی عزائم پورے نہیں ہوں گے یہ صورت حال جاری رہے گی اور اس سے اسلامی نظام کے کاز کو نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

اگر شریعت بل کے اجراء کے ساتھ نفاذ شریعت کے لئے ہوم ورک بالخصوص ذرائع ابلاغ میں نمایاں تبدیلی نہ کی گئی تو نظام شریعت کے نفاذ اور شریعت بل کی قبولیت کے لئے عمومی فضا مزید بگاڑ دی جائے گی۔

بدقسمتی سے فی الوقت تو بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنا مطمح نظر اول و آخر اسلامی نظام کا نفاذ بتاتے ہیں مگر اپنی سیاسی ساکھ بنانے کے لئے وزیراعظم کے سیاسی عزائم پر تنقید کے عنوان سے شریعت بل کو بھی بالکل اسی طرح استعمال کر رہے ہیں جس طرح اسلام کی حریف قوتیں کر رہی ہیں۔

شریعت بل کی منظوری سے پیدا شدہ صورت حال کے پیش نظر فی الوقت ملک میں سیاسی قوتوں کے تین ایسے متوازی فریق واضح ہیں کہ جن میں :۔

(۱) ایک کو تو شریعت دل و جان سے عزیز ہے مگر اپنے سیاسی مزاج کے پیش نظر حکومت کے کسی اچھے اقدام کی حمایت یا خود وزیراعظم کی ذات انہیں قابل برداشت نہیں۔

(۲) دوسرا فریق وہ ہے جو وزیراعظم اور مسلم لیگ کو تو برداشت کرسکتا ہے مگر شریعت بہر صورت ناقابل برداشت ہے۔

(۳) تیسرا فریق وہ ہے جو ملک میں دل و جان سے نفاذ شریعت کا خواہاں ہے خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو۔ چنانچہ حکومت کے ہر مثبت اقدام اور نفاذ شریعت کی پیش رفت میں وہ ہر قسم کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہوکر حمایت کرتے ہیں اور خامیوں' کجیوں اور غلط اقدامات کا تعاقب' محاسبہ اور بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔

اس وقت اپنے بیرونی آقایان ولی نعمت کے اشاروں پر وہ فریق پوری طرح سرگرم عمل ہے جو مسلم لیگ اور نواز شریف کو تو برداشت کرسکتا ہے مگر شریعت کو برداشت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسرا فریق ہر جائز و ناجائز بات میں حکومت کی

مجنونانہ مخالفت کی سیاسی پالیسی اختیار کرکے شریعت بل کو ہدف بنائے ہوئے ہے '
اس سے مجموعی طور پر فضاء پہلے فریق کے حق میں ساز گار ہو رہی ہے ۔

ہم اس گروہ میں شامل ارباب عقل و شعور سے صرف اتنا عرض کریں گے کہ نواز شریف اور حکومت کی مخالفت ضرور کیجئے مگر بس اتنی سی احتیاط لازم ہے کہ وزیراعظم کی مخالفت برائے مخالفت کا وزن شریعت کے مخالفوں کے پلڑے میں نہ جا پڑے ----- محض حکومت کی مخالفت میں فضاء شریعت بل کے خلاف گرمادی گئی تو اس سے اپنے ہی کاز کو نقصان پہنچے گا ----- اور موقع و محل کی مناسبت سے ہماری یہ گذارش بھی بے جانہ ہوگی کہ سیاسی صف بندی کرتے ہوئے روزمرہ بدلتی ہوئی سیاسی کیفیات کو بنیاد بنانے کے بجائے اصولی ' نظری اور معروضی حقائق کو بنیاد بنایا جائے ' سطحی اور عبوری سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر صف بندی کسی بھی مشترکہ جدوجہد کے ثمرات کو کسی دوسری ہی طاقت کی جھولی میں ڈال دے گی ۔

یقیناً حالیہ سرکاری شریعت بل میں فنی اور فکری کمزوریاں ہیں ' یہ کمزوریاں اور رکاوٹیں دور کردی جائیں ' یہی جمہور اہل اسلام کا مطالبہ بھی ہے اور تمام دینی جماعتوں کا بھی -------- لیکن اگر تحفظات کے بغیر اس کی مخالفت کی گئی تو فضاء ایسی بن جائے گی کہ آئندہ کوئی بھی حکمران شریعت کی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوگا ' جس میں آنے والی اسمبلی اسے بہتر بنانے کے بجائے اٹھا کر باہر پھینک دے گی اور کوئی متبادل مسودہ قانون بھی نہیں لایا جاسکے گا ۔ " نہ ہونے " سے بہرحال " کچھ ہونا " بہتر ہے کہ جزء کو " کُل " بھی بنایا جاسکتا ہے ۔

ملک میں نفاذ شریعت کی خواہاں تمام دینی قوتوں کے اتحاد کی طرح تمام زعماء قوم کو استردادی نہیں ' اصلاحی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے ' محض منفی رویہ کے نتائج خود ان کے اور شریعت کے حق میں مفید نہ ہوں گے ' انہیں مثبت اور بھرپور اصلاحی رویہ اختیار کرکے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کی راہ ہموار کرنی چاہئے ۔

(ماہنامہ الحق مئی ۱۹۹۱ء)

شریعت بل اور تین راستے

قرآن و سنت کی روشنی میں خالص شرعی اور معتدل لائحہ عمل

بالآخر سینٹ کے محرکین شریعت بل سمیت تمام دینی جماعتوں کے شدید دباؤ اور اصرار پر حکومت نے ان کی طرف سے پیش کردہ آٹھ میں سے چھ ترمیمات فوری طور پر تسلیم کرتے ہوئے قومی اسمبلی سے شریعت بل منظور کرالیا ہے ' مزید دو ترامیم کے بارے میں وعدہ اور ایفاء عہد کی یقین دہانی سمیت دینی قوتوں کے لئے قانونی راہ اختیار کرنے کی بھی گنجائش موجود ہوتے ہوئے عوامی ' سیاسی اور دینی رد عمل ' آراء اور بعض ذمہ دار حضرات اور سیاستدانوں کے اخباری بیانات نے قوم کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔

علمی دینی اور شرعی نقطہ نظر سے موجودہ گھمبیر صورت حال میں خالص اعتدال کی راہ ' اسلامی تعلیمات سے ماخوذ راستہ اور نفاذ شریعت کے مقصد کے حصول کے لئے مفید ترین لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے ؟ ذیل میں اپنے دینی فریضہ منصبی کے پیش نظر قرآن و سنت کی روح اور اسلامی تاریخ کے تجربات پر مبنی صحیح طریق کار کے بنیادی اصول کے راہنما خطوط پیش خدمت ہیں :۔

اس وقت ملک کے طول و عرض میں جس قدر بھی ارباب علم و کمال ' صاحبان درس و تدریس ' مفتیان کرام ' مشائخ عظام ' فقہاء امت ' صلحاء قوم ' دینی راہنما اور اسلامی قیادت کے زعماء (جو دینی فہم و ادراک اور ایمان کی دولت سے معمور اور دینی غیرت و حمیت اور ملک میں اسلامی انقلاب اور نفاذ شریعت کے

جذبہ سے مالامال ہیں جنہیں کسی ذاتی مفاد ' بیرونی قوتوں سے وابستگی ' سیاسی شہرت اور فکری کجی سے اللہ تعالٰی نے محفوظ و مامون رکھا ہوا ہے) کیلئے موجودہ صورتحال کے سامنے جو اس وقت مملکت پاک کے تمام قلمرو پر سایہ فگن ہے ' تین راستے ہوسکتے ہیں :۔

(۱) حکومت ' نظام حکومت اور ملک و سیاست کو اپنے حال پر چھوڑ کر اپنے لئے کسی ایسے گوشہ کا انتخاب کرلیا جائے جہاں اطمینان کے ساتھ ذکر خدا ' مراقبہ آخرت اور یاد الٰہی میں مشغولی کی لذتیں حاصل کی جائیں ۔ درس و تدریس ' بحث و تحقیق ' تصنیف و تالیف اور علمی تدقیقات سے ذہنی اور فکری عیاشی کے اسباب مہیا کیے جائیں ۔ تصوف و طریقت کے حلقے قائم کرکے طالبین کی تربیت ' ذکر و عبادت کی یکسوئی اور خلوت میں عشق و محبت کی کیفیات کو مزید آنچ دے کر جذبہ دل اور جوش محبت کی سرگرمیاں میسر کردی جائیں یا محض وعظ و تبلیغ ' امامت و خطابت پر اکتفا کرکے امن و سکون سے گذراوقات کیا جاتا رہے ۔

یہ وہ طرز عمل ہے جو اس عہد کے بیسیوں ہی نہیں بلکہ سینکڑوں علماء و مشائخ ' دانشوروں اور ارباب علم و فضل نے اختیار کر رکھا ہے ' ملک کے چپہ چپہ پر ان کی خانقاہیں قائم ہیں ' درس و تدریس کے مدارس موجود ہیں ' ذکر و مراقبہ کے حلقے ہیں ' بحث و تحقیق کی اکیڈمیاں قائم ہیں ' علم و دانش کے ادارے ہیں اور وہ پوری یکسوئی اور خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں ۔ یہ صرف آج کے دور کی بات نہیں بلکہ حضرت عمربن عبدالعزیز امام اعظم ابوحنیفہ ' امام مالک ' امام احمد بن حنبل ' امام شافعی ' شاہ ولی اللہ دہلوی ' سید احمد شہید ' شاہ اسمٰعیل شہید ' مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ العرب و العجم مولانا سید حسین احمد مدنی کے دور میں بھی ان لوگوں کی کمی نہیں تھی اور خلق خدا کو ان سے بیش بہا روحانی و ایمانی اور علمی و مطالعاتی ' تحقیقی اور معاشی و فکری فوائد پہنچ رہے تھے

(۲) پاکستان کی برائے نام مسلم سلطنت اور اس کے حکمرانوں (جن میں سے بعض کو صرف مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کا شرف حاصل ہے ' بعض رفض و شیعیت زدہ ہیں اور بعض کی شخصی زندگی ' ارادے و عزائم اور نعرے اور وعدے بھی اسلامی رہے ' گو وہ نفاذ شریعت کی عملی مثال قائم کرنے میں اس جرأت کا عملی مظاہرہ نہیں کرسکے جس کا اسلام متقاضی ہے) کو اسلام کا مخالف اور معاند سمجھ کر انہیں دین دشمن باور کرایا جائے جس کے قبولیت کے لئے بہت سے آئین و ضوابط اور ذاتی اعمال و اخلاق بھی مل سکتے ہیں ' قرائن اور شواہد سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے ' وزراء ' مشیر اور کابینہ کے ارکان بھی نشانہ بن سکتے ہیں ۔ لہٰذا ایسے حکمرانوں کی اصلاح و فلاح سے یکسر مایوس ہو جانا اور ان کے خلاف ایک دینی اور مذہبی محاذ قائم کرلینا اور اسلام کا ان کو مستقل حریف اور مقابل سمجھ کر ان کی مستقل مخالفت اور ان کے خلاف صف آرائی ' اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو دینی حمیت ' جہاد و سرفروشی کا جذبہ رکھنے والے اور موجودہ صورتحال سے بیزار یا راتوں رات خالص اسلامی انقلاب کی توقعات قائم کرنے والے اور عجلت پسندی کے جذبات رکھنے والے معتقدین ' مریدین اور پارٹی کارکنوں کو مجتمع کرنا اور پھر کسی سیاسی یا فوجی کاروائی کے ذریعہ ملک میں انقلاب لانا اور تخت سلطنت پر کسی زیادہ صالح اور دیندار شخص کو بٹھانے کی کوشش کرنا جو پوری سلطنت ' نظام حکومت اور طریق سیاست کا رخ موڑ دے اور حالات میں یکسر تبدیلی آجائے ------

الفاظ اور تخیل کے اعتبار سے یہ تجویز و تحریک خوش آئند تو ہے ' زندہ باد کہنے والے بھی مل جاتے ہیں اور اخبارات میں تصویریں بھی لگ جاتی ہیں ' جاہ و منصب اور شہرت سے خواہش نفس کو بھی چارہ مل جاتا ہے مگر واقعاتی دنیا میں اس کے مثبت نتائج حاصل نہیں ہوتے ' ضیاء الحق مرحوم کے مقابلے میں بے نظیر کے لئے راستہ ہموار کیا گیا ' انقلاب آیا تو نسوانی حکومت قائم ہوئی اور اب بھی انقلاب کا راستہ بے نظیر ہی کا راستہ ہے ۔

(۳) اسلام پسند ارکان سلطنت یا کیونسٹ اور لادین سیاست دانوں کے مقابلے میں نسبتاً اچھے اور دیندار مسلمان راہنماؤں اور حکمرانوں سے تعلقات ' اتحاد اور نفاذ شریعت کے منشور پر وحدت اور قربت پیدا کی جائے۔ عہدہ و منصب ' ذاتی وقار ' ذاتی مفاد ' لالچ اور دنیا و دولت سے بے نیازی اختیار کرکے انہیں اہل علم سے عقیدت اور علماء کے خلوص اور دلسوزی پر اعتماد دلایا جائے۔

ان میں دینی جذبہ اور حمیت ابھار کر اور ان کے دلوں کے خاکستر میں مسلمان ہونے کے ناطے جو ایمانی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں ان کو فروزاں کرکے ان کو نیک مشورے لینے اور سننے پر آمادہ کرنا ' ان کی رگ اسلامیت کو جنبش میں لانا ' ان کو مختلف حیلے و تدبیر اور حکمت و تدبر سے اسلام کی حمایت ' مسلمانوں کے مجروح دلوں کی چارہ سازی اور گذشتہ ادوار کی تلافی پر آمادہ کرنا ' خود ہر قسم کے عہدہ و جاہ و منصب سے بلکہ اس کے سایہ تک سے بھی دور رہنا ' مکمل زہد و استغناء کا ثبوت دینا ' حکومت و سلطنت کو اہل حکومت اور منصب و مراتب کو اہل مناصب و مراتب کے حوالے کرنا ' ایسی عالی ظرفی ' بلند نظری اور بے لوثی کا اظہار کہ کوئی شدید سے شدید مخالف اور حاسد بھی جاہ طلبی یا حصول اقتدار کی تہمت نہ لگا سکے اور کوئی مخالفانہ سازش بھی اس سلسلہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

جہاں تک پہلے نمبر کا تعلق ہے وہ حضرات اہل علم اور ارباب دین و دانش اور بہی خواہان شریعت کی افتاد طبع ' ان کی شان علم و عزیمت اور اس رفیع منصب سے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ارباب علم و فضل اور اہل دانش کو اللہ تعالیٰ کی اس قدر عطا و عنایت اور بخشش و انتخاب کے پیش نظر اس بات کا اذعان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے تبلیغ و ترویج اور نفاذ شریعت کا کام لینا منظور ہے ' وہ محض لازمی و انفرادی عبادات و ترقیات ' پیری مریدی ' محض درس و تدریس اور ذکر و فکر کے لئے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ ان پر نبوت کے مشن کی تکمیل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواجہ احرار سے یہ مقولہ نقل کرکے " حدیث دیگراں " میں " سردلبراں " کہہ دیا ہے کہ :۔

اگر من شیخی کنم ہیچ در عالم مرید نیا بدا ما مرا کار دیگر فرمودہ اند و آں ترویج شریعت و تائید ملت است ۔

اگر میں خالی پیری مریدی کرنے پر آجاؤں تو دنیا میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملے لیکن خدا نے مجھے کچھ اور ہی کام سپرد کیا ہے اور وہ ترویج شریعت اور تائید ملت ہے ۔

پھر اس جملہ کی مزید توضیح اور تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

لاجرم بصحبت سلاطین مے رفتند تبصرف خود ایشاں رامنقادمے ساختند و بتوسل ایشاں ترویج شریعت مے فرمودند ۔

آپ بادشاہوں کی مجالس میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنی باطنی قوت اور روحانی تاثیر سے ان کو اپنا مطیع و منقاد بنالیتے تھے پھر ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے ۔

لہٰذا اہل علم کا یہ فرض ہے کہ وہ قومی اداروں اور ملکی سیاست میں موثر کردار ادا کریں ' جمہوری اداروں میں بائیکاٹ اور انکار کے بجائے اسلام دشمن عناصر کے اعتراضات اور اسلام کے خلاف خرافات اور بے دینوں کی یلغار کا دندان شکن جواب دیں اور کسی بھی جعلی ' نام نہاد یا سرکاری اور غیر اسلامی شریعت کے مقابلہ میں دلیل اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی شریعت کا قانونی خاکہ پیش کریں ۔

جہاں تک نمبر۲ کا تعلق ہے یہ ایک سیاسی ذہنیت رکھنے والے کو تاہ نظر داعی یا قائد یا کسی پارٹی لیڈر کا طرز عمل ہوسکتا ہے جو اپنا کام شک و بدگمانی سے شروع کرتا ہے اور اپنی عجلت پسندی ' حکمت دعوت اور جذبہ خیر خواہی و نصیحت پر محاذ آرائی کو ترجیح دینے کے نتیجہ میں حکومت و اقتدار کو اپنا حریف اور مد مقابل بنالیتا

ہے اور دین کے غلبہ کے امکانات اور میدان کو اور زیادہ تنگ کرلیتا ہے ۔ حالانکہ ایک داعی الی اللہ ' ایک عالم دین ' ایک مذہبی راہنما اور واقعتاً کسی بھی خالص دینی جماعت کے پیشوا کا طریق کار یہ نہیں ہوتا جس کا مقصد اپنی ذات یا جماعت کے لئے حصول اقتدار ' حصول جاہ اور تسکینِ انا نہیں صرف دین کا غلبہ اور احکام شریعت کا نفاذ و اجراء ہوتا ہے خواہ وہ کسی کے ہاتھ سے ہو ۔

اس سلسلہ میں جہاں تک عملی اقدام یا تحریک سے نئے سیاسی انقلاب کا تعلق ہے تو وہ سخت خطرات سے بھرا ہوا ہے ' پاکستان کے اس وقت کے سیاسی نقشہ اور ماحول میں ایک طرح سے نفاذ شریعت اور اسلام کے بارے میں خودکشی کا اقدام ہوگا ۔ اس طرح کی خالص معاندانہ تحریکوں ' مفاد پرستانہ محاذ آرائیوں اور بے دین سیاسی ہتھکنڈوں یا کسی بھی قسم کے ایجی ٹیشنوں جو عموماً کسی اصطلاح اور زیادہ تر دینی اور مذہبی عنوان سے کیے جاتے ہیں سلطنتوں ' اصحاب اقتدار اور ارباب حکومت کی مختلف بدگمانیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں ' اور ایسے طرز عمل سے خاص کر دینداروں کی ایسی بے سود حرکتوں سے وہ دین کو اپنا حریف اور رقیب سمجھ کر اس کے استیصال اور اس کے ہم خیالوں اور پیروؤں کی تلاش و جستجو کرکے ان کا قلع قمع کرنے کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں ۔ ماضی کے ادوار میں اس کے لئے استشہاد کے متعدد مواقع اور بعض نازک ترین مرحلوں کو تخیل میں لایا جاسکتا ہے ۔

ماضی کے تجربات اور حال کے مثبت اور مفید اور نافع حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے تو ارباب حل و عقد اور دینی قیادت کے لئے واضح لائحہ عمل کی تشکیل میں کوئی خلش باقی نہیں رہتی کہ حالات میں انقلاب لانے کے لئے پر خطر اور مشتبہ راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے ۔ رد عمل میں انکار اور مزاحمت جس قدر سخت ہوگی قرآن کریم کو ریگستانیوں کا قانون قرار دینے والوں کے ہاتھ مضبوط ہوں گے ۔ آخر جس راہ پر شیعہ خوش ہو ' مرزائی اس پر چلیں ' منکرین حدیث اسے

اختیار کریں ' پی پی پی اسے اپنا ہدف بنالے وہ راستہ اسلامی انقلاب کی خواہاں قوتوں کو کیسے راس آسکتا ہے ؟

اس سلسلہ میں ہماری صاف ' بے غبار اور مبنی برحقیقت رائے یہ ہے کہ " شریعت بل " کو منزل نہیں ' نشان منزل سمجھنا چاہیئے ۔ گو اس سے سفر شوق پورا نہیں ہوا مگر راستہ کا تعین تو ہوگیا اب شریعت کے مکمل نفاذ کے لئے معاشرے میں مستقل تحریک برپا کرنے کی ضرورت کے ساتھ ساتھ حکومت کی مشینری سمیت ارباب حکومت پر اس کی تنفیذ کیلئے بھرپور دباؤ ڈالنے اور مؤثر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے ۔ ایسے حالات میں انتہاء پسندی بھی مضر ہے اور عجلت بھی ' اعتدال ہر لحاظ سے مفید اور نافع ہے ۔

اگر خدا نخواستہ اس وقت فکر و تدبر اور خالص دینی اور قومی نقطہ نظر سے سوچ سمجھ کر مثبت اقدامات نہ کیے گئے تو کامیابی ان منفی عزائم اور جذبات کی ہوگی جن کا اظہار " شریعت بل " کی مخالفت میں ایک مخصوص طبقہ فکر کی طرف سے اسمبلی کے اندر اور باہر برملا ہو رہا ہے ' سابق وزیر داخلہ نے تو اسمبلی میں یہاں تک کہہ دیا کہ :۔

" وہ شریعت جو ریگستانی معاشروں کے لئے تھی اور ریگستانی معاشرے بھی ایسے کہ خانہ بدوش اور خانہ بدوشی بھی ایسی کہ جہاں بیٹی اور بہن اور عورت کی وہ عزت نہ تھی جو دجلہ و فرات کے زرعی معاشروں میں تھی وہ شریعت یہاں وادی سندھ میں نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ۔"

(روزنامہ " جسارت " کراچی ۱۷ مئی)

خدا کا شکر ہے کہ سوائے شیعہ ' مرزائی ' پی پی پی

محرکین شریعت بل سمیت ملک کی تمام چھوٹی بڑی قابل ذکر مذہبی و دینی جماعتوں نے حکومت میں شرکت ' عہدہ و منصب اور وزارت کے قلمدانوں کو سنبھالنے کے لالچ میں آئے بغیر بلکہ بڑی بڑی پیش کشوں کو جوتے کی نوک پر

ٹھکراتے ہوئے متفقہ " شریعت بل " کے سوائے دو نکات کے باقی تمام نکات کو منظور کرالینے میں کامیابی حاصل کرلی ہے اور بقیہ دو نکات کے لئے اگر حکومت نے لیت و لعل اور تاخیر سے کام لیا تو قانونی راہ سے بھی اس منزل کو حاصل کرنا آسان ہوگیا ہے ۔ فلِلّٰہ الحمد

لہٰذا قومی ' سیاسی اور دینی قیادت کا فرض ہے کہ وہ موجودہ نازک ترین حالات میں تخریب کے بجائے تعمیر ' نفی کے بجائے اثبات و ایجاب اور ازالہ کے بجائے امالہ کا راستہ اختیار کرے جو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ اور ایک بے ضرر راستہ ہے ۔

موجودہ حالات میں نفاذ شریعت کے خواہشمند ' بہی خواہان ملت اور دینی زعماء کے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے کہ وہ ارباب حکومت سے مذاکرات اور نصح و خیر خواہی کی بنیاد پر قائم تعلقات ' روابط اور اپنی سیاسی قوت سے فائدہ اٹھائیں ۔ لاریب ارباب اقتدار کی اکثریت دیندار نہیں ہوتی مگر ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسلام کی محبت اور دین کی حمیت سے قطعاً خالی بھی نہیں ہوتے ' لہٰذا انہیں سمجھایا جائے اور ان کی صلاحیتوں کو دین کی خدمت کی طرف موڑا جائے ۔

دینی قوتوں کا اتحاد ' سیاسی پوزیشن مستحکم ' باہمی اعتماد ہو اور حکومت سے محض مخالفت برائے مخالفت کے بجائے اچھائیوں اور حسنات کی تائید ' کوتاہیوں اور سیئات پر تنبیہہ و انذار کے ساتھ ساتھ خامیوں پر گرفت مضبوط کرکے اصلاح کی کوشش کی جائے ۔

تاہم یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس بل میں بعض معاملات کو غیر اسلامی سمجھتے ہوئے بھی بحالت اضطرار عبوری مدت کے لئے جوں کا توں رکھا گیا ہے ' ان کو فوری طور پر متبادل نظام سے بدلنا ہوگا ورنہ ان کی موجودگی میں نفاذ شریعت کا عمل ناقص اور بعض حالات میں نقصان دہ ثابت ہوگا ۔

ہماری دلی دعا ہے کہ خدا کرے کہ " شریعت بل " اور عملاً اس کے نفاذ کے

سلسلہ میں حکومت اور علماء شریعت کے قدم باہمی اعتماد سے آگے بڑھتے رہیں اور منزل قریب ہوتی رہے۔ (ماہنامہ الحق مئی ۱۹۹۱ء)

سودی نظام کا تحفظ اور وکالت

جہالت، سفاہت، حماقت اور رزالت

حرب من اللہ و رسولہ

قرآن و حدیث کی قطعی نصوص اور واضح احکام کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو اپنے عظیم تاریخی فیصلے کی بنا پر ملک میں سودی نظام کے امتناع کا عہد ساز فیصلہ دیا مگر اس کے باوجود بھی بعض کج فہموں اور مغربی فکر کے علمبردار دانشوروں نے اس کے خلاف مضامین لکھے حتی کہ وزیر مملکت برائے خزانہ سردار آصف احمد علی نے "سود جائز ہے" کا فتوی صادر فرمایا اور کہا "اگر سود کو ختم کر دیا جائے تو پاکستان کے پورے مالیاتی نظام کی بنیادیں ہل جائیں گی۔
(روزنامہ پاکستان لاہور ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

جب ملک کے علمی و دینی حلقوں اور عامتہ المسلمین نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو چاہیے تھا کہ حکومت توہین عدالت اور استہزاء شریعت کے اس مجرم کو وزارت سے برطرف کرکے قرار واقعی سزا دیتی مگر ایوان اقتدار میں اس کا کچھ اثر نہ ہوا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بات اُن کی تھی اور زبان اِن کی تھی، لہذا انہی کی شہ پر پانچویں روز وزیر موصوف کا یہ ارشاد بھی اخبارات کی شہ سرخیوں کی زینت بنا۔

"جن عقلمند علماء نے ان کے بیان کی مذمت کی ہے انہیں چاہیے کہ وہ موجودہ نظام میں تبدیلی کی تجاویز پیش کریں تاکہ بینکنگ کے نظام میں سود کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد غیر ملکی سرمایہ اور قرضہ جات کس طرح حاصل کئے جاسکیں اور ملک

کا بینکنگ نظام کس طرح جاری رکھا جاسکے گا"

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۱ جنوری ۱۹۹۲ء)

قرآن وسنت کی تعلیمات اور شریعت کے واضح احکامات کے خلاف اس قدردریدہ دہنی اور خبث باطن کا اظہار ارباب حکومت کی بدترین نا اہلیت کا عملی ثبوت ہے۔ البتہ ایک چیز ہے جس کی قابلیت کا سابقہ حکمرانوں سمیت اب کے ارباب اقتدار نے بھی ہر موقع پر ثبوت دیا اور ایسا قاطع و مانع، کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں اپنے عجز صریح کو نہیں چھپاسکتی۔ یعنی ملک اور ملکی باشندوں کی امیدوں کی تذلیل، اسلامی تعلیمات کے ساتھ استہزاء وتمسخر، نفاذ شریعت کے لیے سدراہ کا اہتمام، جہل ونادانی کے ساتھ بیرونی آقایان ولی نعمت کی ہر خواہش کا استقبال و تکمیل اور یہود کی ہر صدائے بے بہود کے آگے بلاتامل رکوع و سجود ۔۔۔ اور اس سے بڑھ کر درد انگیز بات یہ ہے کہ یہاں صرف نیکی کا عدم نہیں، بدی کا ارتکاب بھی ہے، اس کا اظہار بھی اور اس پر اصرار بھی، اس وطیرہ مذموم کے پیش نظر اب کے حکمران بھی اپنے پیش رووں کی طرح اہل پاکستان کی بہترین امیدوں کے لیے ایک سنگ گراں بن کر حائل ہوگئے ہیں اور سردار آصف کا حددرجہ مذموم اور لائق نفرین بیان پوری قوم کی پیشانی پر ایک ایسا سیاہ داغ ہے جس نے ملک کے تمام نظریاتی حسن کو تاراج کر دیا ہے۔

قرآن مجید نے تمام انسانی معاصی اور جرائم کے متعلق مختلف قسم کی جو وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ سود کے بارے میں وعیدان سب سے شدید تر ہے جو کسی بھی سخت سے سخت جرم ومعصیت کے بارے میں نہیں آئی۔

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی سود ترک نہ کیا) تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ (کہ یہ فی الحقیقت اللہ اور رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے)۔

قرآن کریم نے اس آیت میں سود کے لینے پر اصرار کو " حرب من اللہ ورسولہ

سے تعبیر کیا ہے کہ اس کے لینے والے ' اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لیے مستعد رہیں کیونکہ دوسری کسی معصیت میں انسان خدا کے بندوں کے لیے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہوجاتا جس درجہ سود کو اپنا وسیلہ معاش بنالینے کے بعد از سر تاپا مجسمہ شقاوت و قساوت بن جاتا ہے اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہو ثانی الحقیقت خدا کے آگے مغرور ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہوتا ہے۔

بڑے بڑے عادی مجرم بارہا انسانی مظلومی اور بے کسی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار اور دل دونیم ہوئے بے رحم ڈاکوؤں اور ظالم قاتلوں نے بھی بعض اوقات کسی بڑھیا کی فریاد ' کسی بے کس کی گریہ وزاری اور کسی یتیم کی آہ و فغاں پر اپنی کھینچی ہوئی تلوار پھینک دی اور چند لمحوں کے لیے انہیں اپنی بھولی ہوئی انسانیت یاد آگئی انسانی فطرت اور فضیلت بہر حال بڑی سے بڑی زندگی کی تاریکی میں بھی کبھی نہ کبھی اپنی روشنی بے نقاب کر دیتی ہے۔

مگر اس کے مقابلے میں ایک سود خور کو لاؤ ' وہ چور نہیں ہے ' وہ ایک ڈاکو کے نام سے حقیر و ذلیل نہیں کیا جاتا ' لوگ اس سے پناہ نہیں مانگتے بلکہ اس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پہاڑوں کی غاروں ' جنگلوں کے گنجان گوشوں میں مجرموں کی طرح نہیں چھپتا وہ سوسائٹی سے مردود و مطرود نہیں ہے۔ بظاہر وہ بھی ایک شہری ہے جو ایک شریف باشندہ شہر کی طرح انسانوں میں رہتا اور جسم اجتماعی میں عضو صحیح کی طرح شامل ہے ' بایں ہمہ ' اس کے اعمال کا کیا حال ہے وہ ڈاکو سے بڑھ کر آبادی کو غارت کرتا ہے وہ قاتل سے زیادہ حیات کو موت سے تبدیل کرتا ہے۔

وہ عادی مجرم سے زیادہ سوسائٹی کو تباہ کرتا ہے وہ ایک درندہ سے بھی خوفناک ترخون آشام اور بھیڑیئے اور جنگلی سور سے بھی بڑھ کر حیات انسانی کا دشمن ہے۔ پھر ان سب سے زیادہ یہ کہ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو کی آنکھوں سے کبھی نہ کبھی رحم کا ایک قطرہ اشک ٹپک پڑتا ہے مگر یہ محال قطعی ہے کہ سودخور کی

قساوت و شقاوت کبھی بھی کسی تڑپتے ہوئے جسم اور کسی پکارتی ہوئی زبان پر ' ایک لمحے ' ایک دقیقے یا ایک عشر دقیقے کے لیے بھی رحم کھائے ۔

روپیہ کی لین دین ہی ایک ایسی شے ہے خواہ کیسے ہی سخت سے سخت عنوان ظلم ہو لیکن چونکہ احتیاج اور ضرورت کو وقتی اور فوری طور پر دور کرنے والی ہے اس لیے انسان اس سے بھاگ نہیں سکتا بلکہ پناہ مانگنے کی جگہ خود اس کی طرف دوڑتا ہے وہ جانتا ہے کہ سود خور ایک بے رحم ڈاکو ' اور خونخوار درندہ ہے لیکن جنگل کے ڈاکو سے نفرت کرتا اور اس شہری ڈاکو کے آگے عاجزی سے ہاتھ جوڑتا ہے تاکہ وہ اسے اپنے دام ظلم میں پھنسانے کے لیے چن لے اور اس کو مجروح کرنے قساوت و بے رحمی سے انکار نہ کرے ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزار ہا انسانی بے رحمیاں کسی آبادی کو اس طرح نقصان نہیں پہنچاسکتیں جس درجہ پورے شہر میں ایک " سودخور " کا وجود پہنچا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اس کو سب سے بڑی وعید الٰہی کا مستحق قرار دیتا ہے ۔

قرآن حکیم نے انفاق فی سبیل اللہ کے بعد سود خور کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے ارشار فرمایا ۔

الذین یاکلون الربوٰ لا یقومون الا کما یقوم اللذی یتخبطہ الشیطن من المس ' ذٰلک بانہم قالوانما البیع مثل الربوا ر

(۲۷۵ : ۲)

جولوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہ ہوسکیں گے مگر اس پاگل کی طرح جس کو شیطان کے اثر نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ضرور بیع وشراء بھی مثل سود ہی کے ہے ۔

قرآن حکیم میں سودخورکی زندگی 'اس کے عادات وخصائل ' اس کے اعمال وافعال اور اس کے نتائج کی ایک مصروع (مرگی زدہ) اور ایک آسیب زدہ پاگل کے حالات و خصائص سے جامع و مانع تشبیہہ دی گئی ہے ۔

قرآنی اصطلاح کے مطابق سود خور ایک شخص ہے جو پاگل ہوگیا ہو ' ایک مجنون ہے جس کی عقل و دانش بالکل معطل ہو ایک مخبوط الحواس ہے جس کے ہوش و حواس کا کارخانہ بگڑ گیا ہو ایک مصروع ہے جو مرگی کے اشتداد سے اپنے اوپر حکومت نہ رکھتا ہو ' صحت اعضاء و جوارح تمام امیال و جذبات کے درست ہونے ' چلنے پھرنے ' بھوک پیاس کے احساس اور بظاہر ایک کامل اور سالم انسان ہونے کے باوجود اس میں انسانیت کا جوہر مفقود ہوتا ہے وہ سوسائٹی کا ایک جزو ' شہر کا ایک جائز باشندہ اور باوجود انسان ہونے کے ایک خوفناک درندہ ہے۔

رزالت و سفاہت اور بہیمیت وبربریت کا ایک پیکر مجسم ہے درندوں کے بھٹ اور وحشیوں کے جنگل کا ایک جانور ہے ایک پاگل آدمی باوجود انسانی صورت ہونے کے انسان نہیں ہوتا کیونکہ اس کا نظام ادراک وحواس درہم برہم ہو جاتا ہے اور یہی شے انسان کا اصلی جوہر شرف ہے بالکل اسی طرح ایک سود خور ایک جائز باشندہ شہر اور شریف زندگی ہونے کے باوجود شریف نہیں ہوتا کیونکہ اس کے تمام جذبات و عواطف ملکوتیہ اور فضائل خصائل و اخلاق معطل ہو جاتے ہیں اور جب یہ دونوں چیزیں معطل ہو جائیں تو فلم يبق الا صورت اللحم والدم

وزیر مملکت کا یہ بیان جو توہین عدالت اور دین کے قطعی احکام و نصوص کے ساتھ سراسر استہزاء ہے حکومتی سطح پر چپ سادھ حکومت ہی کی پالیسی کی غمازی ہے اگر موجودہ حکمرانوں کی یہی پالیسی ہے جب کہ اس میں مزید شک وشبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی تو قطعًا وہ مزید برسراقتدار رہنے کے لائق نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیں کہ حکمران اس سے غفلت کر رہے ہیں اور اپنی غفلت پر قانع ہیں تو اس کا بھی کوئی شکوہ نہیں ' ایک اسی پر کیا موقوف ہے آج ملک کا یہ حال ہے کہ ------

ماجرا ہاست بآں چشم فسوں ساز مرا

مگر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ بایں ہمہ حالات بیّنہ وقاطعہ ' حکمران ملک کی

خوشحالی اور نفاذ شریعت ، شریعت بل کے علمبردار اور اسلامی انقلاب لانے کے مدعی اور ملک میں بدامنی و بے چینی اور اس کے اسباب افلاس کی سراغ رسانی کے بڑے خواہشمند بھی ہیں ------

از حسن ایں چہ سوال است کہ معشوق توکیست
ایں سخن راچہ جو ابست، تو ہم مے دانی

وزیر موصوف اور ان ہی کے مکتب فکر کی سب سے پہلی غلط فہمی تو وہی ہے جس کی بناء پر انہوں نے سود کے خاتمے کو ملکی اقتصادیات اور مالیاتی نظام کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے گزارش ہے کہ

عقلی حیثیت سے سود ایک غلط چیز ہے اور نقلی حیثیت سے بھی خدا اور اس کے رسولؐ نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا ہے اس کے بعد لوگوں کا یہ کہنا ، کہ کیا سود کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے ؟ اور کیا غیر سودی نظام قابل عمل بھی ہے ؟ دوسرے الفاظ میں اس کا اعتراف کرنا ہے کہ خدا کی اس خدائی میں کوئی غلطی ناگزیر بھی ہے اور کوئی راستی قابل عمل بھی پائی جاتی ہے یہ دراصل ، فطرت اور خالق فطرت کے مربوط اور محکم نظام کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار اور باطنی خباثت و دہریت کا اقرار ہے اس کا صاف مطلب تو یہ کہ فطرت تو یہ ہے کہ فطرت خود ٹیڑھی بگاڑ کی حامی اور بناؤ کی دشمن ہے اگر بالفرض یہ بات تسلیم ہے تو پھر ہمیں اپنی ساری بحثیں لپیٹ کر رکھ دینی چاہیں اور سیدھی طرح زندگی سے استعفاء دے دینا چاہیئے اور اگر انسان اور کائنات کی فطرت اور اس کے خالق کا نظام محکم اس سوء ظن کے لائق نہیں ہے تو پھر واقعی انسان اور پکے مسلمان کی طرح ہمیں یہ انداز فکر چھوڑ دینا چاہیئے کہ " سود ہے تو برا ، قرآن نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے مگر کام اسی سے چلتا ہے " اور حرمت ربٰو ہے تو برحق مگر موجودہ دور میں چلنے والی چیز نہیں ہے ۔ "

دراصل کسی بھی مروج طریقہ معاملات جس سے انسانی امور وابستہ ہو جاتے

ہیں اس کو یکسر بدل کر کسی دوسرے طریقہ کو رائج کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے خواہ وہ طریقہ بجائے خود صحیح ہو یا غلط ' دشواری صرف اس کے تغیر میں ہے ۔ مگر ہمارے وزیر ناہنجار اور اسی مکتب فکر کے نادان دوست یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو غلط سودی نظام رائج ہوچکا ہے انسانی معاملات بس ' اسی ہی پر چل سکتے ہیں اور اس کے سواء دوسرا کوئی طریقہ قابل عمل ہی نہیں چاہے وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات ہی پر مبنی کیوں نہ ہو ؟ -----

یہ لوگ محض جہالت اور کج فہمی کی وجہ سے فوری تجویز تغیر (اسلامی بینکاری کا نفاذ) کے سر پر ناقابل عمل ہونے کا الزام تھوپنے لگتے ہیں جب کہ تغیر کی دشوری کے اصل اسباب کو سمجھنے کی کوشش ہی کیا ؟ ارادہ ہی نہیں کرتے ۔

اگر آپ ایک رائج الوقت نظام کے خلاف کسی تجویز کو بھی ناقابل عمل سمجھیں گے تو انسانی سعی کے امکانات کا بہت ہی غلط اندازہ لگا بیٹھیں گے آخر جس دنیا میں انفرادی ملکیت کی کامل تنسیخ اور مکمل اجتماعی ملکیت جیسی انتہائی انقلاب انگیز تجویز تک عمل میں لاکر دکھا دی گئی ہو وہاں یہ کہنا کس قدر جہالت پر مبنی اور لغو ہے کہ سود کے سقوط ' سودی نظام کی تنسیخ اور زکوٰۃ کی تنظیم جیسی معتدل تجویزیں قابل عمل نہیں ہیں ۔

چوالیس سال سے سودی نظام کے علمبردار اور اسی مکتبہ فکر کے دانشور ایک ہی رٹ لگاتے جا رہے ہیں کہ اس کے متبادل اسلام کے مالیاتی نظام کا نقشہ کیا ہوگا ؟ جبکہ اسی کے جواب میں اسلامی معاشیات کے ماہرین ارباب علم وفضل اور بین الاقوامی سکالروں خود حکومت کی قائم کردہ اسلامی مشاورتی کونسل نے مدلل ' واضح اور ہر لحاظ سے جامع اور قابل **عمل نقشہ** نہ صرف پیش کیا ہے بلکہ اس کو عملی طور پر مختلف ممالک اور کئی ایک بینکوں میں برت کر دکھا بھی دیا ہے مگر اس کے باوجود بھی حکومت کے نمائندے سردار آصف کہتے ہیں علماء موجودہ نظام میں تبدیلی کے لیے اپنی تجاویز پیش کریں یہ وہی پرانی رٹ ہے کہ اسلامی مالیاتی نظام کا نقشہ کیا

ہو گا ؟

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک عمل کی جگہ شاید کاغذ ہے حالانکہ عمل کاغذ پر نہیں زمین پر اور اعضاء و جوارح کے معاملات پر ہوا کرتا ہے کاغذ پر کرنے کا جو اصل کام تھا وہ ہر دور میں محققین عصر اور ارباب دین و دانش نے قطعی دلائل اور شواہد سے نظام حاضر کی غلطیاں اور ان کی مضرتیں کھول کھول کر واضح کر دی ہیں اور اس کے متبادل اصلاحی تجاویز کی معقولیت بھی ثابت کرتے آئے ہیں۔ (ماہنامہ الحق جنوری ۱۹۹۲ء)

وفاقی شرعی عدالت کا عظیم تاریخی فیصلہ

خدا و رسولؐ کے قطعی احکام اور شرعی عدالت کے فیصلہ کے باوجود اجراءِ سود پر اصرار کیوں؟

وفاقی شرعی عدالت نے ۱۴ نومبر جمعرات کے روز سود اور سودی قوانین سے متعلق دائر ۱۲۲ رٹ پٹیشنوں کا تاریخی فیصلہ سناتے ہوئے ملک کے سودی قوانین کو کالعدم قرار دیا ہے فاضل عدالت نے اپنے فیصلے میں قرار دیا ہے کہ اگر چھ ماہ کی مقررہ مدت میں حکومت نے سود سے متعلق قوانین کو تبدیل نہ کیا تو یہ خود بخود منسوخ ہو جائیں گے ۔ فاضل عدالت نے ۳۵۰ صفحات پر مشتمل تفصیلی فیصلہ میں ملک کے معاشی نظام کو غیر سودی بنیاد پر چلانے کے لئے متعدد تجاویز بھی پیش کی ہیں ۔

وفاقی شرعی عدالت کے اس عظیم تاریخی فیصلے کے ردعمل میں وفاقی وزیر خزانہ سرتاج عزیز کا بیان اور حکومت کے عزائم بھی اخبارات میں پوری قوم کے سامنے آچکے ہیں حکومت نے سود کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔

عدل و انصاف اور نفاذ شریعت کے دعویدار حکمرانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور شرعی فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے مگر وہ نظام شریعت اور نفاذ شریعت کے عملی اقدامات سے جان چھڑانے کے لئے حیلے بہانوں ، ٹال مٹول اور سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرکے اپنے بیرونی آقایان ولی نعمت بالخصوص امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں جو سودی نظام کا سب سے بڑا محافظ ہے اب وقت ہے کہ حکومت خود کو نفاذ شریعت کے دعوؤں اور دعدوں میں عملاً سچا ثابت کر دکھائے اور شرعی فیصلہ پر مزید قلابازیاں کھانے کی بجائے ایک

سچے مسلمان کی طرح قولاً اس کی حرمت کا اقرار کرتے ہوئے عملاً اس کے تمام شعبوں اور مروج نظام کو ختم کر دے۔

فان لم تفعلوافاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ

مگر ہمیں تو حکمرانوں کے حوصلوں پر حیرت ہے کہ مسلمان کہلوانے کے باوجود بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ کو تو قبول کر رہے ہیں مگر سودی نظام کے علمبرداروں کا چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ اب جبکہ حکومت اسلام کا مینڈیٹ لے کر نظام شریعت کے نام پر قائم ہوئی ہے تو اسے ایک سچے مسلمان کی طرح " ادخلو افی السلم کافۃً " کا مظہر ہونا چاہئے اور اسے یہ حقیقت آغاز کار ہی سے ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام کسی جزوی چیز کا نام نہیں ہے ایک کلی اور جامع نظام ہے جو اسے پورا کا پورا اپنانا چاہئے ۔ مغربی تہذیب اور یہودی سوداگروں اور سود خواروں کے جو تفصیلی نظام پاکستان سمیت اسلامی ممالک میں رائج ہیں ان سے خلاصی تب حاصل ہوگی جب اخلاص کے ساتھ اسلامی نظام کی جانب مخلصانہ پیش رفت ہوگی ۔

اسلام کا اپنا بذات خود ایک تعاونی نظام ہے ایک اقتصادی نظریہ ہے ایک تجارتی اور تکافلی پروگرام ہے یعنی اسلام ایک لائحہ علم ہے اخلاص کے ساتھ اگر اسلامی نظام کو اپنا لیا جائے اور پھر اسلامی نظام انشورنس یا نظام بنکاری بنایا جائے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے ۔ پاکستان میں اس سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے علاوہ مختلف پرائیویٹ دینی اداروں کی جانب سے جامع اور مفصل طریقہ کار مرتب کرکے ارباب اقتدار تک پہنچا دیا گیا ہے ۔ مگر ہر دور میں اسے سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے جبکہ اس کے بالمقابل غیر اسلامی نظام اور سودی قوانین پر رضا مندی اور مغربی یہودی نظام پر کاربند رہ کے پوری قوم اور ملک کو یہودی ساہو کاروں کا مقروض بنا دیا گیا ہے اور اب موجودہ حکمران بھی وفاقی شرعی عدالت کے واضح فیصلوں ' قطعی ہدایات اور خدا و رسولؐ کے اظہر من الشمس احکام کو بڑے اخلاص

کے ساتھ سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے پر بہر صورت مصر ہیں ۔ اس مغربی اور یہودی ناسور سے حکمران ملک کے جسم و جان کو آخر کیوں اور کب تک گھائل بنائے رہیں گے ۔ جبکہ اسلامی نظام میں بیت المال سارے غریبوں ' مصیبت زدوں ' بیواؤں ' بے نواؤں فقیروں ' مسکینوں ' طالب علموں ' مسافروں اور تمام محروم افراد کی دائمی یا ہنگامی مصیبتیں دور کرنے کا ذمہ دار ہے اس ذمہ داری کو عصر حاضر میں منظم منصوبہ بندی کے ساتھ آگے بڑھا کر منظم تعاونی نظام بنایا جاسکتا ہے ۔ یورپ میں بھی اولاً تعاونی انشورنس تھا بعد میں سود خوروں نے تجارتی انشورنس میں اسے تبدیل کردیا ۔ جہاں تک سود کا معاملہ ہے یہ جس قدر اہم ہے اس قدر صاف ہے نصوص قرآنیہ و نبویہ سے بالکل واضح ہے لیکن جب عقل پر ریسرچ کے پردے پڑ جائیں غلامی کی ذہنیت پختہ ہو جائے اور حلال چیزوں کے بجائے حرام کام مرغوب ہو جائیں تو فتنہ نفسِ مبشر شیطان کی قوتوں اور تفکیری صلاحیتوں سے پوری طرح مدد حاصل کرتا ہے اور الفاظ کے عجیب و غریب پھیر میں پڑ کر سیدھے سادھے اور عام معانی کو بدلنے اور غلط تاویلات کرنے پر ابھارتا ہے یہ سب مغرب کی اندھی تقلید اور یہودی نظام سود کے اثرات ہیں ۔

وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد بعض کج فہموں اور یہودی سودی ایجنٹوں نے ایک شوشہ یہ بھی چھوڑ دیا ہے کہ بہت زیادہ سود لینا منع ہے لیکن تھوڑا سود لینا منع نہیں ہے اور قرض کے سود اور تجارتی سود میں تفریق کا شاخسانہ بھی اسی نوعیت کی بحثوں میں چھیڑا جا رہا ہے ۔ مگر یہ سب انحرافات ' خرافات اور لاطائل بحثیں ہیں جنہیں نہ عقل سلیم قبول کرتی ہے نہ علم صحیح اور نہ ایمان مستقیم ۔ پھر سود کا یہ بین الاقوامی کاروبار خالص یہود کا بنایا ہوا ہے جس سے افراد و قوم کی خستہ حالی اور دیوالیہ پن مقصود ہے اور بزعم یہود یہ ان کی کتاب مقدس کی پیش گوئی کی صداقت بھی ہے اور قوموں کو سودی کاروبار کے ذریعہ غلام بنانے کی یہ چال گویا نعوذ باللہ خدا نے ان کو سکھائی ہے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

اور تو بہت سی قوموں کو قرض دے گا پر تجھ کو ان سے قرض لینا نہ پڑے گا (استثناء ۱۵: ۶) ان الفاظ میں گو سود کا لفظ نہیں ہے لیکن دوسری جگہ یوں ہے۔

"تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا .... تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا (استثناء ۲۳: ۱۹، ۲۰)

اسی طرح کے دوسرے الفاظ بھی ہیں جن کی تشریح بعض تلمود کے حلفامات نے یہ کی ہے کہ ان الفاظ میں حضرت موسیٰ نے سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ اجنبی (غیر یہودی) کو قرض سود پر ہی دیا جائے تاکہ وہ برباد ہو اور اس لئے شریعت تلمود میں اجنبی کو بغیر سود کے قرض دینا ناجائز اور حرام ہے اس سلسلہ میں حلفام شواب کا قول یہ ہے ———— اس نے بعد میں یہودی دین ترک کر دیا تھا ———— کہ اگر کسی مسیحی (غیر یہودی) کو کچھ پیسے کی ضرورت ہو تو یہودی کو چاہئے کہ اس کے ساتھ بار بار سود کا معاملہ کرے حتی کہ وہ اس کو ادا نہ کرسکے اور اسی وجہ سے قدیم مسیحی افکار اور ڈکشنریوں اور ادب میں یہود سے مراد سود خوار اور خیانت کار ہیں بہرحال سود ایک ایسی لعنت ہے جسے اسلامی معاشرہ سے قطعاً ختم ہونا چاہئے اور اب وفاقی شرعی عدالت نے اس کے لئے راستہ صاف کردیا ہے لہٰذا اس فیصلہ کے رد عمل میں حکومت پاکستان کو کم از کم فوری طور پر داخلی سود کو تو ختم کر دینا چاہئے۔

سود کے متعدد طریقے مروج ہیں تو تمام استحصالی نظام کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ایک وہ سود ہے جو ساہوکار کسی مجبور اور حاجت مند کو قرض دے کر وصول کرتا ہے اس قسم کا سود اخوت، محبت، ہمدردی رحم اور احسان کا قاتل ہے اس لئے اسلام کے علاوہ یہودیت (محرف) میں اپنوں سے اور مسیحیت میں مطلقاً اسے ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا وہ سود ہے جو موجودہ دور میں بینک کسی تاجر کو قرض دے کر وصول کرتا ہے یہ درست ہے کہ اگر تاجر اس سے نفع کمائے تو بینک کو بھی اس نفع میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تاجر کو خسارہ ہو جائے تو

بینک رحم نہیں کرتا اور سارا قرض مع معین فی صد سود قانون کے ڈنڈے سے وصول کرتا ہے ظاہر ہے کہ یہ اقدام غیر انسانی اور غیر اسلامی ہے یہ الگ بات ہے کہ اگر بینک تاجر کے ساتھ نفع نقصان دونوں میں برابر کا شریک ہو تو پھر نفع کی صورت میں اسے کچھ لینے کا حق ہے ورنہ نہیں تیسرا وہ سود جو موجودہ دور میں ایک قوم یا ایک ملک دوسری قوم یا ملک کو قرض دے کر وصول کرتا ہے اس سے مقروض قوم کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے حکومت اس قرض کو ادا کرنے کے لئے قوم پر بھاری ٹیکس لگاتی ہے مگر مشاہداتی اور واقعاتی تجربہ یہ ہے کہ بات اس سے بھی نہیں بنتی اور قرض خواہ مقروض کی کسی کان، کسی صنعت یا دیگر وسائل دولت پر قابض ہو جاتا ہے۔ نہر سویز پر فرانس اور برطانیہ کا قبضہ اسی طرح ہوا تھا کہ پہلے ان مکاروں نے خدیو مصر کو قرض دیا اس سے سڑکیں، ہوٹل اور اس نوع کے بے مقصد چیزیں تیار کرائیں جب اس کا خزانہ خالی ہوگیا تو مطالبہ قرض شروع کردیا۔ وہ کہاں سے دیتا، چنانچہ ان اقوام نے سویز پر قبضہ کرلیا۔ جس کو بعد میں صدر ناصر نے ۱۹۵۶ء کی خوفناک جنگ کے بعد آزاد کرایا۔

بدقسمتی سے پاکستان بھی قرض خواہی اور یورپی اقوام کی احسان مندی کی راہ پر چل پڑا ہے یورپی اقوام سے قرض لینا اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا ہے اس سے ملک اور قوم کی آزادی ضمیر ختم ہو جاتی ہے۔ ملک میں بے روزگاری اور کساد بازاری پھیل جاتی ہے بے چینی اور اضطراب بڑھ جاتا ہے ایسی قوم جتنی بھی صنعتیں لگائے پیداوار میں جتنا بھی اضافہ کرے وہ سب سود اور قرض کی نذر ہو جاتا ہے۔ بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مقروض قرض ادا کرے تو ملک تباہ ہو جاتا ہے نہ ادا کرے تو جنگ چھڑ جاتی ہے۔

موجودہ دور میں سود کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بینک اماتنوں پر بھی سود دے دیتا ہے مگر یاد رہے کہ بینک مقروض سے بہرصورت قرض وصول کرتا ہے مثلاً ایک غریب تاجر نے مال کی بلٹی چھڑانے کے لئے بینک سے پانچ ہزار روپیہ قرض لیا باہر

آتے ہی کوئی اُچکا اس سے وہ رقم چھین کے لے بھاگا۔ یا اس کی دکان جل گئی یا جنس کا نرخ گر گیا یا اسے بھاری نقصان ہوا ان ساری صورتوں میں بینک کو مقروض سے کوئی ہمدردی نہیں اور قرض کا وارنٹ لے کر اس کی بیوی کی بالیاں تک اتار لیگا۔ پھر ظاہر ہے کہ امانتوں پر بینک جو سود دیتا ہے اس میں اس غریب کی پونجی بھی تو شامل ہوگی کیا ایسا مال ' ایک خدا ترس مسلمان کے لئے جائز ہے۔

سود خور کے پاس سالانہ ایک کثیر رقم ہاتھ ہلائے ' قدم اٹھائے اور دماغ کو تکلیف دیئے بغیر جمع ہو جاتی ہے جس سے آدمی کاہل ' حریص ' پیٹو ' ذلیل ' قبیح اور فربہ ہو جاتا ہے ایسے ہی حریص اور کاہل ساہوکاروں کا نام آج کی اصطلاح میں بینک ہے ذرا بینک مالکان سے پوچھئے کہ بے پناہ دولت اور کثرت مال کے باوجود زندگی کے کیا احوال ہیں ؟ آخر قرآن کا جو ارشاد ہوا :

الذین یاکلون الربوالا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس

جو لوگ کھاتے ہیں سود ' نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن نے لپٹ کر

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ پھول پھول کر کپے بن چکے تھے اور اندر سب کچھ نظر آرہا تھا۔

☆ سود کے اظہر من الشمس نقصانات ہیں سود کے ذریعہ قوم کا سرمایہ چند سود خواروں یا سود خوار اداروں کے پاس چلا جاتا ہے اس کا اندازہ افراد کے سود میں صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے اب کے جدید دور میں غیر ترقی یافتہ ملک جب سودی قرض لیتے ہیں تو ان کی ادائیگی کی صورت میں جن مالی اور اقتصادی پریشانیوں سے دو چار ہوتے ہیں یہ واضح قطعی اور واقعاتی دلیل ہے کہ سود بہر صورت نقصان دہ ہے۔

☆ آیت قرآنی سے کئی بلاغی اور ادبی طریقوں سے سود کی قطعی حرمت پر

توجیہات بہر صورت نا قابل تردید ہیں ۔

☆ سود میں اضطراب ، پریشانی ، فکری نا آسودگی اور ذہنی و عقلی خلجان ہوتا ہے جس کی تعبیر قرآن میں مس شیطانی سے کی گئی ہے ۔

☆ سود خوار ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے ؟ حالانکہ سود حرام ہے اور تجارت حلال ہے جو موعظت و ممانعت کے بعد بھی سود سے باز نہ آئے اسے عذاب کی وعید ہے ۔

☆ سود کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے وہ بہر صورت مٹ جاتا ہے ۔

☆ سود خوروں کو کفر کے صیغہ مبالغہ کفار اور اثیم سے خطاب کیا گیا ہے پھر آیت قرآنی میں ایمان اور عمل صالح کا تذکرہ یہ ثابت کرتا ہے کہ سود ایمان کے منافی ہے اور عمل غیر صالح ہے ۔

☆ نماز اور زکوۃ کے لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح یہ دین میں معلوم بالضرورۃ اور سب سے افضل فرائض ہیں اسی طرح سود بھی معلوم بالضرورۃ اور قبیح ترین فعل ہے ۔

☆ جس طرح اطاعت گزاروں کو خوف اور غم سے واسطہ نہ ہوگا اس کے برخلاف سود خور دنیا اور آخرت میں خوف اور غم کا شکار ہونگے ۔

☆ تقویٰ کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ سود خوری چھوڑ دے اور جو سود نہ چھوڑے وہ خدا اور رسولؐ سے لڑائی مول لیتا ہے ۔

☆ قدیم سود کے لئے توبہ کی شرط یہی ہے کہ سود نہ لیا جائے اور صرف راس المال واپس لیا جائے ۔

☆ جس طرح راس المال واپس نہ کرنا ظلم ہے اسی طرح سود لینا بھی ظلم ہے ۔

بہر حال یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ

☆ سود خور اور اس کی اولاد میں سعی و عمل کی تحریک باقی نہیں رہتی ☆

افراط دولت عیاش اور بدقماش بنا دیتی ہے ☆ اس سے عوام کی دولت گھٹتی اور چند افراد کی بے محنت و عمل بڑھتی ہے ☆ سود خور دوسرے کے احتیاج سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے ☆ سود قاطع احسان و انسانیت ہے ☆ سود خور لالچی خود غرض سنگدل اور غریب کا دشمن بن جاتا ہے ☆ معاشرہ میں اس کا کوئی مقام نہیں رہتا۔ حرص و طمع اور لالچ و دنیا پرستی اس کی تمام مساعی کا ہدف بن جاتا ہے ☆ وہ دنیا دار بھی ہوتا ہے اور دنیا کا چوکیدار بھی۔

(ماہنامہ الحق اکتوبر ۱۹۹۱ء)

قرآن و سنت کے قطعی اور منصوص حکم ربٰو کو

جائز قرار دینے والے وزیر مملکت سردار آصف کو عبرتناک سزا دی جائے

۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے جرأتمندانہ اور تاریخی فیصلے کے بعد تاہنوز حکومت پاکستان اس فیصلے کے خلاف خفیہ سیل کے قیام اور اسی نوعیت کے تاخیری منصوبوں کے سوا کوئی ٹھوس کام نہ کر سکی ' بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ حکومتی سطح پر سود کے خاتمہ کے لئے نہ اب کسی عزم مصمم اور اس کے امتناع کی تیاری کی گئی اور نہ گذشتہ دس برس میں اس سلسلہ میں کوئی سچائی کا قدم اٹھایا گیا ' جبکہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے باوصف اب بھی قانون اور خزانہ کی وزارتیں جن قوانین اور قواعد و ضوابط میں ترامیم ممکن خیال کرتی ہیں ان میں ترمیم اور تبدیلی کے لئے کام کا آغاز نہیں کیا گیا ہے۔ ایڈ ہاک ازم (وقت گذارو) حکومت کا وطیرہ ہے اور اب بھی وہ اسے ترک کرنے کے لئے تیار نہیں۔

جب جمہور اہل سنت اور ملک کے تمام مسلمان باشندوں کے علاوہ عالم اسلام کے تمام دینی بہی خواہوں نے فیڈرل شریعت کورٹ کی حمایت کرتے ہوئے اس کے فیصلے کو قوم ملت کے کے لئے تاریخی اور نفاذ شریعت کی پیشرفت کے لئے انقلابی قرار دیا ہے ' تو حکومت کو بھی جرأت مومنانہ سے کام لیتے ہوئے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے تھا مگر حکومت کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور جب نیت میں فتور ہی ہے تو توفیق رفیق کب ہوگی۔ اپنے پیشروؤں کی طرح منافقت اور مداہنت کی راہ اپناتے ہوئے خود براہ راست سامنے آنے کے بجائے دوسرے اداروں کی طرف سے

بالواسطہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی ہے ---۔

ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

ابھی ذہنوں میں حکومت کی دو عملی ' امتناعِ سود کے بارے میں نیم دلانہ اخباری بیانات اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی عظمت کے پیش نظر بعض اوقات مایوسیوں ' محرومیوں سمیت کچھ امیدوں اور توقعات کی لہر بھی ذہنی مدو جزر میں آجایا کرتی تھی اور کبھی دل یہ باور بھی کرلیتا تھا کہ -----۔

" شاید کہ دریں گرد سوارے باشد "

مگر وزیر مملکت برائے خزانہ و اقتصادی امور سردار آصف احمد علی کے ارشادات عالیہ سے حکومتی پالیسی کے واضح ہونے پر تمام امیدوں اور توقعات پر پانی پھر گیا ۔ چنانچہ موصوف ارشاد فرماتے ہیں :--------- " میرے نزدیک موجودہ دور میں سود جائز ہے ' اس کے بغیر ہمارا مالیاتی نظام نہیں چل سکتا ' اگر سود ختم کر دیا گیا تو پاکستان کے پورے مالیاتی نظام کی بنیادیں ہل جائیں گی اور یہ تباہ ہو جائے گا ۔ "(روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۹۲ء)

اس کے جواب میں سوائے حسرت و افسوس اور کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے ------ وزیر مملکت نے حکومت کے ایک ذمہ دار نمائندہ کی حیثیت سے عدالت عظمیٰ کے فیصلے کی دھجیاں اڑا دی ہیں ' توہین عدالت کے قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے اور خدا و رسولؐ سے جنگ اور بغاوت کا اعلان کردیا ہے ۔ موجودہ اور مروج سودی نظام کی غیر اسلامی اور غیر انسانی حیثیت کو مشتبہ بناتے ہوئے اسلامی قرار دے دیا ہے ۔ اور یہ ان لوگوں کی زبان سے جو اسلامی نظام کے دعویدار ہیں جو شریعت بل کا مینڈیٹ لے کر آئے ہیں ' جو نفاذ شریعت کے عزائم کا اظہار کرتے ہیں مگر عملاً وکالت مغرب اور بش کے ملعون

سرمایہ دارانہ نظام (نیوورلڈ آرڈر) کی سودی معیشت کی کر رہے ہیں ۔

آخر امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی اس اندھی تقلید میں فائدے کی کون سی بات مضمر ہے ۔ کیا وزارت خزانہ گذشتہ دس سالوں میں غیر ملکی قرضوں کے سود کی رقم کے ٹوٹل سے قوم کو آگاہ کرسکے گی ؟ کیا وہ رقم کروڑوں سے متزاد نہیں ہے ؟ سود کی تباہ کاریوں کی ادنی مثال ملکی معیشت پر غیر ملکی سودی قرضوں کا ایسا بوجھ ہے جس کی ادائیگی بظاہر اسباب ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ انفرادی حیثیت سے ہو یا قومی پیمانہ پر سود کا نتیجہ بہرحال استحصال و استعمار پوری قوم کے افلاس و ادبار اور معاشرتی لحاظ سے دوسروں کی کاسہ لیسی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ۔

قومی حیثیت سے اس کے اثرات پورے ملک کی اقتصادی اور معاشی بدحالی کی صورت میں اور بھی شدید ہوتے ہیں اس کے ظاہری فوائد اور منافع اگر کچھ ہوں بھی تو چند روزہ ہوتے ہیں ۔

امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے اندھے مقلدین کو خود امریکی معیشت پر بھی نظر ڈال لینی چاہئے جس نے سود کے بل بوتے پر پوری انسانیت پر غلبے اور استعمار کی عمارت کھڑی کی مگر اسی نظام کی بدولت آج وہ خود معاشی اعتبار سے زبوں حالی کا شکار ہے ۔ اکثر مغربی ممالک معاشی بحران سے دو چار ہیں اور آج یمحق اللہ الربٰو کی صداقت کے واضح دلائل خلق خدا کے سامنے نکھر نکھر کر آرہے ہیں ۔

بہر حال وزیر موصوف کا یہ بیان اگر سرکاری بیان نہیں ' اگر یہ حکومت کی پالیسی نہیں تو ایسے ناہنجار وزیر کو فوراً بر طرف کر دیا جائے اور قرآن و سنت کے واضح احکام سے استہزاء پر اسے سر عام عبرتناک سزا دی جائے ------ اور اگر واقعۃً حکومت سودی نظام کو ختم کرنے کا کچھ عزم رکھتی ہے ' وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلے کی طرح عملاً ایک عظیم تاریخی کارنامہ سرانجام دینا چاہتی ہے تو اس کے لئے کسی اندیشہ ہائے دور دراز کی ضرورت نہیں ۔

آخر سوڈان کی مثال کو سامنے کیوں نہیں رکھا جاتا ! سوڈان میں سود ختم کرکے

بینکنگ اور بزنس کو اسلام کے اقتصادی اصولوں پر چلایا جا رہا ہے -------
پھر اسلامی بینک متعدد مسلم ممالک میں بھی قائم ہیں اور ان کی کارکردگی بھی حوصلہ افزا ہے ۔ مگر اسلامی بینکاری سب سے زیادہ جہاں کامیاب ہوئی وہ سوڈان ہے ۔

سوڈان کے چھ اسلامی بینکوں نے نہ صرف حصہ داروں کو حلال رزق سے بہرہ ورکیا ہے اور دنیا کے سودی بینکوں کی نسبت زیادہ منافع دیا ہے بلکہ ان بینکوں نے سوڈان کی صنعت اور زراعت کو بھی ترقی دی ہے اور بہت سے بیروزگار انسانوں کے لئے روزگار فراہم کیا ہے ' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سرمائے کو ایسے تاجروں کے حوالے نہیں کیا جو راتوں رات دولتمند بننے کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ نفع دینے والے کاروبار میں سرمایہ لگا دیتے ہیں خواہ اس سے ایمان و اخلاق کے پرخچے اڑ جائیں (مثلاً فلمی صنعت وغیرہ) بلکہ ان بینکوں نے معاشرے کو پاکیزہ رکھا ہے اور ایسے کاروبار کی سرپرستی کی ہے جس سے ملک کی معاشی حالت میں استحکام اور پائیداری بروئے کار آتی ہے ۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ سودی نظام کے خاتمے سے کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہو اور اسلام کو سچے دل سے قبول کیا ہو تو پھر ایک مومنانہ جرأت اور ایمان و یقین سے بھرپور پیشقدمی کی ضرورت ہے متبادل راہیں خود بخود آگے بڑھ کر ہمارے قدم چومیں گی ۔ (ترجمان دین فروری ۱۹۹۲ء)

تہذیب مغرب اور لادین جمہوریت کے دو شاہکار

انسان کی ہار اور کتے کی جیت ' امریکی قصبے کا میئر کتا

اور دو آدمیوں کی آپس میں شادی

پاکستان میں سی این این نشریات کا سلسلہ بھی کہیں امریکی اہداف کی تکمیل کا حصہ تو

نہیں ؟

بات نہ ضد اور غصے کی ہے ' نہ بے جا اصرار اور نہ ہی دلائل کی کھینچا تانی کی ـــــــــــ مسئلہ سیدھا اور سادہ ہے کہ سب " انسان " ابن آدم ہونے کی حیثیت سے " مساوی حیثیت کے حامل ہیں ' سبھی کا احترام ' انسانی حقوق اور عزت و رزق کے مواقع سب کے لئے یکساں فراہم ہونے چاہئیں ' اور تمام انسانوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی ' خیر خواہی ' محتاجی اور پریشانی میں باہمی تعاون و ایثار کا رویہ اختیار کرنا چاہئے ۔

اسلام اس حد تک فراخدلی ہی سے ان امور کا موید ہی نہیں بلکہ وہ اس تصور کا علمبردار اور پاسبان بھی ہے ' اور یہ دین حق اپنے ماننے والوں کو انتہائی اہمیت کے ساتھ ان " انسانی حقوق " کے احترام کی تلقین ہی نہیں کرتا ـــــــ بلکہ حکم دیتا ہے کہ اور اس حکم کی تعمیل پر ہی وہ " مجرم " اور " محسن " کے مابین لکیر کھینچتا اور مرتبے اور حیثیت کا تعین کرتا ہے ـــــــــــــــ جبکہ اس کے برعکس بہت سے مذاہب محض خاندان ' نسب و نسل ' رنگ و علاقے کی بناء پر انسانوں کے مابین ایسی اونچ نیچ کے علمبردار ہیں جو ایک انسان کو ہمیشہ کے لئے ذلیل ،نجس ' پلید اور دوسرے کو پوتر (پاک و نیک) اور بغیر کسی عمل کے محض نسل و نسب کی بناء پر آقا ' حکمران اور پرستش کا مستحق قرار دیتے ہیں ۔

لیکن اس " مساوات " کو عقل و دانش ' تجربے اور مشاہدے ہر پہلو سے غلط اور انسانی شرافت کے منافی قرار دیا ہے کہ : ۔

(الف) ہر انسان کو ہر علم ' ہر کام ' ہر منصب اور ہر ذمہ داری کا " اہل " قرار دیا جائے ۔ اسلام اور عقل دونوں کا فیصلہ ہے کہ انسانی جسم کے امراض کے علاج کا استحقاق طبیب اور ڈاکٹر کو دیا جائے گا اور غیر طبیب اور غیر ڈاکٹر کو " اس خدمت " اور " کاروبار " کے لئے نااہل قرار دیا جائے گا ۔ اس طرح معلم و معمار ' اکاؤنٹنٹ ' ملازمت نجی ہو یا سرکاری ' ہر شعبے میں ملازمت کا دروازہ اسی شخص

کے لئے کھلا ہوگا جس نے تعلیم و تربیت کے ذریعے مطلوب دفتری کام کاج اہلیت حاصل کی ہوگی جس کے لئے اس کی تقرری کی جارہی ہے۔

(ب) خصوصی امور و معاملات میں مشورے اور رائے دینے کے لیے بھی یہ ضابطہ کار فرما ہوگا، رشتوں ناطوں میں رائے دہی ان ہی افراد کی قابل اعتماد ہو جو اس نوع کے معاملات و مسائل پر سوچنے کی صلاحیت اور تجربے کی روایات ا شہادت کے حامل ہوں۔

علمی مباحث میں رائے کا حق اصحاب علم کو حاصل ہے جو علم کے اس شعب کے عالم ہوں جو زیر بحث ہے۔ اسی طرح فیصلہ انہی کا قابل اعتماد ہوگا جو مرد شناسی، اپنے ملکی اور ملی مسائل، موجودہ اور گزشتہ ادوار کے سیاسی اصحاب مناصب کی تاریخ اور اس میدان کے نشیب و فراز سے آگاہ ہوں۔

اور ------ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں، اگر عدالت کے جج کی تقرری مطلوبہ معیار قانونی تعلیم کے حصول پر مبنی ہے اور وکیل امور عدالت اور قانونی استغاثہ و شہادت کے بارے میں مدعی یا مدعا علیہ اور گواہ کی نمائندگی اس شرط سے مشروط ہے کہ وکیل نے "قانون" کی ڈگری حاصل کی ہو ------- تو کوئی وجہ نہیں کہ جو لوگ پورے ملک کی خارجہ پالیسی اور داخلی پالیسیوں اور عوام کے حقوق و مسائل کے مالک و مختار بننے والے ہوں نہ تو ان کے بارے میں اہلیت کا کوئی معیار مقرر ہو اور نہ ہی انہیں منتخب کرنے والوں کے لئے کوئی شرط رکھی جائے کہ وہ کس صلاحیت کی بناء پر ملکی قیادت نامزد کرنے کی اتھارٹی قرار پائیں گے۔

یہ قطعی اصول، جیسا کہ ضمناً عرض کیا گیا، افراد اور اداروں دونوں میں تو تمام فیصلوں کی بنیاد ہے اور اس کی خلاف ورزی کو جہالت اور غیر انسانی عمل قرار دیا جانا دنیا بھر میں معمول ہے ------ مگر جب سیاست کا موضوع سامنے آتا ہے تو اس بات کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا جاتا ہے بلکہ اسے "غیر ترقی یافتہ

' مبنی برجہالت " اور ناقابل تسلیم قرار دے کر اس نظریہ ہی کو توہین و تذلیل کا ہدف بنایا جاتا ہے کہ سیاستدان کا کوئی علمی ' عملی ' تجرباتی ' ذہنی یا کوئی اخلاقی و ایمانی معیار مقرر کیا جائے ------- اور اسی طرح " روشن ضمیری " کے اجارہ دار اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتے کہ سیاسی قیادت اور ملک و ملت ہی نہیں ' دین و شریعت کے ' لئے قائدین کا انتخاب کرنے والے ووٹروں کے لئے بھی ایمان و اخلاق اور علم و تجربہ کی بناء پر معیار متعین کیا جائے ۔

اللہ مالک الملک کی کتاب برحق اور ہادیٔ دو عالم سیدالکونین خاتم النبیین فداہ آبائنا و امہاتنا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس عنوان پر ہماری کیا راہنمائی فرماتے ہیں ؟ اور انہوں نے قائد بننے اور قائد چننے کے بارے میں کون سے قوانین وضع فرمائے ؟ اس تفصیل کو تو ہم اس عنوان کے تحت ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے ------ لیکن چونکہ تہذیب مغرب ' امریکی تمدن اور فحاشی کی علمبردار مغربی جمہوریت کا شور و غل اتنے زور سے ماحول پر طاری کیا جا رہا ہے کہ " اسلام " ایک ضمنی ساعنوان دکھائی اور سنائی دینے لگا ہے --------- اس لئے ہم ایک " تازہ ترین انکشاف " پرستاران مغرب و محبان جمہوریت تک پہنچا کر انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ جس جمہوریت کو دین و ایمان ' اخلاق و کردار اور علم نبوت سبھی پر فائق تسلیم کرانے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں یقینی طور پر پیش آنے والی ہلاکتوں کے حوالے کرنے کو " سیاسی کارنامہ " قرار دے رہے ہیں ۔ اس انکشاف کی روشنی میں اپنے موقف پر نظر ثانی کریں ' اور اگر اللہ مصرف القلوب نے انہیں اپنی ذات کے صدقے اپنے واحد دین حق کی جانب رجوع کی توفیق عطا فرمائی تو یہ ان کی خوش بختی ہوگی ۔

امریکی ریاست جہاں کا میئر ایک کتا ہے ۔

انکشاف پر مشتمل خبر کا متن یہ ہے ۔

" سونول (جنگ فارن ڈیسک) امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کے ایک قصبہ سونول کا میئر ایک کتا ہے جس کا نام " باس " ہے جو گذشتہ تین سال سے میئر چلا آرہا ہے ' یہ قصبہ سان فرانسسکو کے مشرق میں واقع ہے ۔ " خلیج ٹائمز " کی رپورٹ کے مطابق مغربی ملکوں کی ایک روایت چلی آتی ہے کہ کسی ممتاز شہری کو شیرف یا میئر منتخب کیا جاتا ہے ' چنانچہ اس کتے کو جس کا نام " باس " ہے شہری نمبر ون قرار دیا گیا ' اور یہ میئر جب سر عام بول و براز شروع کر دیتا ہے تو لوگ اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے ہیں ۔ سونول میں گذشتہ دنوں بلدیاتی انتخابات میں اس کتے کو ۱۲۰ میں سے ۷۵ ووٹ ملے تھے ' چنانچہ اسے اعزازی میئر کا درجہ دیا گیا ہے ۔ انتخابات میں اس (کتے) کے حریفوں میں ایک بار کا مالک بھی تھا اور دوسرا زرعی سامان فروخت کرتا ہے ۔ مقامی اخبار " سونولیاں " کی نمائندہ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ آئندہ بھی انتخابات ہوں گے تو اس کتے کی کامیابی کے امکانات ہیں ۔"

مرد کی مرد سے شادی

دوسرے " انکشاف " پر مشتمل خبر کا متن یہ ہے

امریکہ میں دو نوجوان قانونی طور پر ایک دوسرے سے شادی کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ خبر امریکی اخبار " یو ایس اے ٹوڈے " میں ۲۷ نومبر ۱۹۹۰ء کو شائع ہوئی ہے ۔ تفصیلات کے مطابق ۲۷ سالہ کریگ ڈین اور ۲۳ سالہ پیٹرک گل نے ڈسٹرکٹ کولمبیا کی عدالت میں شادی کا لائسنس حاصل کرنے کیلئے ایک درخواست داخل کی ہے ' ایک ہفتہ قبل واشنگٹن شہر کے حکام نے انہیں شادی کا لائسنس دینے سے انکار کر دیا تھا ۔ ڈین نے ' جو وکیل ہے ' کہا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ہم وہی حقوق اور تحفظ چاہتے ہیں جو ایک شادی شدہ جوڑے کو

حاصل ہوتے ہیں ۔ ڈین اور گل نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ واشنگٹن شہر کے حکام کا لائسنس دینے سے انکار نہ صرف ان کے ساتھ امتیازی سلوک ہے بلکہ اس سے انسانی حقوق کے قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے کیونکہ انسانی حقوق کا قانون جنسی بنیاد پر امتیازی سلوک کی اجازت نہیں دیتا ۔ دونوں کا موقف یہ ہے کہ شہری قانون ایک سے زیادہ شوہر رکھنے والوں اور بعض دوسرے افراد کو شادیوں سے روکتا ہے لیکن اس قانون میں ہم جنسی کا ذکر نہیں ہے ' انہوں نے شادی کا لائسنس جاری نہ کرنے پر واشنگٹن شہر کے حکام کے خلاف ۱۰ لاکھ ۲۵ ہزار ملین ڈالر کے ہرجانہ کا دعویٰ کیا ہے ۔

ڈین اورگل دو سال تک ایک ساتھ رہے اور اب وہ ایک دوسرے سے شادی کرنا چاہتے ہیں ڈین نے کہا کہ ہم شادی کے قانونی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں جس میں ٹیکس کے مشترکہ گوشوارے داخل کرنے کا حق اور انشورنس کے فوائد شامل ہیں ۔ واضح رہے کہ کسی بھی امریکی ریاست میں مرد سے مرد کی شادی کی اجازت نہیں ہے ۔"

اگر درعبرت واہو جائے تو بالغ رائے دہی کے ذریعہ کثرت رائے سے ہونے والے انتخابات کو واحد صحیح اور مستحق احترام و تسلیم ذریعہ تشکیل حکومت قرار دینے والے گروہ اور افراد اس " جمہوریت " کے اس فطری انجام کو بھی زیر نگاہ رکھیں ــــــــ جو اقوام اس " جمہوریت " کی موجد ہیں جس طرح وہ اس " نتیجے " کو تسلیم کر رہی ہیں اور ان کے مبصرین سیاست ۲ برس سے اس کتے کو میئر بلدیہ تسلیم کرنے کے بعد مستقبل کے بارے میں بھی یہ پیش گوئی کر رہے ہیں کہ " آئندہ بھی جب انتخابات ہوں گے تو اس کتے کی کامیابی کے امکانات ہیں " ــــــــ اگر مغربی تہذیب اور امریکی اشاعتی پروگرام C.N.N کو انسانیت کی تعمیر و تشکیل اور کامیابی کا ذریعہ بنایا گیا وہ دن دور نہیں جب مردوں سے مردوں کی شادیاں ہونے لگیں گی ۔

سچ فرمایا رب کائنات جل و اعلیٰ نے نسوا اللہ فانساھم انفسھم بانسانوں نے اپنے مالک و حاکم حقیقی کو بھلا دیا اور اس کے نازل فرمودہ نظام زندگی کو پاؤں تلے روند کر اپنے جیسے انسانوں کے وضع کردہ نظام کو قبول کرلیا تو اللہ ذوالجلال نے انہیں یہ سزا دی کہ اپنے انسانی شرف ہی سے خالی الذہن ہوگئے ــــــــــ

اور یوں انسان ووٹروں نے اپنے جیسے انسان کو ۱۲۰ میں سے ۵۰ ' اور کتے کو ۷۵ ووٹ دے کر انسان کو ہرادیا اور کتے کو اپنا " میئر " (حاکم) چن لیا ـــــــ اور بالغ رائے دہی کے تحت اکثریت کے فیصلے کو برحق تسلیم کرنے کا " جمہوری طریق انتخاب " اپنی اصلی صورت میں سامنے آجاتا ہے۔

پی ٹی وی بالخصوص سی این این کی نشریات امریکی معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں ' یہ قوم و ملت کے خلاف ایسی خطرناک یلغار ہے کہ اگر اس یلغار کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہماری بچی کھچی اسلامی ثقافت بھی ہم سے چھن جائے گی۔

(ماہنامہ الحق جون ۱۹۹۱ء)

نوجوانوں کا ہفتہ

طاؤس و رباب اور رقص و سرود کی محفلیں :

----- حیا سر پیٹتی ہے ' عصمتیں فریاد کرتی ہیں

وزیراعظم جناب محمد خان جونیجو نے نوجوانوں کے ہفتہ کے سلسلے میں منعقد ہونے والی تقریبات کے ایک افتتاحی پروگرام میں شرکت کرکے ہفتہ جواناں کا افتتاح کیا ۔ ۲۳ دسمبر کو اخبارات کے علاوہ ٹی وی کے خبر نامہ میں قوم کو اسکی جھلکیاں دکھائی گئیں راگ و رنگ اور رقص و سرود کی محفلیں جمیں ۔ لہو و لعب کا ریکارڈ قائم ہوا ' عریانی و بے حیائی کو نچوایا گیا غلط روی اور جنسی انگیخت کی حوصلہ افزائی کی گئی ۔ بھائی بہن ' زہیب حسن اور نازیہ حسن کے رقص و سرود پر وزیراعظم سمیت ہزاروں سامعین و حاضرین ' دس ہزار سے زائد طلبہ و طالبات ' طرب و نشاط اور جوش مسرت میں دھن کی آہنگ میں سر ہلاتے اور تالیاں بجاتے رہے ۔

افسوس صد افسوس ! کہ اسلامی اخلاق و اقدار اور اسلامی نظام کی دعویدار حکومت کی طرف سے بھی ہفتہ جواناں ' اور ثقافت کے نام سے عیش و نشاط اور طاؤس و رباب کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرکے لہو و لعب ' رقص و سرود ' رنگ رلیوں ' شہوانی انگیخت ' اسلام بیزاری ' بے اعتقادی ' گمراہی ' بے راہ روی ' اخلاقی انارکی کے ایسے ٹیکے لگوائے جارہے ہیں کہ اسلامی ثقافت اور مذہبی ذہنیت اور حیا و شرافت کا جنازہ نکال دیا جائے اور قصداً ایسے حالات پیدا کئے جارہے ہیں کہ اسلامی نظام کو اپنانے اور قریب کرنے کے بجائے راستے کی رکاوٹ سمجھا جائے ۔

جب سے ملک بنا ہے تب سے اب تک ارباب اقتدار کو مغربی ثقافت و

تہذیب کا ایسا سرطان ہوا کہ نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود بھی مغرب کی عریاں ثقافت کو رواج دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور ایسے حالات پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں کہ قوم ' قمار و خمار ' رقص و سرود ' عیاشی و فحاشی ' رنگ رلیوں اور بے راہروی میں اپنی نجات سمجھنے لگے تاکہ نظریہ پاکستان اور تحریک نفاذ اسلام کے سلسلہ میں اٹھنے والے نونہالان قوم کے ہاتھ حکمرانوں کے گریبان میں پڑنے کے بجائے دادعیش میں ہلتے رہیں اور رقص و سرود کی محفلوں میں تالیاں بجاتے رہیں۔

موجودہ دور میں جس قدر اسلام کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا رہا اس سے دہ چند ' رقص و سرود اور تباہ کن مغربی ثقافت کی درسگاہیں کھولی گئیں جہاں بیک وقت لڑکوں اور لڑکیوں کو ناچ گانا سکھایا جانے لگا جنسی اختلاط کے سنہری مواقع پیدا کئے گئے ' نتیجۃً عورتوں نے گھروں سے نکل کر بازاروں ' دفتروں فیکٹریوں ' کلبوں اور رقص و سرود کے محفلوں کی راہ لی اور ایسے ایسے فیشن اختیار کئے کہ کپڑے پہننے کے باوجود ان کے بدن کا انگ انگ دعوت نظارہ دیتا رہا۔۔۔۔

حیا سر پیٹتی ہے ' عصمتیں فریاد کرتی ہیں

سرحدات پر منڈلانے والے خطرات کے مہیب بادل دیکھ کر کہیں دیدہ دانستہ ' شیطانی ثقافت کے روپ میں اشتراکی ثقافت کا بیج تو نہیں بویا جارہا۔

اشتراکیت یہودی ذہن کی پیداوار ہے کارلمارکس کے والدین یہودی تھے۔ ٹرائسکی اور لینن دونوں یہودی نژاد ہیں۔ لینن اور سٹالن کی مائیں اور بیویاں یہودی تھیں۔ اسلامی ممالک میں جہاں کہیں بھی خدا بیزاری ' صداقت دشمنی ' کتمان حق ' سود خوری ' لہو و لعب ' رقص و سرود اور عیاشی و فحاشی کی کوئی تحریک اٹھی یہودی ذہن اور یہودی سرمایہ کے بدولت اس نے نشوونما پائی۔ پاکستان میں بھی روز اول سے مغربی اور اشتراکی ثقافت کے جراثیم یہودی منشور کے اس اصول کے تحت پھیلائے جارہے ہیں۔

" دراصل ہماری کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ انسان کے نازک ترین احساسات و جذبات سے اپیل کی ہے مثلاً ہوس زر ' شہوت و حسن ' سامان تعیش کی کبھی نہ ختم ہونے والی طلب و حرص اور ان میں سے ہر ہر انسانی کمزوری علیحدہ علیحدہ بھی اس درجہ ہمارے مقاصد کے لئے کارگر ہے کہ اگر کسی کو صرف ایک ہی چیز کی چاٹ لگوانے میں ہم کامیاب ہو جائیں تو وہ انسان کی قوت فکر ' صلاحیت ' اختراع ' قوت عمل اور جذبہ پیش قدمی کو مفلوج کر دینے کے لیے کافی ہے ۔"

اسلامی ممالک ' روسی انقلاب ' اور کیمونسٹوں کے انقلابی سرگرمیوں سے باخبر حضرات جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو کھیل کود ' لہوولعب ' راگ رنگ اور رقص و سرود میں مصروف رکھنے کی خاطر کیمونسٹ اور سرخے بڑی دریا دلی سے پشت پناہی کرتے رہے ہیں ۔

حیرت ہے کہ جناب وزیراعظم صاحب نے بھی بہن بھائی کے نازک ترین رشتہ اخوت ' انسانی اور اسلامی حقوق ' اللہ و رسولؐ کے تعلیمات و احکامات کی پروا کئے بغیر نازیبہ اور ذ حیب کے رسوائے عالم اور شرم ملت کردار کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں ایوارڈ بھی عنایت فرمائے ۔

یہی وہ حربہ ہے جس سے موصوف کے پیش رو حکمران ' عوام و خواص اور ملک کے جسور و غیور باشندوں کی توجہ ملکی قانون ' نظام اسلام اور نفاذ شریعت سے ہٹانے ' انہیں تیغ و سنان سے دور رکھنے اور طاؤس و رباب کے قریب لانے کے لئے سرکاری سطح پر رنگ رلیاں منانے کا انتظام کرتے رہے تاکہ قوم لہوولعب میں مصروف رہ کر امور مملکت میں دخل انداز نہ ہوسکے ' نفاذ شریعت کا مطالبہ بھول جائے اور اسلامی انقلاب کی کوئی تحریک نہ اٹھ سکے ۔

ملک میں کیمونسٹ عنصر کی کمی نہیں جو پاکستان سے اسلام کو اور آسمان سے خدا کو نکال دینے کے لئے درانتی اور ہتھوڑے کے بجائے طبلہ اور گھنگھرو کی

سیاست سے کام لے رہے ہیں ۔ خدا نہ کرے کہ جناب وزیراعظم بھی ان کے چنگل میں آگئے ہوں کہ افتتاحی تقریب میں طبلے کی تھاپ ' نغموں کی الاپ اور گھنگھروؤں کی چھنا چھن میں ' طرب و نشاط اور لطف حیات کے جذبات سے معمور ہو کر مغنیوں ' بھانڈوں اور میراثیوں کی سرپرستی کی اور انعامات سے نوازا اس کلچر نوازی پر سوچنا بھی چاہئے ۔ رقص و سرود اور راگ و رنگ کی محفلیں کہیں غیر ملکی ثقافت کی نقالی تو نہیں ' جسے کیمونسٹ اور ان کے ہمسفر ماسکو اور نئی دہلی امپورٹ کر رہے ہیں کہ وہ اس بہانے پاکستان میں سرخ انقلاب لاسکیں ۔

ہم جناب وزیراعظم ' جناب صدر ' کابینہ اور ارباب بست و کشاد سے نہایت درد مندانہ اور مخلصانہ گذارش کرتے ہیں کہ :

اگر ہفتہ جوانان کی طرح سرکار نامدار کی سرپرستی میں مغربی و اشتراکی ثقافت کے جراثیم کی اسی طرح نشوونما کی جاتی رہی ' بہن بھائی کا فرق کئے بغیر بے حیائی اور فحاشی کے کردار پر ایوارڈ دیئے جاتے رہے ' سرخ ' عریاں اور فحش لٹریچر گلی کوچوں میں پھیلایا جاتا رہا تو نسل نو ' کو نظریہ پاکستان اور دین اسلام کی قربت حاصل نہیں ہوگی بلکہ وہ اسلام سے بے زار ہو جائے گی اس کا مرکز عقیدت مکہ اور مدینہ نہیں رہے گا ' ماسکو بن جائے گا ۔ اس کی وفاداریاں اپنے ملک و وطن کی بجائے غیر ملکی اداروں سے وابستہ ہو جائیں گی ' نئی نسل دن رات انہی کا گیت گائے گی اور ایک دن خدانخواستہ مار آستین بن کر ہچکولے کھاتی ملکی "نیا" کو تباہی کے کنارے لگا دے ۔

رہا ثقافت کا مسئلہ ' تو کسی قوم کی ثقافت بنیادی طور پر اس کے مذہب کی تجسیم ہوتی ہے ۔ اسلامی ثقافت کے تمام سرچشمے قرآن و سنت سے پھوٹتے ہیں اور چودہ سو سال سے ایک ہی نہج پر چلے آرہے ہیں جو نوجوانوں میں " اخلاق و عمل " ' ہمت و عزم " ' " ایثار و قربانی " اور " روحانیت و تقدس کی انگیخت کرتے ہیں جسم کی آرائش و زیبائش چھوڑ کر بزم جہاں کی آرائش کی فکر دلاتے ہیں ۔

اقبال مرحوم زندہ ہوتے اور ہفتہ جواناں کی افتتاحی تقریب میں رسم و رواج اور رقص و سرود کا نظارہ کرتے تو خدا جانے کیا کہتے ----- ؟ وہ تو نوجوانوں کے لئے اہل خانقاہ اور مشائخ کی رسم و رہ خانقہی دیکھ کر بھی بھڑک اٹھے ---۔

اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے ان کو سبق خود نگری خود شکنی کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

(ماہنامہ الخیر فروری ۱۹۸۴ء)

شراب و قمار، سیور ریفل ٹکٹ یا جوئے کا گرم بازار

قومی زندگی کا تشویشناک مرحلہ

مرض خواہ بظاہر کتنا ہی معمولی ہو مگر نتائج کے اعتبار سے اس وقت انتہائی پریشان کن صورت اختیار کر لیتا ہے جب مریض کے اندر اپنی علالت کا احساس ختم ہو جائے اور وہ مرض کو سمجھتے ہوئے اس پر ذہنی اعتبار سے اطمینان کا اظہار کرنے لگے - یہ بات جس قدر جسمانی امراض کے بارے میں صحیح ہے اسی قدر افراد اور قوموں کے روحانی اور اخلاقی عوارض کے بارے میں بھی درست ہے کسی اخلاقی انحطاط کے شکار فرد اور روبہ زوال قوم کی زندگی اس وقت تشویشناک مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے جب فرد اور قوم کے دل میں احساس زیاں کی چنگاری بجھ جائے اور انحطاط و زوال پر کرب و اضطراب کی ٹیس محسوس کرنے کے بجائے قلب و دماغ کی آسودگی تلاش کرنے لگیں یہ کیفیت اس امر کی واضح شہادت مہیا کرتی ہے کہ اس فرد اور قوم میں اصلاح احوال کی کوئی امنگ اور ولولہ باقی نہیں رہا اور اپنی بربادی کو اپنا مقدر سمجھ کر اس کے ساتھ ذہنی مناسبت پیدا کرنے کے لے تیار ہے - یہ بات اگرچہ بڑی تکلیف دہ ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم اہل پاکستان بحیثیت قوم مرض کے اس تشویشناک مرحلے سے گذر رہے ہیں جس میں ہم انحطاط ارو بربادی کے ساتھ ذہنی مناسبت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے مختلف حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں -

چنانچہ ملک میں قانونی ممانعت کے باوجود قومی پریس میں قطعی دستاویزی شہادتوں کے ساتھ یہ خبر چھپ چکی ہے کہ وزیراعظم کی کراچی میں ذاتی رہائش گاہ بلاول ہاؤس کو دبئی سے بڑے پیمانے پر شراب اسمگل کی جارہی ہے اور گذشتہ ہفتہ یہ خبر بھی اخبارات میں چھپ چکی ہے کہ سندھ حکومت نے مزید تین شراب خانے

قائم کرنے کے لائسنس بھی جاری کر دیئے ہیں۔

دوسرا یہ کہ ملک بھر میں تقریباً ڈھائی تین ماہ سے تمام ذرائع ابلاغ اور قومی اخبارات میں جوابازی کی تازہ ترین نئی سکیم سیور ریفل ٹکٹ کے خوشنما دلآویز بڑی سائز کے جاذب نظر، جوا انگیز اشتہارات اور اعلانات اولین صفحات اور اہم ترین نشریات کے طور پر شائع کئے جارہے ہیں۔ مگر ذمہ داران قوم اور عوامی سطح پر رد عمل اور بطور احتجاج کے بھی اب تک کوئی طاقت وراور مؤثر آواز سننے میں نہیں آئی۔ مسلم سوسائٹی اور اسلامی ریاست میں شراب کا کاروبار اور جوئے کا بازار گرم ہو اور معاشرہ کے مختلف طبقات اس ناخوب کو بھی بتدریج خوب سمجھ کر اس لئے آرام سے بیٹھ جائیں کہ فضا مکدر رہے آواز اٹھائیں گے تو لوگ خندہ استہزاء بنائیں گے۔ اور اس سے تو جمہوریت کی گاڑی کا بھی پٹڑی سے اتر جانے کا امکان ہے تو قومی زوال اور انحطاط و ادبار اپنے وقت سے پہلے بلائیں لینا شروع کردیتا ہے ----

اگر بہار چمن تم اسی کو کہتے ہو
تو اس طرح کی بہار چمن سے کیا ہوگا

خمر و میسر کی حرمت و مضرت اور جوئے کی جدید ترین سکیموں کا شرعی حکم

شراب اور جوا جس طرح آج فرنگی تہذیب میں جائز ہی نہیں بلکہ عین اس تہذیب کا جز بنے ہوئے ہیں اور دلیل عزت و شرافت ہیں اسی طرح قدیم عربی تہذیب کا بھی جزو تھے۔ اور لوازم شائستگی سمجھے جاتے تھے اکیلے عرب ہی نہیں یہ شعلے سارے روئے زمین پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہندی تہذیب، مصری تہذیب، یونانی تہذیب، رومی تہذیب تو خیر خود ہی جاہلی تہذیبیں تھیں اسرائیلی اور مسیحی

تہذیبیں تک ان کی روک تھام نہ کر سکی تھیں شریعت اسلامی ہی دنیا کا وہ قانون ہے جس نے آکر ان کی قطعی حرمت کا اعلان کر دیا ۔ اور پھر اسلامی ریاست خدا کی دھرتی پر رشک فردوس اور گہوارہ امن بن گئی ۔

قرآنی حکم نے **فیھما اثم کبیر** (کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے) کا واضح اعلان کیا ہے اثم کا لفظ ہر ایسے فعل کے لئے آتا ہے جو نیکی کی راہ سے رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو **اسم لافعال المبطئہ عن الثواب (راغب)** اثم کا اطلاق کسی عمل پر خود اسے حرام قرار دینے کے لئے کافی ہے پھر یہاں پر تو اس کی تاکید بھی کبیر کے ساتھ موجود ہے ۔

معاشرہ میں آج تک جتنے فسادات شراب اور قمار سے پیدا ہوچکے ہیں اظہرمن الشمس ہیں گالیاں یہ بکوائے ۔ بے حیائی یہ پھیلائے حرام کاری کی طرف یہ لائے بلوے دنگے یہ کرادے چوری ٹھگی پر یہ آمادہ کر دے قتل کی نوبت یہ لے آئے عبادت ' طہارت اور پاکیزہ منشی سے یہ روک دے اور اسراف تو اس کے لئے کوئی بات ہی نہیں ۔ قرآن حکیم میں خمر کی طرح " میسر" بھی اپنے وسیع معنی استعمال ہوا ہے اور جوئے کی تمام اقسام پر شامل ہے ۔ **کل شیئی فیہ قمار فھومن المیسر** (تاج) اس لغوی مفہوم پر صحابہؓ ' تابعین ' تبع تابعین اور جمیع مفسرین نے مہر تصدیق ثبت کی ہے سیور ریفل ٹکٹ بھی تو اسی " میسر" سکیم کا ایک حصہ ہے ۔ محض قمار بازی کی لائی ہوئی مصیبتیں بھی کچھ کم نہیں ہیں ۔ فرنگستان کے سب سے بڑے قمار خانے مونٹے کارلو میں ہرسال کتنی بے شمار دولت تلف ہوتی ہے جوئے کی جدید ترین شکلوں بیمہ کمپنیوں کے جوئے ' گھڑدوڑ کے جوئے ' لاٹریوں کے جوئے ۔ سٹہ بازی کے جوئے اور اب سیور ریفل ٹکٹ کے نام سے تازہ ترین جو اسکیم ' غرض کوئی کہاں تک شمار کرے ۔

امام راغب نے مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے بڑے پتے کی بات کہی کہ شراب و قماران دونوں مشغلوں کے اندر نیکیوں سے بڑی رکاوٹ ہے **فی**

تناولهما ابطاء عن الخیرات (راغب) یہ بجا ہے کہ جوئے میں جو جیتتا ہے اسے بلامشقت و تعب تھوڑی ہی دیر میں آمدنی ہو جاتی ہے ۔ مگر دینی و روحانی مضرت ' قومی انحطاط ملی زوال ' اخلاقی انار کی اور سب سے بڑھ کر خدا تعالٰی کے غضب و لعنت کا استحقاق بھی تو مقدر بن جاتا ہے ۔ یہ فخر تاریخ میں اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے ایک اشارہ سے اپنے حدود مملکت سے کہنا چاہئے کہ ان خبائث (جوا اور شراب) کا خاتمہ ہی کردیا اور افراد و اشخاص کی کارستانیوں سے قطع نظرامت کی نظر میں بحیثیت مجموعی لفظ " شرابی " اور لفظ " جواری " دونوں کو انتہائی تحقیر و ذلت کا لقب ٹھہرایا اور یہ خاص دین اسلام ہی کا معجزہ ہے کہ اس نے اپنے ایک اشارہ سے اپنے پیروؤں کو جہاں تک ان اخلاقی نجاستوں کا تعلق ہے پاکیزگی اور ستھرائی کے اس بلند مقام تک پہنچا دیا جہاں باوجود علم و فضل اور فہم و دانش کے بلند بانگ دعووں کے آج تک نہ تو اقوام متحدہ کا کوئی ادارہ یا اعتدال و احتیاط کی تبلیغ کرنے والی کوئی بین الاقوامی انجمن پہنچا سکی ہے اور نہ کوئی گورنمنٹ اور نہ کسی بھی گورنمنٹ کا قانون امتناع جاری کرنے والا کوئی ادارہ ۔

قمار بازی کے باب میں قانون اسلام سے باغی و منحرف ہو کر یورپ نے اپنے ہاتھوں سے جو اپنا حال تباہ کیا وہ عالم آشکارا ہے جہاں خود کشی اور اقدام خود کشی کے کتنے واقعات ' مے نوشی اور قماربازی کا نتیجہ ہوتے ہیں پھر مالی ابتری کا اندازہ اس سے کیجئے کہ یورپ کی پہلی جنگ عظیم سے قبل ' اکیلے ملک انگلستان سے متعلق تخمینہ ہے کہ کم از کم دس کروڑ پونڈ سالانہ کی رقم اپنے مالکوں کے قبضہ سے نکل کر جواریوں کے ہاتھ میں پہنچتی رہتی ہے (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۶ ص ۱۲۴) یہ تخمینہ یورپ کے صرف ایک ملک اور ایک چھوٹے سے رقبے سے متعلق تھا اور وہ بھی پہلی جنگ عظیم سے قبل کا ' یورپ کا کل ملکوں امریکہ ن ساری ولایتوں کی مجموعی تباہ کاریوں کے جدید ترین تخمینہ کے لئے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حساب کے کن ہندسوں تک میزان پہنچے ۔

حکومت کے خطرناک پالیسی ترجیحات

اس قدر واضح اور بیّن حقائق کے باوجود ارباب بست و کشاد حمیت اہل وطن کو خمر و میسر کی دلدادگی اور وارفتگی اور بنتِ عنب و قمار کی دیوی پر بھینٹ چڑہانے کی ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور اب کے نئے انقلابیوں نے تو قوم اور تمام اہلِ علم وفن کو رجلیّت اور مردانگی سے غیر مسلح کرکے عیاش اور بے کار بنا کر ناچ و رنگ اور ساز و آہنگ میں لگا دینے کی پالیسی کو ترجیحی طور پر اپنالیا ہے۔ مغربیت اور فیشن پرستی کو ذرائع ابلاغ میں اس قدر فروغ حاصل ہوگیا ہے کہ نوجوان ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں باہم رقابت اور حسد کرنے لگے ہیں اور اس سب کچھ کا بنیادی سبب یہی ہے کہ مردوں کو نا مرد ' عورتوں کو بے پرد ' بہادروں کو بزدل ' غیرت مندوں کو حمیت سے عاری اور حیاداروں کو حیا سے خالی کر دیا جائے یہ ساری مہم ثقافت ' قومی خدمت ' غریبوں سے ہمدردی اور فلاح کے نام پر چلائی جارہی ہے۔ کراچی میں تین شراب خانوں کے لائسنس ' انعامی بانڈز اور اب سیور ریفل ٹکٹ بھی اسی شجرہ خبیثہ کے زہریلے برگ و بار ہیں۔

اسلامی فکر اور اخلاقی اقدار کو مسمار کرنے کے لئے لادینی فحش لٹریچر ' عریاں تصاویر ' ننگے مضامین ڈرامے بکثرت نشر کراکے ارتدادی ' اشتراکی ثقافت ' دھریت و مادیت جوابازی اور حرص و لالچ کے جراثیم پھیلائے جارہے ہیں تاکہ مسلمان اسلامی عقائد و اخلاق سے منحرف ہو جائیں اسی غرض کے پیش نظر سیور ریفل ٹکٹ کی صورت میں تخیلاتی مادی ترقی کی دوڑ میں قوم کو مبتلا کرکے اسلامی تہذیب و تمدن ' اسلامی اخلاق و اعمال ' اسلامی فکر و نظر ' صبر و توکل اور تقوی و قناعت سے بلطائف الحیل متنفر کرکے انہیں مغربی تہذیب ' حرص و آز ' لالچ و مادیت اور جوا بازی کے دلدل میں آسانی سے پھنسایا جارہا ہے۔

اہل وطن کو انحطاط ' اخلاقی انار کی ' قومی ادبار ' شراب و جوابازی اور مادیت میں رقابت و مسابقت کی بدترین ہلاکت و تباہی سے دو چار کرنے میں وہی قوتیں مصروف عمل ہیں جو سیاسی اعتبار سے قومی پالیسی اور اختیار کے اعتبار سے حکومتی مشینری کے مالک ہیں اور یہ سب کچھ علم و ارتقا ' جمہوریت کے فروغ ' آزادی ' تہذیب و تمدن ' جمہوری انقلاب ' قومی خدمت اور روشن خیالی کے نام پر ہو رہا ہے اور وہ عالمی قزاق کر رہے ہیں جو اب قوم و ملت سے اخلاقی قزاقی کی دوڑ میں بھی سب سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں ----

وہ تیرا التفات ہو یا تیرا وعدہ کرم ہو
وہ ستم کا پیش خیمہ ' یہ جفا کی پیش بندی

شراب اور جوابازی کی سرپرستی یا حرص و آز کی قحبہ گری

آخر ' قومی پالیسی کے ارباب بست و کشاد جوابازی اور اخلاق باختگی کی فضا پیدا کرکے اہل وطن سے ملک کی نظریاتی اساس ' عظمت اسلام ' اخلاقی اقدار کی رفعت اور چادر عفت و حیا سلب کرنے کے درپے کیوں ہیں ؟ شرب خمر ' جوابازی اور حرص و آز کی قحبہ گری کو کیوں فروغ دیا جارہا ہے ؟ یہ اس لئے کہ حکمرانوں کے گریبانوں میں پڑنے والے نسل نو کے طاقت ور ہاتھ شل ہو جائیں اور اسلامی انقلاب کی تلوار چلانے کے بجائے جوئے کی مسابقت اور دوشیزاؤں کی آبرو اور عفت کے لوٹنے میں مصروف کار رہیں ---- اس کی اصل وجہ قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ زمام اقتدار ہی ان لوگوں کے ہاتھوں آگئی ہے جن کی روح ثقافت زدہ ' جن کے نفس خمر و میسر اور حرص و آز کے زہر سے مسموم ہو چکے ہیں اور اب یہ تصور کہ ان کے عہد اقتدار میں ابلیسی ثقافت ' ارتدادی معاشرت ' سیاسی منافقت جوابازی ' اخلاق باختگی اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مادی ترقی میں مسابقت کے

طوفان اور تباہ کن سیاہ سیلاب کے سامنے کوئی بند باندھا جائے گا ایسا ہی ہے جیسے کیکر کے درخت سے انگور کے پھل کی توقع کی جائے جب تک یہ اقتدار رہے گا اس کے مذکورہ تلخ اور زہر آلود ثمرات پھلتے اور پھولتے ہی رہیں گے اگر خیر کی توقع کی جاسکتی ہے اور اصلاح احوال مطلوب ہی ہے تو انقلاب کی جانب قدم بڑھانے ہوں گے ----

نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

دستور نیا اور نئے دور کا آغاز

اس وقت اسلامیان پاکستان ایک نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں ہر طرف سے ان کے تدیّن ' ان کے مذہبی تصلّب اور ان کے ایمان و اسلام کے خلاف یلغار جاری ہے نت نئی پالیسیاں اور سازشیں ہو رہی ہیں کئی قسم کے زہر پھیلائے جارہے ہیں طرح طرح کی فتنے جگائے جارہے ہیں کچھ لوگ اسلام سے باہر رہ کر اس سے برسرپیکار ہیں اور کچھ بدقسمتی سے اس کے اندر رہ کر لادینی قوتوں کا آلہ کار بن کر تخریب کاری میں مصروف ہیں ۔ آرٹ کونسلوں ثقافتی اداروں ' سیور ریفل ٹکٹ کے ذمہ داروں ' لادین سیاست دانوں ' تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں نے اس کے خلاف مورچے قائم کر رکھے ہیں اور اب اخبارات میں مادرپدر آزاد مضامین عریاں تصاویر اور سیور ریفل ٹکٹ کے بڑے بڑے خوشنما اشتہارات نسل نو کو اسلامی تعلیم و اخلاق سے منحرف کرنے میں مرکزی اور موثر اور بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں ۔ یہودی سازشی ذہن نے تو تعلیم گاہوں سمیت تمام سرکاری اداروں اور ذرائع ابلاغ کے اندر گھس کر کمین گاہیں بنا رکھی ہیں ۔

اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان میں اب کے جمہوری انقلاب نے حرص و آز

شراب و جوابازی اور اخلاق انارکی کے لادینی سرطان کو وسیع اور عمومی سطح پر پھیلانے کا قطعی عزم کر رکھا ہے جس سے وہ اہل وطن ' بالخصوص نسل نو کے اخلاقی ' تعلیمی اور خالص مذہبی اور دینی مستقبل کو مخدوش بنانا چاہتے ہیں ۔ شراب کی آزادی اور سیور ریفل ٹکٹ کے اجراء جیسے مذموم اقدامات اسی کا پیش خیمہ ہیں ---۔

دستور نیا اور نئے دور کا آغاز

ایسی صورت حال کے پیش نظر یہی وقت جہاد ہے اور یہی وقت انقلاب ہے ۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھروں ' اپنے محلوں ' اپنی سوسائٹی ' اپنے ماحول اور اپنے ملک و وطن کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ کہیں اس کے نونہال کو خمر و قمار ' ثقافت و ارتداد ' جوابازی ' سود خوری اور سیور ریفل ٹکٹ کے نام سے مادیت پرستی اور اخلاق انارکی کے ٹیکے تو نہیں لگائے جارہے ؟

ان میں معصیت و بغاوت اور جواری و ثقافت کے جرائم تو نہیں پھیلائے جارہے یا وہ آزاد تہذیب مغربی ثقافت اور لادینیت کا شکار تو نہیں ہوچکے ؟ جب تک قوم و ملت کے افراد اور نسل نو کی ذہنی تطہیر نہیں ہوگی ملک کا مستقبل اور اخلاق و شرافت کا تحفظ ہمیشہ خطرہ میں رہے گا ---۔

یہی انداز مے نوشی رہے گا
تو یہ شیشے نہ پیمانے رہیں گے

ارباب اختیار کے خطرناک عزائم اور اہل وطن کی ذمہ داریاں

ایسے حالات میں اہل وطن کو اجتماعی طور پر یہ سوچنا ہوگا کہ ہماری ملکی سطح کی سیاست ' ہماری مساعی و تبلیغ ہمارے مدارس و تعلیم ' ہماری جماعت سازی و تنظیم

' ہماری معاشرت و تہذیب اور ہمارے اعمال و کردار کا ہدف کیا ہونا چاہئے ' کا
پاکستان میں جمہوریت کی بحالی ' اور آزادی کے حصول کی غرض شرب، خمر اور فرو
میسر تھا ؟ کیا قیام پاکستان ' اس کی تعمیر و ترقی اور استحکام مسلمان اس لئے چاہتے
تھے کہ یہاں ناچ اور گانے کی آزادی ۔ شراب پینے اور جوا کھیلنے کی آزادی '
عریانی اور فحاشی کی آزادی اور بے شرمی و بے حیائی کی آزادی ہوگی ؟

ان چیزوں میں وہ کونسی چیز تھی اور وہ کونسی آزادی تھی جو انگریز کے دور میں
ہمیں حاصل نہ تھی ناچ گانے جوئے اور شراب اور زنا کاری سے منع کرنے وال
کون تھا ہم نے پاکستان اس لئے نہیں بنایا تھا کہ یہاں شراب اور جوئے کی اجازت
کے قوانین بنائیں ۔ سیور ریفل ٹکٹ جو اسکیم اور غیر اسلامی قوانین چلائیں یا
الحاد اور دہریت کی نظریات والی قوتوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار دے کر پوری دنیا
میں ہزیمت و رسوائی کے عنوان سے شہرت حاصل کریں بلکہ مقصد یہ تھا کہ اسلامی
قوانین کی ترویج ' نظام شریعت کی تنفیذ ' اسلامی اقدار کا احیاء نبویؐ تعلیمات کا
فروغ ' محمدی تہذیب کی بالادستی اور قرآنی تعلیم کی تدریس اور اشاعت عام ہوگی ۔
مگر یہاں کی صورت حال تو کچھ ایسی ہی ہے کہ ـــــ

چمن میں لائے تھے دامانِ آرزو لے کر
چمن سے لے کے گریبان تار تار چلے

اور

بہار میں بھی گلستان کا کیا کہوں احوال
ہیں اتنے کانٹے کہ دامن بچانا مشکل ہے

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ

جو آزادی اور جمہوریت کی جو بحالی مسلمان قوم میں اسلامی اقدار ' اسلامی

ذیب اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتی ۔ اس جمہوریت اور اس
آزادی کی حفاظت مسلمان کبھی نہیں کرسکتا دنیا کی کوئی دوسری قوم کسی دوسری چیز
کے بل بوتے پر اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے لڑسکتی ہے لیکن مسلمان اگر جان
ے سکتا ہے تو صرف ایمان اور اسلام کے لئے ۔ وہ جس ایمان کو عزیز رکھتا ہے
س کے ضائع ہونے کا خطرہ اسے سربکف بنا سکتا ہے لیکن جب سرے سے اس
کے ایمان ہی کی جان نکال دی جائے تو اس کے بعد وہ محرک کیا رہ جاتا ہے جس
کے لئے وہ جان دے گا ۔ بہر حال ہمارا کل بھی دوستوں کو یہی مشورہ تھا اور آج
ی یہی گذارش ہے کہ ہمیں ملک میں ایسا انقلاب اور ایسی جمہوریت کی بحالی ہرگز
زیب نہیں دیتی جس میں ہماری مسلم شناخت ہی گم ہو جائے اور ملک کی نظریاتی
ساس پر تیشہ چلا دیا جائے اور عملاً جوئے اور شراب کا بازار گرم کر دیا جائے جس
مہوریت اور جس انقلاب اور اس کے نتیجے میں قائم ہونی والی حکومت اور اس کی
ملی ترجیحات ملک کے اساسی نظریات کے تابع نہیں ہوں گے اور مسلمانوں پر
سیکولر جمہوریت مسلط کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اسلامی اور اخلاقی نقطہ نظر
سے ایسی جمہوریت کے خلاف مسلمانوں پر خروج اور جہاد بھی لازمی ہو جائے گا
۔۔۔

جہاں اگرچہ دگر گوں قم باذن اللہ
وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذ اللہ

(ماہنامہ الحق ستمبر ۱۹۸۹ء)

سال نو کا آغاز

یا

اخلاقی رذالت کا طوفان بلاخیز

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کے دور میں اسلامائیزیشن اور نفاذ شریعت کے ہزاروں دعووں کے باوصف " اسلامی جمہوری پاکستان " کے معاشرتی اور تہذیبی اطوار کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے ۔

نئے سال ۱۹۹۲ ء کی آمد کی خوشی میں بہت سے بنگلے نشاط گاہوں میں تبدیل ہوگئے ۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ خاندانوں نے اپنے بنگلوں میں عیش و طرب میں ڈوب کر نئے سال کی خوشیاں منائیں ۔ کئی روز قبل ہی کمرے کرائے پر لیے اور جام مئے سے ایسے دل بہلاتے رہے کہ فجر کے وقت ان ہوٹلوں کے طرب انگیز کمروں میں ٹوٹے ہوئے پیانوں کے ڈھیر لگ گئے ۔۔۔ اسلام آباد میں شراب کا کھلے عام استعمال ہوا ۔ لڑکوں اور لڑکیوں نے بھی خاصی تعداد میں شرکت کی ان تمام مقامات میں شراب پانی کی طرح استعمال کی گئی ۔ لوگوں نے اچھی شراب کے استعمال کے لیے غیر ملکی سفارتخانوں تک کے دروازے کھٹکھٹائے ۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ ء)

گجرات ۔ وقاص کالونی بھمبر روڈ کی یتیم بہنوں کو ایک بار پھر چار نامعلوم درندوں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر بے آبرو کر دیا ۔ اہل خانہ کو زدوکوب کیا اور اسلحہ دکھا کر یتیم لڑکیوں سے باری باری زیادتی کی ۔ یاد رہے کہ چند روز قبل

بھی چار افراد اہل خانہ کو رسیوں سے باندھ کر مذکورہ بہنوں کو اغوا کرکے قبرستان لے گئے اور ان سے اجتماعی زیادتی کرتے رہے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ ء)

زوال پذیر معاشرہ میں عیش وطرب ، رنگ رلیاں ، شراب نوشی ، فحاشی وعیاشی ، عزت و آبرو پر ڈاکہ ، چوری ڈکیتی ، اغوا ، قتل ، خیانت ، ملاوٹ ، رشوت ، جبر ، ظلم اور اسی نوع کے دوسرے مصائب کا پایا جانا نہ صرف مستبعد ہی نہیں بلکہ یہ رذالتیں اور بے حسی و کمینگی اس امر کی واضح اور منہ بولتی دلیل ہے کہ قومی وملی احساس ، دینی بیداری کا شعور اخلاقی اقدار اور ملکی معاشرہ زوال پذیر ہے اور قوم من حیث القوم روبہ انحطاط ہے اور اس دلیل کا جواب ، قوم کی مالی فروتنی ، کارخانہ داری ، سیاست بازی ، الزامات واتہامات ۔ مخالفین کی کردار کشی بلندبانگ دعووں اور ادھار لے لے کرسات سات ، نونومنزلہ عمارت کی تعمیر سے نہیں دیا جاسکتا ۔ اگر قومیں مکروفریب ، دجل ومنافقت ، نعرہ بازی ، بلڈنگوں کی تعمیرات مارکیٹوں کی رونق ، ہوٹلوں کی بہار اور کارخانہ داروں کے وسیع جال بننے سے عروج وارتقاء حاصل کر سکتیں تو کل کے روس اور آج کے امریکہ و جاپان کی جگہ قوم عاد قوم ثمود اور قوم ہود پوری دنیا پر چھائی ہوئی ہوتی اور زار روس کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا سنائی دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا اس لیے کہ قضا وقدر کا اصول یہی ہے اذااردناان نہلک قریہ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فدمرناھاتدمیرا (ہم جب کسی ملک کو ہلاک اور برباد کر دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو ہمارے قانون کے مطابق مرفع الحال بے راہ رولوگ فسق و فجور کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو ان پر ہمارا نوشتہ صادق آتا ہے اور ہم تہس نہس کر دیتے ہیں) ۔

قرآن حکیم کے اس واضح اصول اور وحی الہی کی اس قطعی نص کو سامنے رکھتے اور مندرجہ بالا دونوں خبروں کی نوعیت کے دسیوں واقعات جو روزانہ

اخبارات کی زینت بنتے ہیں کو بھی تصور میں لایئے کہیں قوم وملت کی ہلاکت اور ملکی سالمیت کو ہمارے اپنے اعمال تو تباہ نہیں کر رہے ـــــ

خدا سے خیر مانگو آشیاں کی نظر بدلی ہوئی ہے آسماں کی

قرآن حکیم کے ارشاد فرمودہ مذکورہ قانون کے مطابق عزت و ذلت اور عروج و زوال کا دار مدار ترقیات اور مالی ثروت پر ہرگز نہیں بلکہ اخلاقی قوتوں پر ہے۔ اس اعتبار سے اگر ہمارے معاشرے میں مذکورہ عیوب اور بداخلاقیاں پائی جاتی ہیں اور فحاشی اور عیاشی کے ریکارڈ توڑ مناظر سامنے آتے ہیں تو ان پر تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں ـــــ لیکن اس وقت جو چیز تشویش اور اضطراب کا باعث بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی بدعنوانیاں اب اس مرحلے کو چھو رہی ہیں کہ پوری قوم ان سے متاثر ہو رہی ہے اور دکھائی یوں دینے لگا ہے کہ قوم کے اجتماعی مزاج میں بگاڑ اس حد تک پیدا ہوچکا ہے کہ اگر اس وقت کسی مضبوط قوت نے ملت کا رخ ' فسق وفجور ' معصیت و آبروریزی ' شراب نوشی ' فحاشی ' اور بے حیائی سے موڑ کر اطاعت و فرمانبرداری ' عدل وانصاف اور پاکبازی وپاک دامنی کی طرف نہ موڑ دیا تو ہم نوشتۂ الہی کے مطابق اس غار میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے جس میں ہم سے پہلے بہت سی متمدن ' مہذب برسراقتدار ' عروج واقتدار سے بہرہ ور اور مادی ترقیات میں ہم سے کہیں زیادہ فائق تر قومیں گرائی جاچکی ہیں اور اب ان کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کے نام اور اعمال بطور عبرت و موعظت کے لیے سنائے جارہے ہیں اس وقت جس صورت حال سے ہم دو چار ہیں حکمران ' سیاستدان ' قومی راہنما ' دینی زعماء اور قوم کا باشعور طبقہ غرض سب جانتے ہیں کہ جس ہولناک کثرت سے انسانی شہ رگ کا خون ہمارے شہروں میں بہایا جانے لگا ہے ملک کے تمام اضلاع بالخصوص سندھ میں انسانی قتل وغارت گری کی جو المناک صورت حال سامنے آرہی ہے اس سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ ہم بھی زندگی اور بہیمیت میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ

ہمارے نزدیک ایک انسان کی گردن کاٹنے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپنے اور اس کے سینے میں گولی پیوست کرنے کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی کھلنڈرا کسی جانور کو اپنے سامنے باندھ کر نشانہ بازی کرنے کی مشق کرنے لگے بالفاظ صحیح انسانی جان کا احترام ختم ہوچکا ہے اور ہم میں سے ہر شخص وحشت زدہ اور مبتلائے خوف ہے۔

گاڑیوں اور بسوں میں ڈاکوؤں کی رفتار اتنی تیز ہوچکی ہے کہ ہر مسافر دوران سفر اس خطرے کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھتا ہے کہ کوئی افتاد نہ پڑ جائے۔ اور بجائے اس کے زندہ وجود کے اس کی لاش اس کے گھر پہنچا دی جائے اغوا کی لعنت نے تو ہر بچی اور ہر عورت کی جان، آبرو اور عصمت کو پُر خطر بنا دیا ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کسی بہو بیٹی کو غنڈے سڑک، سٹیشن، موٹروں کے اڈے سے ہی نہیں، ان کے گھر کی چار دیواری سے اچک کر لے جائیں اور اس کے ورثاء تازندگی اپنے قلوب کو رستے ہوئے ناسور کے حوالے کر دیں جیسا کہ بطور مثال گجرات کا مندرجہ بالا واقعہ ایک مرقع عبرت آپ کے سامنے ہے --- ع

حیا سر پیٹتی ہے عصمتیں فریاد کرتی ہیں

ذرا ایک قدم آگے بڑھیئے! آپ محسوس کریں گے کہ اب خوف وہراس صرف شرفاء غرباء اور کمزوروں ہی پر مسلط نہیں گذشتہ دو تین سال سے جس ڈاکہ زنی، اغواء، آبرو ریزی اور قتل و غارت کے واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے تو اب ہر زور آور، ہر پارٹی باز، ہر غنڈہ اور غنڈوں کے سرغنوں تک پر یہ ہول طاری ہوگیا ہے کہ کہیں کوئی سنسناتی ہوئی گولی اس کے سینے میں پیوست نہ ہو جائے اور نہ جانے کس لمحے کوئی خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپ دیا جائے۔

یہ وحشت انگیز ماحول یکایک پردہ غیب سے منصہ مشہور پر ظاہر نہیں ہوا بڑی دھیمی رفتار سے اس نے آغاز سفر کیا جب اس نے دیکھا کہ محافظ غافل اور شکار مدہوش ہے تو اس نے قدم تیز کر دیئے جب اسے محسوس ہوا کہ چار سو ہو کا

عالم ہے اور حاکم محکوم سبھی اپنے دھندوں میں مصروف اس کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں تو یہ بدمست ہاتھی کی طرح شور مچاتا اور چنگھاڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا ایسے میں اس نے معاشرے اور اس کے رہنماؤں میں بہت کو اپنا سرپرست اور معاون بنایا ۔ تو اب اس نے طوفان کی صورت اختیار کرلی ہے ۔۔۔ اور ٹھیک اس وقت جبکہ اسی کی تباہ کاریوں کے خلاف اظہار اضطراب ہونے لگا ہے ' اسی لمحے ہمارے ہاں کے سینما ہالوں میں ' ریڈیو ' ڈراموں اور ٹیلی ویژن پروگراموں میں ہر روز لاکھوں انسانوں کو قتل ' ڈکیتی ' شراب نوشی ' فحاشی ' اغوا اور بدمعاشی کے ایسے ایسے گُر پردہ سکرین پر عملی صورت میں دکھائے جا رہے ہیں کہ جن سے سینکڑوں افراد قتل کرکے پولیس اور پبلک دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے میں کامیاب ہو رہے ہیں ہم اپنے مکتبوں ' اپنی لائبریریوں اور اپنے ذریعہ ہر صبح بے شمار ڈرامے ' افسانے ' قاتلوں کی کہانیاں ' عشق ومحبت کی داستانیں اور کامیاب غنڈوں کی آپ بیتیاں اپنے ملک کے باشندوں تک پہنچا رہے ہیں جن کو پڑھ کر وہ جرائم اور مظالم کے نئے نئے طریقوں سے آگاہ ہو رہے ہیں اور عملاً ان کی مشق میں بھی کامیاب ہو رہے ہیں علاوہ ازیں ہمارے ہاں جو قانون رائج ہے جس نظام شہادت پر فصل خصومات کی بنیاد قائم ہے مقدمات کی پیروی کے لیے وکلاء جو کردار ادا کر رہے ہیں اور عدالتیں جس رفتار سے مقدمات کا فیصلہ کرپا رہی ہیں یہ سب عناصر مل جل کر ایسی فضا تیار کر رہے ہیں کہ مجرم سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر ارتکاب جرم کرے ہر شریف آدمی عدالت کے کٹہرے میں شاہد کی حیثیت سے کھڑے ہونے سے گریز کرے اور جو کسران عناصر جزاء وسزا سے رہ جائے اسے رشوت و سفارش کا عفریت پورا کر دے ۔

یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے کہ شراب کی ممنوعیت کے قانون کے باوصف نئے سال کا آغاز کھلے عام شراب نوشی سے کیا جائے ۔ یتیموں کے ایک ہی گھر کو اپنی ہوس شہوت کا بار بار نشانہ بنایا جائے اور اس کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو قتل کے ایک

مقدمے کا فیصلہ چار پانچ سال بعد ہو چوری کے مقدمہ کے فیصلہ ہونے تک مسروقہ مال کی طبعی عمر ہی ختم ہو جائے اغوا کے مقدمے میں اغوا کنندہ مستغیث کو اپنے وکیل کے ہاتھوں اتنا ذلیل کر دے کہ وہ آئندہ نسلوں کو بھی وصیت کرنے پر مجبور ہو جائے کہ کبھی بھی اغوا کی رپٹ نہ لکھوائی جائے تو اس کا انجام اس کے سوا اور کیا نکلے گا کہ جرائم روز افزوں ترقی کریں اور معاشرے کے افراد دو حصوں میں منقسم ہو جائیں۔

موجودہ حالت کے قبیح ترین تناظر میں ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے کاش !

ایسے مربی افراد ' ایسے زعماء قوم اور بہی خواہان ملت معاشرے میں موجود ہوتے جو اپنے قول اور سیرت دونوں سے افراد معاشرہ کو یہ یقین دلاسکتے کہ اس ناپائیدار زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہوگی اور اس کے اچھے برے ہونے کا تمام تردار و مدار اس دنیا کی چند روزہ زندگی کے درست اور نہ درست ہونے پر ہے -

حکمران وہ ہوتے جو مناصب اور عہدوں کے حریص نہ ہوتے جو منافقت اور مفاد پرستی سے آشنا نہ ہوتے اور جو ہر آن اس یقین سے سرشار ہوتے کہ وہ عوام و خواص کی جانوں ' ان کے اموال ' ان کی عزتوں اور عصمتوں کے نگران ہوتے اور ان کی کامیابی اور ناکامی کا مدار اسی پر ہوتا کہ وہ اپنے ذمہ عائد کئے گئے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتے ہیں -

عدلیہ اور انتظامیہ کا محور وہ قانون ہوتا جس کی رو سے قتل تک کے مقدمہ کا فیصلہ چند گھنٹوں میں ممکن ہوتا اور صورت حال یہ ہوتی کہ ادھر ایک یا چند اشخاص نے کسی کو قتل کیا دوسرے لمحے ان پر مقدمہ چلا شہادتیں ہوئیں جج نے محنت شاقہ برداشت کی مقدمے کے ہر پہلو پر غور کیا ' فیصلہ صادر کیا اور جلاد نے بھرے مجمع میں قاتل کا سر تن سے جدا کر دیا - چور نے مال چرایا ثبوت بہم پہنچا پانچ یا دس

ہزار کی جمعیت کے روبرو چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ۔ زانی کو سزاوار عقوبت قرار دے کر ہزاروں افراد کے سامنے سنگسار کر دیا گیا ۔۔

اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کی آنکھیں کس حقیقت کا مشاہدہ کرتیں ؟ اس کا جسے ہم آج اپنے گرد وپیش رقص کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں --- یا ---۔ دیکھنے والے یہ دیکھتے کہ ایک واقعہ سنگساری اور ایک سزائے قطع ید اور ایک قصاص کے بعد مدتوں زنا چوری اور قتل کی کوئی واردات دیکھنے یا سننے میں نہ آتی ۔۔

لہٰذا موجودہ صورت حال اور ناگفتہ بہ ماحول میں ہم یقین بھرے دل سے کہتے ہیں کہ آج ہم جس صورت حال میں گرفتار ہیں اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ

(الف) تمام مسلمان دینی قوتیں قومی اصلاح اور دینی فلاح پر کام کرنے والی تنظیمیں ' علماء اور دانشور ' ایمان و یقین کی دعوت اور اصلاح اخلاق کا آغاز از سرنو اس انداز سے کریں کہ فسق و معصیت کے بادل چھٹ جائیں قلوب علام الغیوب کی جانب مائل ہوں ' اس سے ڈریں دنیا کے بالمقابل آخرت کی نعمتوں اور دنیا کی تکالیف سے بچنے پر آخرت سے محفوظ رہنے کو فیصلہ کن ترجیح دینے لگیں ۔

(ب) حکمرانوں اور حکام کا نقطہ نظر بدل دیا جائے ۔ مغربی افکار نے جو تصورِ حکمرانی اور حکومت کے مناصب کا ہمیں دیا ہے اس سے دستکش ہو کر مناصب حکومت کو ذمہ داریِ ' مسئولیت ' خدمت خلق اور مملکت کی امانتوں سے عہدہ برآ ہونے کا ذریعہ سمجھیں اور یہ یقین کر لیں کہ ان کی نجات و فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے ذمہ تفویض کردہ امور و معاملات کو بخشندہ منصب خدائے ذوالجلال کی منشاء کے مطابق انجام نہیں دیں گے ۔۔۔۔

سردست یہ دو بنیادی تبدیلیاں ہمارے نزدیک اصلاح کا نقطۂ آغاز ہیں اور جس تشویش انگیز صورت حال سے ہم دو چار ہیں اس سے نکلنے کا واحد ذریعہ بھی ' ۔۔ مگر ہم حددرجہ تاسف اور رنج والم کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سب کچھ ہو

رہا ہے اور سب کر رہے ہیں ۔

مگر یہی کام جس موثر انداز میں ہونا چاہیئے تھا نہیں ہو رہا --- حکمرانوں کے انداز ' مقاصد ' اہداف ' طریقہ کار اور طرز سیاست بہر حال مایوس کن ہے مگر خیر کی تمام قوتیں ' بہی خواہان قوم وملت اور علماء و مصلحین امت بھی اس کے سدباب کے لیے کسی موثر لائحہ عمل کے سوچنے اور مسلمانوں کو دینی فلاح اور اسلامی انقلاب اور منصب نبوت پر اعتماد کی راہ لانے کی نہیں سوچیں گے ۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله وما نزل من الحق ۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۹۲ء)

حیا سر پیٹتی ہے عصمتیں فریاد کرتی ہیں

۲۷ نومبر ۱۹۹۱ء کو کراچی میں معروف سیاستدان شوکت حیات کی بیٹی کے گھر شرم وحیا اور انسانیت سے عاری انسان نمادرندوں نے جو المناک اور وحشتناک کھیل کھیلا وہ پوری قوم کے لیے شرمناک بھی ہے اور افسوسناک بھی پاکستان میں ہم نے یہ مناظر بھی دیکھنے تھے انا الله وانا الیہ راجعون ------

بسے نادیدنی ہا دیدہ ام من
مرا اے! کاش کہ مادرنہ زادے

مگر اس سے بڑھ کر اذیت ناک اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ اس قیامت خیز و قوعے کی شکایت کے باوجود ذمہ داران حکومت کی خاموشی لاتعلقی اور بعد میں صرف اخباری بیانات کی حد تک لیپاپوتی کا سنگدلانہ مظاہرہ ہے --- معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں علماء سیاستدانوں ' عام شہریوں اور خواتین کی عزت و آبرو بھی جنس سیاست بنا دی گئی ہے ' جسے بدترین حماقت ' اور حددرجہ سفیہانہ اور احمقانہ اقدام ہی قرار دیا جاسکتا ہے ۔ تاہم یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ یہ کہیں عزیز اور محترم ذات کی طرف سے قرآن و سنت کے علمبردار دینی حلقوں کے نمائندہ اور وقار

اورعظیم رہنما مولانا سمیع الحق کے عنوان سے علماء حق کے ساتھ کی جانے والی اوچھی سازش کا انتقام تو نہیں ؟ حکومت کے کار پردازوں ' اسلام آباد کے تخت نشینوں ' صدر محترم (جو بزعم خود بے داغ شخصیت ہیں) اور وزیر اعظیم تک نے گذشتہ دنوں دین و شریعت اور علماء حق کے ساتھ کھیلے جانے والے جس سیکنڈل کے ساتھ عملاً سیر و تفریح کا معاملہ برتا شاطر حکمرانوں اور بے دین قوتوں اور خفیہ ایجنسیوں کے بعض فرسودہ اذہان نے جن کھائیوں میں علماء کو دفن کرنا چاہا انکے اپنے اعمال بدنے " وینا حیات کیس) کی شکل میں خود انہیں اس میں دھکیل دیا ہے ' اور وہ خود اپنے کیئے کی بدترین سزا بھگت رہے ہیں مگر یہ توابھی قدرت کی طرف سے تنبیہہ وانذار کا آغاز ہے اور اگر اب بھی آنکھیں نہ کھولیں تو پھر انجام ..... بھی تو اس کے ہاتھ میں ہے

ظلم و بہیمیت اور درندگی و حیوانیت اور بد اخلاقی کی جس انتہاء پر ملکی سیاست پہنچ چکی ہے ' علماء حق کی عزت و آبرو اور ناموس پر جس اوچھے انداز سے حملے کیے جا رہے ہیں حوا کی بیٹی کی آبرو کو جس طرح سرعام رسوا کر دیا گیا ہے ۔ انسانی تاریخ میں اس کی مثالیں کم بلکہ کالعدم ہیں اور یہ دور ملکی تاریخ کا سیاہ ترین دور قرار پائے گا ۔ انگریز اور ظالم سامراج کے دور میں بھی اپنے مخالف سے انتقام لیا جاتا تھا اسے کالا پانی ' جزیرہ انڈمان اور جیل کی تاریک کوٹھڑیوں میں بھیج دیا جاتا تھا ' تختہ ء دار پر لٹکا دیا جاتا تھا مگر عزت و آبرو پر حملہ اور سرعام کسی کی پاکدامنی اور عفیف سیرت کو داغدار کرنے کی جرأت بھی نہیں کی جاسکی --- جب سیاست پستیوں کی اس آخری سطح تک آجائے تو یہ نہ سیاست ہے اور نہ انتظام حکومت ' یہ محض کمینگی اور رزالت ہے ۔ حماقت و سفاہت ہے جذبات دنیۂ کی تسکین اور قساوت قلبیہ کا اظہار ہے اس نوعیت کا ہر عمل گھناؤنا جرم ہے اور جب جرائم پر اصرار ہو ' اور اس کا احساس بھی نہ ہو جب علماء حق کی پگڑی اچھال کر اور ان کی آبرو پر ہاتھ ڈال کر نفاذ شریعت کا راستہ روکا جائے ۔ تو پھر قدرت کی طرف سے

اس کا مواخذہ بھی سخت ہوتا ہے اور گرفت بھی بے ڈھب ہوتی ہے۔

کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیہ ناصیہ کاذبہ خاطئہ ' ہاں! ہاں! اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے ' پیشانی دروغ و خطا میں آلودہ ---

نہ جا اس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

تاریخ کے ادوار میں اس نوعیت کے مختلف کردار کا جب مطالعہ کیا جائے تو ایک چیز بہر حال سامنے آہی جاتی ہے کہ مسلمانوں کی خانہ ویرانی کے ذمہ دار انگریز ہندو ' سکھ اور سامراج ہی نہیں مسلمان جاگیردار ' منافق حکمران ' سرمایہ دار ' مترفین ملحدین اور حکومت کے اہلکار بھی ہے۔

لاریب! شوکت حیات کی بیٹی کی عزت کا معاملہ پوری قوم کی عزت کا سوال ہے مسلمانوں کی بیٹیوں کی ناموس کی حفاظت پوری قوم کی ذمہ داری ہےمگر یہ واقعہ اپنے وجود اور وقوع کے اعتبار سے ہرگز کوئی نیا واقعہ نہیں۔ اس نوعیت کے دسیوں واقعات روزانہ اخبارات کے صفحات کی زینت بنتے ہیں ' کئی والدین ہیں جن کے جگر گوشوں کو اغوا کر لیا گیا ہے کئی خاندان ہیں جن کے افراد خانہ کو باندھ کر ان کی بیٹیاں اٹھالی گئی ہیں یہ ابھی کل کے روزنامہ پاکستان کی خبر ہے کہ جبرًا دوشیزاؤں کو گھر سے اٹھا کر قبرستان میں لایا گیا ہے اور وہاں باری باری ان کی آبروریزی کی جاتی رہی ' مگر غریب شہریوں کی بیٹیوں کے ناموس کے تحفظ کو سیاسی زبان نہ مل سکی ' بلکہ اکثر اوقات تو ان سے رپورٹ بھی درج کرنے کا حق چھین لیا گیا -- ع

حیا سر پیٹتی ہے عصمتیں فریاد کرتی ہیں ------- ایسے حالات میں قومی زعماء کا یہ فرض بنتا ہے کہ منظم منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے شوکت حیات کی بیٹی کی آبرو ریزی کرنے والے مجرموں سمیت ملک بھر میں ہونے والے ایسے

تمام کرداروں کو ٹھکانے لگائیں جو قومی آبرو اور ملک کے تمام درودیوار کو " اُس بازار " کی دنیا بنا دینا چاہتے ہیں

باقی رہی حکمرانوں کی بات ' انہیں تو اس پر سوچنے کی فرصت ہی نہیں ' وہ دماغ کے غنی اور دل کے غبی ہیں وہ اپنے سوا کسی کے وفادار نہیں ' حلق سے اوپر بات کرتے ہیں سیدھی بات جانتے ہی نہیں وہ اپنی ذات میں اتنے محصور ہیں کہ اپنے اقتدار کے تحفظ کے سوا کسی عقیدے کسی خیال کسی تحریک کسی عزت و ناموس ' کسی رہنما ' کسی حیا اور کسی مسلک کے وفادار نہیں ۔ ان کا سیاسی قد کاٹھ جتنا بلند ہے ان کا دینی فہم ' قومی جذبہ اور اخلاص اتنا ہی پست ہے اس لئے حکمرانوں سے کوئی درخواست ' کوئی اپیل یا کوئی توقع محض ایک رسم ہے جو ہر لحاظ سے عبث ہے ' دیوار سے ہزار بار چلنے کو کہہ دیا جائے کب چلے گی ! ------

جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے ۔

(ترجمان دین دسمبر ۱۹۹۱ء)

باب ۲

دفاعی اور فوجی صلاحیتوں کا استحکام

آزاد قوموں کو اپنی آزادی اور خود مختاری کی ضمانت دفاع میں خود انحصاری ہی سے مل سکتی ہے اگر مسلمانوں کو نفاذِ شریعت اور پیغامِ اسلام کی اشاعت اور واقعتہً غلبۂ دین کی خواہش ہے اگر وہ پھر سے دنیا کی قیادت اور رہنمائی کا فرض انجام دینا چاہتے ہیں تو اس کیلئے ممتاز سیاسی قوت اور تربیت' صنعت و علوم تجارت' ٹیکنالوجی اور فنِ حرب میں مکمل تیاری اور خود انحصاری کرنی ہوگی انہیں زندگی کے ہر شعبے اور زندگی کی ہر ضرورت میں یہودیوں' روسیوں' صیہونیوں، ہندوؤں اور اہلِ مغرب سے بے نیاز ہونا پڑے گا انکی استغناء اس سطح کی ہو کہ وہ کھانے پینے، رہنے سہنے، ہتھیار بنانے اور زندگی کے معاملات کا نظام چلانے میں آزاد اور خود مختار ہوں وہ اپنی زمین کے خزانے خود برآمد کر کے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں وہ اپنے نظام اور اپنی حکومتوں کو اپنے ہی آدمیوں اور اپنی ہی دولت سے چلائیں چاروں طرف پھیلے ہوئے سمندروں میں انکے اپنے بحری بیڑے اور جہاز شور کر رہے ہوں وہ اپنے ہی ہتھیاروں سے دشمن کا مقابلہ کر سکیں انہیں مغربی ممالک سے قرض لینے کی ضرورت پیش نہ آئے نہ تو وہ کسی جھنڈے تلے آئیں اور نہ وہ کسی غیر اسلامی کیمپ میں شامل ہونے پر مجبور ہوں۔

دفاعی صلاحیت میں پاکستان کی خود کفالت

ہندوستانی کلچر پاکستان میں - اور پاکستانی ایٹمی تنصیبات کے نقشہ جات ہندوستان میں الحمد اللہ ! کہ گذشتہ ماہ پوری قوم نے یہ خبر بڑی مسرت سے سنی کہ پاکستان نے طویل فاصلے تک زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائیلوں کے کامیاب تجربات کئے اور ۳۰۰ کلو میٹر تک رسائی رکھنے والے میزائلوں کے بنانے کی اہلیت بھی حاصل کرلی ہے - گویا بارود کی تیاری میں ۹۰ فیصد خود کفالت اور ۲۰۰۰ تک اپنے ٹینک بنالینے کی صلاحیت بھی پیدا ہوگئی -

سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کے ارتقاء کے اس دور میں ملکی سالمیت اور یہودی سازشوں اور صیہونی عفریت کا سر کچلنے کے لئے ہتھیاروں کی ضرورت ہے جسے ہم خود بھی استعمال کریں اور دنیا کے مسلمانوں کو بھی فراہم کرسکیں - مملکت عزیز کا دفاع اور اسے پڑوس میں اٹھنے والے فتنوں سے محفوظ رکھنا خود ہماری بقا کا مسئلہ ہے جس کے لئے اغیار کے ہتھیار پر انحصار کے ساتھ کامیابی کا حصول ' محض خیال و محال اور جنون کے سوا کچھ بھی نہیں -

آزاد قوموں کو اپنی آزادی اور خود مختاری کی ضمانت ' دفاع میں خود انحصاری ہی سے مل سکتی ہے - اگر مسلمانوں کو نفاذ شریعت اور پیغام اسلام کی اشاعت اور واقعۂ غلبہ دین کی خواہش ہے - اگر وہ پھر سے دنیا کی قیادت اور رہنمائی کا فرض انجام دینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ممتاز سیاسی قوت اور تربیت ' صنعت و علوم تجارت ٹیکنالوجی اور فن حرب میں مکمل تیاری اور خود انحصاری کرنی ہوگی - انہیں زندگی کے ہر شعبے اور زندگی کی ہر ضرورت میں یہودیوں ' روسیوں ' صیہونیوں ' ہندوؤں اور اہل مغرب سے بے نیاز ہونا پڑے گا - ان کی استغناء اس سطح کی ہو کہ وہ اپنے کھانے پینے ' رہنے سہنے ' ہتھیار بنانے اور زندگی کے معاملات کا نظام چلانے میں آزاد اور خود مختار ہوں وہ اپنی زمین کے خزانے خود برآمد کرکے اس سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں - وہ اپنے نظام اور اپنی حکومتوں کو اپنے ہی آدمیوں اور اپنی ہی دولت سے چلائیں -

چاروں طرف پھیلے ہوئے سمندروں میں ان کے اپنے بحری بیڑے اور جہاز شور کر رہے ہوں وہ اپنے ہی ہتھیاروں سے دشمن کا مقابلہ کر سکیں ۰ انہیں مغربی ممالک سے قرض لینے کی ضرورت نہ پیش آئے ۔ نہ تو وہ کسی جھنڈے تلے آئیں اور نہ وہ کسی غیر اسلامی کیمپ میں شامل ہونے پر مجبور ہوں ۔

بد قسمتی سے پاکستان نے یوم تاسیس سے لے کر تاہنوز علم وسیاست، اور صنعت و تجارت میں مغرب کی دریوزہ گری اور احتیاج کے اظہار کا وطیرہ اختیار کئے رکھا تو مغرب نے اس کا خون چوسا ۔ اس کی زمین کا آب حیات نکال کرلے گیا ۔ مغرب کے سامان تجارت مصنوعات ہر روز پاکستان کی منڈیوں میں ' بازاروں اور جیبوں پر چھاپے مارتی اور ہر چیز صاف کرتی رہیں ۔ حکمرانوں کی نا اہلی اور سیاستدانوں کی خود غرضیوں کے پیش نظر ہم مجبوًا امریکہ بہادر سے قرض لیتے رہے جس کے نتیجے میں اپنی حکومت کا انتظام کرنے ۔ اہم اور کلیدی عہدوں کو پر کرنے ' دفاع کی ضرورت کو پورا کرنے حتی کہ اپنی فوج تک کو ٹریننگ دینے کے لئے امریکہ کے رہین منت رہے ۔ ہماری انتظامی اور ملکی قیادت وہاں کا سامان تجارت و صنعت منگواتی رہی ۔ وہیں سے اسلحہ منگا منگا کر ان کا بار منت اٹھاتی رہی اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ انتظامیہ سمیت ملک کی تمام سیاسی قیادت کو امریکہ بہادر ہی کو پاکستان کا استاذ ' اتالیق ' مربی ' سرپرست ' حاکم اور سردار باور کرالیا گیا ہے

چنانچہ حال میں نیویارک ٹائمز میں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں تیار ہونے والے لڑاکا بمبار طیارے بنانے کا منصوبہ منسوخ کر دیا ہے ۔ ضیاء مرحوم نے چین کے تعاون سے یہ طیارے پاکستان میں بنانے کا فیصلہ کیا تھا ۔ اور اس کے لئے ۲۰ کروڑ سالانہ بجٹ بھی مختص کیا گیا تھا ۔ لیکن موجودہ حکومت نے وہ مختص رقم امریکہ سے طیارے خریدنے کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ جب کہ بھارت عرصہ سے جدید لڑاکا طیارے اپنے ملک میں بنا رہا ہے

نیز گذشتہ سارک کانفرنس کے موقع پر طے پانے والے معاہدوں کی روشنی میں اب پاکستان میں ہندوستانی کلچر کی راہ بھی ہموار ہوگئی ہے اور پاکستان کے تمام ایٹمی تنصیبات کے نقشہ جات ہندوستانی حکومت کو فراہم کئے جائیں گے۔ جب کہ یہ امور ہمارے قومی مفادات کی صریحًا نفی کرتے ہیں۔ اگر اس معاہدہ کو بلا تاخیر منسوخ نہ کیا گیا تو ملکی ساکھ اور وقار کو تو دھچکا لگ ہی چکا ہے ملکی سالمیت بھی شدید معرض خطر میں پڑ جائے گی۔

بہر حال ملک کے دفاعی معاملات کے حوالے سے بھی حکومت کے خطرناک عزائم منظر عام پر آگئے ہیں۔ جو قومی مفادات کے اعتبار سے انتہائی نقصان دہ اور خطرناک پالیسی ہے۔ خارجہ پالیسی تو اس قدر ناقص اور بھیانک ہے کہ ملک میں سیاسی قیادت کے بیرونی آقایان، ولی نعمت امریکہ کے حکم اور اس کے رائے کے بغیر کوئی کام بھی انجام نہیں پاتا۔ موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ تک کے انتخاب میں امریکہ بہادر نے مین پاور کا کردار ادا کیا ہے الزام اینکہ علمی اور صنعتی زندگی کے اس اہم شعبہ میں مسلسل کوتاہی کے خمیازہ اور تعزیہ میں تاہنوز ہم طویل اور ذلیل زندگی کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ ہم پر مغربی قیادت اور سرداری مسلط کر دی گئی ہے۔ جس نے دنیا میں ہر جگہ تباہی وغارت گری، قتل وخون ریزی اور خودکشی برپا کی۔ اگر پاک فوج اور مملکت کے ارباب بست وکشاد نے پاکستان کی علمی و صنعتی تیاری اور اپنی زندگی کے معاملات میں مزید غفلت برتی یا دفاعی صلاحیتوں کی تکمیل کے سلسلہ میں کسی سازش کا شکار ہوگئے تو موجودہ مؤنث قیادت اور اب کی سیاسی رسوائیوں سے بڑھ کر مملکت عزیز کی تقدیر میں مزید بد نصیبی اور شقاوت لکھ دی جائے گی اور خدا نہ کرے کہ مسلمانوں کے ابتلاء کی مدت اور بھی طویل ہو جائے۔

ہمیں حیرت ہے کہ دفاع کے معاملے میں خود کفالت سے اعراض اور امریکہ پر انحصار کرنے والے قومی مفادات اور ملکی سالمیت کے تحفظ کے دعوے کس منہ سے کر رہے ہیں۔ جن قوموں نے اپنی آزادی کی حفاظت خود نہیں کی تو انہیں اس جرم

ضعیفی کی سزا بھی " مرگ مفاجات " ملی ہے ۔ پاکستان کو دفاعی اعتبار سے محتاج اور دست نگر اور کمزور کرنے کا فیصلہ پورے عالم اسلام کے لئے مایوس کن ہوگا۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ خارجہ پالیسی اور حکمت عملی اور دفاع کے شعبہ میں پاکستان کو ایک مضبوط باوقار ' دوسروں کے احتیاج سے آزاد اور مستحکم مملکت کی صورت میں دنیا کے نقشہ میں قائم رکھے : (ماہنامہ الحق اپریل ۱۹۸۰ء)

افواج پاکستان کی تاریخی مشقیں

" ضرب مومن "

پاک افواج کی حالیہ تاریخی مشقیں " ضرب مومن " ایک ایسی پیش رفت اور مبارک اقدام ہے جو ہر لحاظ سے لائق تحسین و قابل صد آفرین ہے ۔ گو کسی بھی ملک کی افواج کی اس قسم کی مشقوں سے قوم و ملت کے حق میں کسی بڑے اور اہم انقلابی نتائج اور اثرات کی توقعات وابستہ کرنا قبل ازوقت سہی ' تاہم مضمرات و محرکات اور پاکیزہ مقاصد کی بنا پر مسلمان سپاہیوں اور کسی بھی اسلامی ریاست کی مسلمان افواج کی اتنے بڑے پیمانے پر مشقیں بذات خود ایک بڑی کامیابی ہے ۔

کیونکہ اس سے پورے قوم میں سپہ گری ' اجتماعیت ' حفاظت ملک و وطن ' جوش جہاد اور جذبہ جاں سپاری کی آبیاری ہوتی ہے ۔ اتحاد ملی کا احساس اجاگر ہوتا ہے ۔ جو مسلمانوں کے ایک روشن مستقبل کی غمازی کرتا ہے ۔

مسلمانوں کا باہمی اتحاد ' اسلامی ریاست کی تشکیل ' افواج اسلامی کی تربیت ' ملی و فکری یک جہتی اور دفاعی صلاحیتوں کی بقا و حفاظت ایک ایسی چیز ہے جسے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور بقا و سالمیت میں ریڑھ کی ہڈی جیسا مقام حاصل رہا ہے ۔

قرآن و حدیث از اول تا آخر مسلمانوں کو ریاست کی ضرورت ' منظم اجتماعی زندگی کی اہمیت ' دین و سالمیت میں تفریق و ضلالت سے گریز ' اتحاد و اجتماعیت ' دفاعی صلاحیت کے انضباط و بقا اور باہمی افتراق و انتشار ' تحزب و شقاق سے اجتناب کی تلقین سے لبریز ہیں ۔ ارشاد ہے ۔

واعدو لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدو کم واخرین من دونھم لا تعلمو نھم اللہ یعلمھم

(انفال)

اور ان کے مقابلہ کے لئے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو۔ اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی کہ تم انہیں نہیں جانتے

اسلام پوری دنیا کو باہمی مربوط قوم ' جسدواحد ' ایک خاندان اور سیسہ پلائی دیوار سے تعبیر کرتا ہے ' " بنیان مرصوص " " اسنان المشط " اور " جسدواحد " سب اسی تعلیم اتحاد اور جذبۂ دفاع و جہاد کی تمثیلات ہیں۔

مسلمان دنیا کی ایک فاتح 'سرخرو اور بالادست قوم ہونے کے باوجود آج اغیار کی دریوزہ گر اور دشمنوں کے رحم و کرم پر رہنے اور خوشی خوشی طوق غلامی پہننے والی قوم بن کر رہ گئی ہے یہ وہ قوم ہے جسے قدرت نے بے پناہ وسائل ' رزق ' گوناگون خزائن ' بے حساب معدنیات ' زمینی قوتوں 'پٹرول ' سونا اور فولاد تک سے بے تحاشا مالا مال کر دیا ہے۔ افرادی لحاظ سے بھی وہ دنیا کی ایک عظیم تر قوت ہے ۔ جغرافیائی اتصال وارتباط کے لحاظ سے بھی چین سے لے کر کاشغر تک وہ زمین کے لئے ناف اور دنیا کے لئے دل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے مسائل یورپ کے لئے غنیمت ' ان کی سلطنتیں یورپ کے لئے جاگیر ' اور ان کے افراد غلام بنا دئے گئے ہیں۔ یورپ مسلمانوں کی تمام جوہری توانائیوں کو حاصل کرتا اور بدلے میں انہیں بے دینی ' فحاشی ' تہذیب زندقہ ' الحاد عریانیت ' مادیت ' کفر وشرک زیغ و فساد باہمی منافقت ' جنگ و جدال ' افتراق وانتشار کے تحائف دے کر چاروناچار اپنے ہی دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یورپ کی کوششیں یہی ہیں کہ دین اسلام خود مسلمانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے اس کی

خوبیاں چھپی رہیں ۔ اس کے لئے یہ امید افزا علامت ہے کہ مومن خود ایمان سے محروم رہے وہ اسے تھپکیاں دے دے کر سلائے رکھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جاگ اٹھے اور اپنی تکبیروں اور ضرب مومن سے فسانہ وافسوں اور شیطانی سحر و طلسم کے تار پود بکھیر دے ۔ مومن کو جدوجہد کی رزمگاہ سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے ۔ تاکہ زندگی کے ہر محاذ پر وہ ناکام ہی ہوتا رہے اور بساط عالم پر مومنانہ رول نہ ادا کرسکے ۔ اور اس کی کامیابیوں کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں نے آج تک خود کو پہچانا نہیں ۔ اور اپنی دفاعی صلاحیتوں کو مضبوط کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی وہ پالیسی نہیں اپنائی جو خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کے مطابق ہو وہ جہاں بانی اور حکمرانی کے تمام آداب بھلا بیٹھے ہیں ۔ ان کی تیغ بے نیام کند ہوکر رہ گئی ہے ۔ ان کی نومیدی جاوید کا یہ حال ہے کہ اب گویا حرمت جہاد پر اجماع ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

ذلت وادبار شکست وریخت مسلمانوں کے مقدر کی چیز نہ تھی ۔ مگر اپنی اخلاقی و روحانی ' مادی و سیاسی اور دفاعی صلاحیتوں کی حفاظت سے بے اعتنائی ' افتراق وانتشار اور باہمی جنگ و جدال نے ہمیں غیروں کا لقمۂ تر بنائے رکھا ۔ اسی بیماری کے یہ تلخ اثرات ہیں جسے آج تک کسی نہ کسی صورت میں بھگت رہے ہیں ۔ پاکستان کا دولخت ہو جانا کوئی بھول جانے والا حادثہ نہیں اور اب تو صوبائی عصبیت کے عفریت نے مزید حصے بخرے کی ٹھان لی ہے اغیار نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں کو باہمی جنگ و جدال میں ڈال دیا ہے ۔ سندھ جل رہا ہے کسی وقت بھی یہ ابلنے والا لاوا آتش فشاں بن سکتا ہے ایسے حالات میں پاک فوج کی عظیم جنگی اور دفاعی مشقیں روشنی کی ایک کرن ہیں ۔ جو عالم اسلام کے افق پر نمودار ہوئیں ۔ صرف پاکستانیوں کے لئے نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں اور امن پسند قوتوں کے لئے کتنی مسرتوں ' ولولوں اور شادمانیوں کا ذریعہ بنیں ۔

بلاشبہ ایسی مشقیں ' خودکفالت اور دفاعی صلاحیتوں کی حفاظت اور فوجی تربیت

کا شاندار اہتمام ہونا چاہئے ۔ اور ہمیں اجتماعی طور پر اپنے عروج و زوال ' فتح و شکست اور رذالت و پستی کے اسباب کا کھوج بھی لگاتے اور خرابی و بربادی کا مداوا بھی کرتے رہنا چاہئے ۔۔۔۔۔۔۔

مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دونفس مثل شرر کیا

یہودی استعمار ' ہندو عیاری اور روسی یلغار سے کسی بھی طرح کی چشم پوشی ' مداہنت یا نرم رویہ نہیں برتنا چاہئے ۔ بلکہ اس بارے میں ہمارا شیوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اقوال اور اعمال والا ہونا چاہئے کہ ابھی ہتھیار نہیں رکھے تھے کہ جبرائیل امین کی اطلاع پر یہود کا پوری طرح قلع قمع کرنے کے لئے دوبار مستعد ہوگئے ۔ ارشاد ربانی بھی یہی ہے :

وقاتلوا ھم حتی لا تکون فتنہ

جب تک فتنہ کفر کی پوری بیخ کنی نہ ہو مسلمانوں کو آرام کرنے کا حق نہیں بلکہ مصروف جہاد رہنا چاہئے تاہم یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مسلمانوں کی قوت ' غلبہ واتحاد اور فتح و عزیمت کا اصل سر رشتہ تمام مادی اور ظاہری اسباب سے بڑھ کر غیر محسوس اور روحانی بنیادوں ' ایمان کی پختگی ' اسلام کی راستبازی اور اس سے صحیح اور کامل شکل میں وابستگی پر ہے ۔ یہ رشتہ ایمان واسلام ' قومی ترقی واستحکام اور خود مختاری و ملی قوام کی خشت اول ہے جس کے مقابلے میں پوری زمین اور اس کے ساری قوتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ۔

" ضرب مومن " تب کارگر ہوگی جب ضارب واقعتاً بھی مومن ہو ۔ لہٰذا واقعی ترقی واستحکام اور قومی سلامتی کے لئے تجدید ایمان ' تعمیل اسلام اور خدا و رسولؐ سے اٹوٹ وابستگی کو بھی غور و فکر اور تمرین و مشق کا بنیادی مسئلہ بنانا چاہئے ۔ نظریاتی بنیادوں کی تطہیر اور استحکام کے لئے قرآن اور قرآنی تعلیمات کو اپنی قومی و ملی ' سیاسی ' دفاعی اور فوجی پالیسیوں کا محور بنانا ہوگا ۔ دی سی آر اور جنسی

آزادی کے تمام محرکات سے پاک فوج کی بارکوں کو پاک کرنا ہوگا ۔ اور ان کے عقائد و نظریات کو اوہام و خرافات اور شک و تذبذب کے ظلمات سے نکال کر یقین و معرفت کے انوار سے روشن کرنے کا اہتمام بھی کرنا ہوگا کیونکہ مسلمان مغرب کا ہو یا مشرق کا ' جب مومن ہے اور واقعتہً مومن ہے تو لا الہ الا اللہ کہنے اور عقیدہ کے اتحاد کے بعد کسی دوسرے کلچرل ' ثقافتی تربیت ومعاہدہ اور تہذیب کا محتاج نہیں ۔ عقیدہ کا استحکام " ضرب مومن " کو غیر فانی اور لادوام استحکام بخشتا ہے ۔

عالمی سطح پر کفر کی " ملت واحدہ " کو اب نہ تو اشتراکیت سے خطرہ ہے نہ مغربی جمہوریت سے اور نہ ملوکیت سے ۔ وہ صرف اور صرف امت مسلمہ اور ملت محمدیہؐ سے لرزہ براندام ہے جس کی خاکستر میں نئی زندگی کے شرارے اور عزم و ہمت کے انگارے چھپے اور دبے ہوئے ہیں ۔ جس کی رسی جل گئی ہے مگر اس کے بل نہیں گئے ۔ اس امت میں میں باشعور و باصلاحیت افراد عبقری شخصیتوں ' رجال کار اور مردان غیب کی اب بھی کوئی کمی نہیں ۔ جو شکست کو فتح سے بدلنے ' ہاری ہوئی بازی کو جیتنے اور ڈولی ہوئی کشتی کو ترانے کی اہلیت اور ہمت رکھتے ہیں ۔ اس قوم میں ایسے اصحاب عزیمت واستقامت اب بھی موجودہ ہیں جن کی سحرخیزی وشب بیداری ہنوز برقرار ہے ۔ ان کی راتیں سوزوگداز عرض و نیاز میں بسر ہوتی ہیں ۔ جو اشک سحرگاہی سے وضو کرتے ہیں ۔ دعائے نیم شبی اور نالہ سحرگاہی جن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے ـــ کفار عالم زمانے کے انقلابات اور مقتضیات سے مبتلائے فکر وغم ہیں ۔ کہ وہ کہیں اس امت کی بیداری کا سامان نہ بن جائیں ۔ اور پھر سے وہ دین محمدیؐ کی طرف بازگشت کرکے نور ایمان سے معمور جذبہ اسلام سے بھرپور " ضرب مومن " بن کر نہ ابھرنے لگیں ۔ کہ مسلمانوں کی بیداری کا مطلب ایک قوم کی بیداری نہیں بلکہ پوری دنیا کی بیداری ہے اس قوم میں تو ذات و کائنات کا رشتہ جڑا ہوا ہے جہاں اس میں احتساب نفس ہے وہیں

احتساب کائنات بھی ۔۔۔۔۔۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دین کی " احتساب کائنات "

ہماری دعا ہے کہ پاک فوج کی " ضرب مومن " پوری ملت کے لئے عمدہ واعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ مثبت اور نتیجہ خیز ثمرات کا ذریعہ ثابت ہو اور پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان اس کے برکات سے مالا مال ہوں ۔ آمین

اس تحریر کے مطالعہ کے بعد آئی ایس آئی کے سابق سربراہ اور جہاد افغانستان کی ایک اہم حامی شخصیت " جناب لیفٹیننٹ جنرل حمید گل تحریر فرماتے ہیں مجھے اپنے لئے آپ کی محبت کا ہمیشہ احساس رہا ہے جس کے لئے میں بہت ممنون ہوں ۔ جہاد افغانستان کے ضمن میں میری معمولی سی خدمت کے عوض آپ جیسے خداپرستوں کے لئے میرے لئے انس اور محبت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور مہربانی ہے

ضرب مومن پر الحق کا اداریہ نہایت جامع اور دوررس مقاصد کی نشاندہی کرتا ہے ۔ میری اپنی نگاہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا وقت آگیا ہے اورخداوند عزوجل نے اسلام کے قافلے کی قیادت کا فرض پاکستان کی جھولی میں ڈال دیا ہے لیکن شومئی قسمت کہ ہم خود گم گشت منزل ہیں ۔ اور اپنے فروعی مسائل سے چھٹکارہ نہیں پا رہے ۔ تاہم خداوند تعالیٰ کے اپنے انداز ہیں ۔ یقین کامل ہے کہ تاریخ کا رخ متعین ہوچکا ہے ۔ جسے ریت کی دیواروں سے نہیں روکا جاسکتا ۔ شاخ نازک پر بنے ہوئے آشیاں لمحہ بہ لمحہ مسمار ہوتے جارہے ہیں ۔ اور وہ دن دور نہیں جب انشاء اللہ اسلام کا حقیقی پیغام دنیا کے قلب ونظر میں پیوست ہو جائے گا ۔ انسانیت کی فلاح و بہبود اسی راستے میں ہے اور یہ قدرت کا اٹل فیصلہ ہے ۔

والسلام ۔ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل (ماہنامہ الحق اپریل ۱۹۹۰ء)

ملکی سالمیت اور دفاعی استحکام کی جانب اہم پیش رفت

بالآخر مملکت عزیز پاکستان نے بھی اپنے دفاعی خود انحصاری اور خود کفالت کی جانب پیش رفت کرتے ہوئے تجرتہً پہلا ٹینک " الخالد " تیار کرلیا ہے جس کا وزن ۴۸ ٹن ہے اور جس میں بارہ سو ہارس پاور کا انجن لگا ہوا ہے دنیا کے بہترین اور جدید ٹینکوں میں شمار ہوتا ہے ۔ اس ٹینک میں ۱۲۵ ملی میٹر کی توپ لگی ہوئی ہے جو دو کلو میٹر کے فاصلہ پر حرکت کرتی ہوئی چیز کو نشانہ بنا سکتی ہے ۔ ٹینک کے گولے پھینکنے کی رفتار دنیا کے کسی بھی ٹینک سے زیادہ ہے ' ٹینک میں طیارہ شکن توپ بھی موجود ہے ۔ اس ٹینک کے ۲۵ فیصد پرزے ملک میں اور ۲۵ فیصد چین میں تیار ہوئے ہیں جبکہ ۱۰ فیصد پرزے دوسرے ملکوں سے منگوائے گئے ہیں ۔ اس پر ۱۵ لاکھ ڈالر لاگت آئی ہے جبکہ مغربی ملکوں میں بننے والے اسی قسم کے ٹینک کی لاگت ۵۰ لاکھ ڈالر ہے ۔ ۱۹۹۳ء تک اس کی پیداوار شروع ہو جائے گی اور ہر سال تین ٹینک بننے لگیں گے ۔

امریکی محکمہ خارجہ کی ایک سابق اہم شخصیت اور ایل نائی یونیورسٹی کی ممتاز پروفیسر سٹیفن کوہن نے کہا ہے کہ " پاکستان اب امریکی امداد کے بغیر بھی اپنا دفاع کرسکتا ہے ۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۱ء)

پاکستان کی سالمیت ' دفاعی استحکام ' امریکہ سے بے نیازی اور خود انحصاری و خود کفالت میں پیشرفت صرف پاکستانی باشندوں ہی کیلئے نہیں بلکہ اسلامی ملکوں اور تمام مسلم امہ کے روشن مستقبل ' تحریکات آزادی کی نصرت و حمایت اور عالم اسلام

کے بین الاقوامی مسائل کے حل میں اس سے جو وزن پڑے گا وہ یقیناً مسلم امت کے اتحاد ' غلبہ اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں ایک اہم موڑ اور مؤثر عنصر ثابت ہوسکتا ہے ۔

ہم جب عالم اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب بارہ کروڑ ہے جن میں ایک تہائی سے زائد تقریباً ۴۵ کروڑ کی تعداد مسلم اقلیتوں کی ہے ' آزاد مسلم مملکتوں کی تعداد ۴۶ ہے ۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں مسلمان موجود نہ ہوں ' مگر اس کثرت کے باوجود ہم بالادست نہیں بلکہ مغلوب ہیں ۔ فلسطین میں ' کشمیر میں ' افغانستان میں ' ہندوستان میں اور روسی ریاستوں آذربائیجان وغیرہ میں ہمیں پیٹا جارہا ہے ---- اور جہاں کہیں ہماری کامیابی کی منزل قریب ہوتی بھی ہے ' وہاں فتح کے آخری مرحلے میں اس پر مایوسی کے سائے پھیل جاتے ہیں ۔ افغانستان میں مجاہدین کی شاندار کامیابیوں کو اب کی تازہ ترین صورتحال کے تناظر میں دیکھا جائے تو بڑی طاقتیں اسے تاراج اور غتربود کرنے کی مذموم مساعی میں مصروف نظر آتی ہیں ' ایسا کیوں ہے ؟ آج کی نشست میں ہماری گزراشات کا یہی اصل موضوع ہے ۔

درحقیقت اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم مسلمان " **من حمث القوم ادخلوا فی السلم کافہ** " کی واضح صریح اور قطعی حکم کے باوصف بھی اس پر پورا نہیں ادھورا عمل کر رہے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کے ایک اہم ترین حصے کو صدیوں سے نظر انداز کیے بیٹھے ہیں بلکہ اس نسخہ کیمیا کے بعض نہایت اہم اجزاء کو اپنی قومی و ملکی ' اجتماعی اور ملی شفایابی کی حکمت عملی میں استعمال ہی نہیں کر رہے ' حالانکہ اسلام مسلمانوں کو روحانی توانائی کے ساتھ جسمانی اور مادی توانائی کے حصول پر بھی یکساں زور دیتا ہے ----- حضرت طالوت کا جب جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت طالوت کو علم و فن اور جسم و طاقت دونوں کی وسیع قوت مہیا کی گئی جسے قرآن حکیم نے " **بسطۃ فی العلم و الجسم** " کے مختصر مگر معانی اور

مفاہیم کے اعتبار سے جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے ---- پھر جب فولاد کا زمانہ آیا اور لوگوں میں فولادی قوتوں سے استفادے کا رجحان پیدا ہوا تو حضرت داود علیہ السلام کو اس پر بالادستی عطا کی گئی ' جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :-

فهز موهم باذن الله وقتل داود جالوت واٰتاه الله الملک والحکمة و علمه مما یشاء

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۰۵)

پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دی اور داوٗد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان کو (یعنی داوٗد کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا ۔

ملکہ سبا کے مقابلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے محض تعلیم حکمت و تبلیغ دین اور ارشاد و ہدایت پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ان کو دشمن کے مقابلے میں غالب آنے والی قوت تسخیر دے دی گئی ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی شان و شوکت ' قوت و اقتدار اور اس کے دربار کے ساحروں کے مقابلے میں تورات اور یدبیضاء پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اس کے اژدہوں کی قوت کو زیر کرنے والا عصادیا گیا ۔

امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے کثیر و سائل ' بے پناہ جنگی قوتوں ' اسلحہ اور آلات حرب و ضرب کو تاراج اور ڈھیر کرنے کے لئے بدرواُحد ' احزاب ' تبوک ' حدیبیہ اور مکہ وطائف سمیت سینکڑوں سریات اور غزوات سے گزارا گیا ۔

مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت صدیوں سے اس غلط فہمی میں مبتلا چلی آرہی ہے کہ ہم صرف استدلال کی قوت ' قرآنی آیات کی تلاوت ' اسلام کی برکت اور محض جوش جہاد سے میدان مارلیں گے اور باطل کو شکست دے کر حق کو غالب کردیں گے ' ایسے فرسودہ استدلالات میں جھٹ سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں باطل تو آیا ہی اس لئے ہے کہ چلا جائے اور حق کی آمد کا مقصد ہی اعلاء کلمتہ

الحق ہے جو غالب ہو کر رہے گا **قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔** اگر ایسا ممکن ہوتا تو فرعون کے دربار کا مکالمہ ' اولوالعزم پیغمبر کے معجزات عصاویدبیضا اور دعوت و ارشاد میں خلوص اور پیغمبرانہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غالب کر دینے کے لئے کافی ہوتا ۔

نمرود اور اس کے ہمنوا لوگوں سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پر خلوص خطاب ' مدلل اور مسکت مناظرہ اور حقائق پر مبنی مکالمہ آپ کو غالب کر دیتا ۔

امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ' پاکدامنی ' عدل و راستی اور امانت و دیانت اور شرافت اور پرخلوص دعوت ' نزول وحی کا مشاہدہ اور کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت ہی اہل مکہ کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی اور ہجرت کی صعوبت ' جہاد اور جدال کی مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہ ڈالا جاتا ۔

کفر و طاغوت اور جبرو استبداد کی مذکورہ آفتوں میں کون ہے جو دلائل کے مقابلہ میں کھڑا رہ گیا ہو ؟ قرآن کی منظر کشی کے مطابق نمرود اور فرعون تو ہکا بکارہ گئے اور کفار و مشرکین مکہ کانوں میں انگلیاں اور روئی ٹھونسنے لگے کہ مبادا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ادا ہونے والا کوئی لفظ کانوں میں نہ پڑجائے ورنہ دل اور دماغ کی شکست یقینی ہے ----- مگر اس ذہنی شکست کو کوئی بھی قبول کرکے حق کو آگے آنے کا راستہ نہیں دیتا بلکہ اگلے مرحلہ میں وہ مادی قوتوں سے حملہ آور ہوتا ہے ----- پھر اہل ایمان اگر مادی قوتوں سے بالکل ہی محروم ہوں تو شعب ابی طالب میں قیدی ہونے کا تجربہ اور قتل و جدال کے منصوبے انہیں ہجرت پر مجبور کر دیتے ہیں ۔

پھر سیرت نبویؐ اور سیرت صحابہؓ آپ کے سامنے ہے کہ حددرجہ مظلومیت کے ساتھ اپنے وطن سے نکالے جانے والے مہاجرین کو غلبہ حق کے لئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر خواہ وہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہوں میدان بدر ' احد ' تبوک '

خیبر میں آنا پڑتا ہے اور اس مسلح جہاد ' مادی وسائل کی فراہمی اور ٹکراؤ سے فتح مکہ کا دروازہ کھلتا ہے -- ع

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

قرآن حکیم نے سورۃ الحدید میں اس مسئلہ کو کھول کر اور بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام ' ان پر اتاری جانے والی تمام کتابیں اور خیرو شر کا تعین کرنے والی میزان سب کے نزول کا مقصد عالم انسانیت کے قسط یعنی عدل و انصاف کی بنیاد قائم کرنا ہے -

جب تم یعنی نبی،قرآن اور میزان کی تعلیمات سے حاصل شدہ روحانی قوت کے ساتھ میدان عمل میں نکلو گے اور باطل کو چیلنج کرو گے تو وہاں تمہیں باطل کی مادی قوتوں سے بھی ٹکرانا پڑے گا جن میں ہتھیار ' خوراک ' ذرائع مواصلات اور دیگر وسائل شامل ہیں ' اس کے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے فولاد اتارا ہے جس میں بڑی قوت بھی ہے اور انسانوں کے لئے لامحدود معاشی منافع بھی -

سوال یہ ہے کہ عالم اسلام نے خود اپنے طور پر اس مادی قوت سے سبکدوش اور لا تعلق ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا ہے ؟ وہی قرآن ' وہی اس کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ' جو انبیاء ' کتب سماوی اور میزان کی اہمیت پر زور دے رہے ہیں کیا اس فولاد میں چھپی ہوئی اور اس کے معاشی فوائد اور اس سے استفادہ کی ضرورت کی اہمیت نہیں بتا رہے ؟

مسلمانوں نے کیوں اسے اپنی فہرست ترجیحات سے خارج کردیا ہے ؟ ہماری اسی غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ پائپ لائن میں امریکی اسلحہ اور ہتھیار آنا بند ہو جائیں تو افغانستان میں جہاد کی سرگرمیاں ماند پڑجاتی ہیں ------- درحقیقت لوگ وہی ہیں ' جذبۂ جہاد اور شوق شہادت بھی وہی ہے مگر دوسری جانب اسلحہ کے جو انبار ہیں ان کے مقابلے کی برابر کی مادی قوت موجود نہیں یا کم از کم اپنے

دفاع کے وسائل ناپید ہیں۔

عراق نے بھی روس کے عطا کردہ ' ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ سے حاصل شدہ اور سعودی عرب اور کویت کے خرید کردہ اسلحہ سے جنگ لڑی مگر نتیجہ کیا نکلا ؟ عراق آخر میں چیخ اٹھا اور یہی کہا کہ مجھے بے رحم اور بھیانک واہر مشینری کے ذریعہ شکست دی گئی ہے۔ پھر صدام کے جذباتی اور نا عاقبت اندیش ہمنواؤں نے بھی یہی صدا لگائی کہ یہ تو " ہائی ٹیک " کی فتح ہے۔

ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ عالم اسلام کے زوال و انحطاط کا نقطہ آغاز اسباب اور وسائل کے لحاظ سے یورپ کا صنعتی انقلاب ہے جس نے طاقت کے توازن کو درہم برہم کر دیا ہے۔ ہم عصری علوم میں بہت پیچھے رہ گئے ' یورپی اقوام جدید اسلحہ اور جدید ذرائع مواصلات سے لیس ہو کر ' ہم پر ٹوٹ پڑیں تو مراکش سے انڈونیشیا تک کوئی مسلم ملک ان کے سامنے نہ ٹھہرسکا۔ اور نو آبادیاتی دور کی سیاہ چادر نے ان سب کو ڈھانپ لیا۔ عسکری میدان میں شکست اور سیاسی اقتدار کے خاتمہ کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو سالہ عہد غلامی کے سیاہ دور میں مسلمان الحاد ' عیسائیت ' اشتراکیت ' سیکولرازم اور نیشنل ازم کے عقائد و نظریات کی زد میں آگئے جس سے ان کی تہذیبی و اخلاقی اقدار بھی بری طرح پامال ہوئیں اور جدید مغربی اور دینی فکر سے عاری نظام تعلیم نے انہیں مزید ذہنی محکومی اور فکری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

اور جب بیسویں صدی کے وسط سے عالم اسلام کا دوبارہ آزادی کا دور شروع ہوا ' انڈونیشیا ' ملائشیا اور مراکش اور الجزائر تک یکے بعد دیگر مسلم ممالک آزاد ہوتے چلے گئے تو استعمار نے عرب ممالک میں اپنے اقتصادی استحصال کا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ان کی پیٹھ میں اسرائیل کا خنجر گھونپ دیا اور اس کے بعد خوف اور جارحیت کی فضا قائم کرکے ہتھیاروں کی خریداری کا دائمی نظام قائم کر دیا تاکہ تیل کی دولت عرب ملکوں میں تعمیر و ترقی کے کام نہ آسکے بلکہ امریکہ ' برطانیہ

' فرانس اور دیگر اسلحہ ساز ملکوں کے بینکوں میں جمع ہوتی رہے ------ پھر یہی ہوا کہ کچھ دولت پُرتعیش زندگی کی چاٹ لگا کر درآمدشدہ سامان کی قیمت کے طور پر وصول کرلی گئی اور جو باقی بچی اسے محلات کی تعمیر کی صورت میں مٹی میں ملادیا گیا ۔ داخلی استحکام کے لئے جس صنعتی ڈھانچے اور فنی وسائنسی علوم میں ترقی کی ضرورت تھی اس طرف وسائل کا رخ کچھ غیروں کی سازشوں اور کچھ اپنی غفلت و کوتاہی کے سبب ہو ہی نہ سکا ۔

ان طویل گذارشات کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ مسلم ممالک جب تک یورپ کے صنعتی عہد سے بگڑا ہوا یہ توازن طاقت درست نہیں کریں گے اور صنعتی ترقی پر توجہ نہیں دیں گے جو " ہائی ٹیک " اور اسلحہ سازی کی طرف بڑھنے کی لازمی شرط ہے ' اس وقت تک ہم غیروں کی محتاجی ' ان کے استحصال اور معاشی و سیاسی تسلط سے نجات نہیں پاسکیں گے ۔ یہ کام عصری علوم میں تیزی سے دسترس حاصل کرنے کا متقاضی ہے ' یہ آزاد ممالک میں نظام تعلیم فوری تبدیلی اور مسلم دنیا میں اہل افراد کی اس سمت پیش رفت کے بغیر ممکن نہ ہوسکے گا ۔

ہمیں مسرت ہے کہ پاکستان نے الخالد ٹینک بنا کر اس جانب مثبت اور مستقبل کے لحاظ سے نتیجہ خیز قدم اٹھایا ہے ۔ اگر واقعتہً پاکستان اس پوزیشن میں ہے کہ اسے بقول امریکی محکمہ خارجہ کی اہم شخصیت پروفیسر سٹیفن کوہن کے " اپنی سالمیت کے تحفظ اور مدافعت میں امریکی اسلحہ کی کوئی ضرورت نہیں ۔" تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے ؟

اب یہ حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ فکری تہذیبی اور نظام تعلیم کے اعتبار سے بھی وہی رخ اختیار کریں جو بحیثیت مسلمان اور ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کے ان سے مطلوب ہے ۔ جب مادی وسائل کے ساتھ روحانی قوت شامل ہوگی تو وہاں دشمن کی ظلمت و کفر کی درخشندہ بستیوں میں اندھیرا اور تمس سوتیرہ کے ہاتھوں سے ان کو تین تیرہ ہونے ہی کا [illegible] گا ۔ ([illegible] جولائی ۱۹۹۱)

اوجڑی کیمپ راولپنڈی کا حادثہ

۱۰ اپریل کی صبح کو دالحکومت راولپنڈی میں اس وقت قیامت صغریٰ برپا ہوگئی جب ڈیوٹی پر تعینات افسروں کی بے احتیاطی یا کسی غیر ملکی بڑے ہاتھ کی تخریب کاری کے نتیجے میں اوجڑی کیمپ راولپنڈی میں دھماکہ ہوا ' بم تھے کہ اُبل پڑے مکانات ' محلات ' کھیل کود کے میدان ' بازار سینما گھر الغرض اسلام آباد اور راولپنڈی میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو بموں کے تباہ کن اور ہولناک مناظر سے محفوظ رہی ہو۔ ایک سو جانیں لقمہ اجل بنیں اور ایک ہزار افراد زخمی و مجروح ہوئے اور سینکڑوں افراد لولے لنگڑے اور اپاہج ہوگئے کئی خاندان اجڑ گئے اور سینکڑوں بچے یتیم رہ گئے۔ دیدہ عبرت وا ہوتی تو اسے تازیانہ عبرت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے تمام ملت کی سدھار کا فیصلہ کرلیا جاتا اور اس قیامت صغریٰ کے ابتلاء سے

اذا زلزلت الارض زلزالها و اخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها يومئذ تحدث اخبارها بان ربك اوحى لها۔ الخ قرآنی صداقتوں اور اس طامتہ الکبریٰ کے ہولناکیوں کے لئے تیاری کا واقعی کچھ سامان بھی فراہم کرلیا جاتا۔

مگر ہوا کیا ؟ تین روز تک قومی سطح پر سوگ منانے اور متاثرین کے لئے معاوضے اور آئندہ بھرپور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے اعلانات اور وعدے کئے گئے مگر کیا اس قدر زبانی جمع خرچ ٹی وی اور ریڈیو پر بیانات اور اخباری شہ سرخیوں سے اصل درد کا مداوا ہو سکے گا۔ علماء حق کے احتجاجی مظاہرے ' پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کے خطاب سے قبل مولانا سمیع الحق کا صدر ضیاء الحق سے نفاذ شریعت کا بھرپور مطالبہ اور انتباہ۔ جواباً حسب روایت صدر کے اسلام کی محبت میں مگرمچھ کے آنسو بہانا اور عملاً اپنی ڈگر پر قائم رہنا۔ دوسری طرف ایک بھارتی اداکار دلیپ کمار کی پاکستان آمد ' سرکاری سطح پر اس کی زبردست پذیرائی '

وزرائے اعلیٰ ' مرکزی وزراء ' وزیراعظم اور صدر پاکستان کا استقبالیوں اور تقاریب میں اس کے گرد گھومنا ' راولپنڈی میں دھماکے والی شب ' رات گئے تک دارالحکومت کے ذمہ دارافسروں اور مقامی انتظامیہ کے سربراہوں تک کا لیاقت جمنازیم میں راگ رنگ رقص و سرود اور طاؤس و رباب کی محفلیں برپا کرنا جس میں ملک بھر کے فنکاروں ایکٹروں اور ڈانسروں نے لہوولعب کا ریکارڈ قائم کیا ۔ عریانی و بے حیائی کو نچوایا گیا ۔ غلط روی اور جنسی انگیخت کی حوصلہ افزائی کی گئی ۔ اقتدار کے ذمہ دار افراد طرب و نشاط اور جوش مسرت میں دھنوں کی آہنگ میں سر ہلاتے اور تالیاں پیٹتے رہے ۔ رنگ رلیوں شہوانی انگیخت اسلام بیزاری بے اعتقادی گمراہی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی کے ثقافت کے نام سے ایسے زہریلے ٹیکے لگوائے گئے کہ اسلامی ثقافت مذہبی روحانیت اور حیاء وشرافت کا جنازہ نکال دیا گیا اور یہ حکمران طبقہ قصداً ایسے حالات پیدا کر رہا ہے کہ اسلامی نظام کو اپنانے کی بجائے اسے راستے کی رکاوٹ باور کرایا جائے ۔ اداکار دلیپ کمار کی آمد اور تقاریب کی خبروں کو نشریاتی اداروں اور اخبارات نے جس انداز سے لیا اس سے قصداً ارباب بست و کشاد قوم کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ قمار و خمار رقص و سرود عیاشی و فحاشی رنگ رلیوں اور بے راہ روی ہی میں ان کی نجات اور قومی ترقی کا راز مضمر ہے ۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔

ان کا مقصد یہ ہے نفاذ شریعت کی حمایت میں نوجوانوں کے ہاتھ حکمرانوں کے گریبانوں میں پڑنے کے بجائے داد عیش میں ہلتے رہیں اور رقص و سرود کی محفلوں میں تالیاں بجاتے رہیں ۔ جب قوم مجموعی طور پر خواب غفلت اور راحت کی لمبی چادر تان کر سوگئی ۔ علماء حق نے اتمام حجت کرکے سلطان جائر کے سامنے کلمہ حق کہہ دیا شہریار نے حسب سابق پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اسلام کے درد سے معمور اور عشق و محبت کے جذبات سے بھرپور طویل ترین خطبہ پڑھا اور اس کے ساتھ ہی خلوتوں میں کاردیگر کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی بھی فرمائی تو قدرت

نے انذار و انتباہ کے لئے اپنی سخت گیری اور آخرت کی ہولناکیوں کی ایک جھلک دارالحکومت میں بموں کے تباہ کن دھماکوں کی صورت میں دکھادی۔

ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون

اور ہم انہیں قریب کا عذاب بھی علاوہ اس بڑے عذاب کے چکھا کر رہیں گے شاید کہ یہ لوگ باز آجائیں۔ ہم سمجھتے ہیں اور ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ :-

یہ حادثہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو مسلسل دعوت دیتے رہنے کا نتیجہ ہے ارباب اقتدار نے ملک کا رخ غلط سمت پر موڑ دیا ہے پوری قوم کو رقص و سرود اور فن کاروں اور کھلاڑیوں کے لہوولعب میں مصروف کردیا ہے جس دن یہ حادثہ رونما ہوا اس رات لیاقت جمنازیم میں ملک بھر کے فن کاروں ایکٹروں اور ڈانسروں کی محفل طاؤس درباب برپا تھی۔ مقامی انتظامیہ کے سربراہ تک اس میں محو تھے یہاں تک کہ ہسپتالوں میں پوسٹ مارٹم کئے بغیر لاش اٹھوانے کا بندوبست بھی نہیں تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ بھارت سے آئے ہوئے ایک اداکار کو ایسا ہیرو بنا دیا گیا ہے کہ گویا کہ وہ کوئی خالدبن ولید یا طارق بن زیاد ہو اور اس نے اسلام کا کوئی معرکہ سرکیا ہو یہاں تک کہ ملک کا سربراہ اور وزیراعظم بھی استقبالیوں اور تقاریب میں اس کے گرد گھوم پھر رہے ہیں۔ اور تعریفوں کے پل باندھے جا رہے ہیں۔ یہ صورت حال پوری قوم کے لئے شرم کا باعث ہے۔ ایوان کے معزز ارکان بتائیں کہ بھارت میں راجیوگاندھی ہمارے کسی بھی فن کار کی ایسی پذیرائی کرسکتا ہے۔ راولپنڈی کی اس قیامت صغریٰ میں تخریب کاری کے امکانات کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت عالمی طاقتیں ہم پر دباؤ ڈال کر مسئلہ افغانستان میں اپنی مرضی کا فیصلہ منوانا چاہتی ہیں۔ ہمیں ہرگز نہیں جھکنا چاہئے۔ علاوہ ازیں

ملک بھر میں آبادی کے مقامات اور سرحد میں نوشہرہ ' کوہاٹ ' حیات آباد ' پشاور اور مردان وغیرہ کی گنجان آبادیوں سے بھی اسلحہ ڈپو فورا منتقل کرنے چاہیں ۔ کہوٹہ کے ایٹمی منصوبے کے تحفظ پر بھرپور توجہ دینی چاہیئے ۔ نیز راولپنڈی کے اس اندوہناک واقعہ کی تحقیقات کسی فوجی افسر سے نہیں بلکہ سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل ٹریبونل کے ذریعہ کرائی جائیں ۔"

اگر خدانخواستہ اس قدر تنبیہات اور غیبی ہدایات اور قدرت کے واضح اشارات کے باوجود بھی ہم بحیثیت ایک مسلمان قوم اور ایک آزاد اسلامی ریاست کے نہ ابھر سکے اور توبہ و انابت الی اللہ عمل صالح اور نظام امن و سلامتی اور نفاذ شریعت کی طرف آگے نہ بڑھ سکے تو اندیشہ ہے کہ دنیا میں پھر ایک مرتبہ ایک اور اسپین اور سمرقند اور تاشقند و بخارا اور سقوط ڈھاکہ وغیرہ کی تاریخ دہرائی جائے ۔

ماہنامہ الحق اپریل ۱۹۸۸ء

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سب سے پہلی تصنیف

دفاع امام ابوحنیفہ رح

مشائخ، علماء اور دانشوروں کی نظر میں

- ○ فقہ وقانون، ائمہ احناف کے خدمات، انکے علوم ومعارف اور شاندار کامیابیوں کا ایک دائرۃ المعارف ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح)
- ○ بلاشبہہ یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، مستند، قابلِ قدر اور کتابیات کی دنیا میں قابلِ ذکر اضافہ ہے۔ (مولانا حبیب الرحمٰن دیوبند)
- ○ ایک تحقیقی تصنیف، ایک علمی اور تاریخی شاہکار۔ (مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ)
- ○ دفاع امام ابوحنیفہ رح اپنی مثال آپ ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید)
- ○ اس قدر عمیق اور جامع کتاب اس گنہگار نے اس موضوع پر آج تک نہیں دیکھی۔ (حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی)
- ○ سوادِ اعظم احناف کے لیے گرانقدر علمی سوغات۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان ایم این اے)
- ○ ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے۔ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی)
- ○ اپنی جامعیت، افادیت اور اہمیت کے ساتھ وقت کی ضرورت۔ (مولانا محمد ازہر مدیر "الخیر" ملتان)
- ○ موجودہ کشمکش اور تذبذب کی فضا میں نفاذ شریعت کیلئے کام کرنے والوں کو اس کتاب سے بھرپور راہ نمائی مل سکتی ہے۔ (حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی)
- ○ بحث وتحقیق کے انمول موتی ادبیت کے شہ پاروں میں ڈھل کر علمی ذوق پر بہاروں کی طرح چھا جاتے ہیں۔ (مولانا مفتی غلام الرحمٰن)
- ○ مایہ ناز علمی کاوش، تحقیقی دستاویز اور فقید المثال تصنیف ہے۔ (مولانا محمد عبدالمعبود)
- ○ عامۃ المسلمین بالخصوص احناف کے لیے عظیم علمی تحفہ ہے۔ (مولانا محمد صادق مغل)
- ○ مولانا حقانی نے دفاع لکھ کر اپنے بساط بھرے بہت زائد اور فائق کام انجام دیا ہے۔ (مولانا مفتی سیف اللہ)
- ○ احناف پر احسان ہے اور فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ (مولانا عبداللطیف جہلمی خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رح)
- ○ عظیم کارنامہ، قابلِ ستائش ولائق آفرین اور جاذب القلوب ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد احمد ایم این اے)

مؤتمر المصنفین ـــ دارالعلوم حقانیہ ـــ اکوڑہ خٹک تحصیل وضلع نوشہرہ